بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

١٤ (14)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

پارہ

۱۴

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ رجسٹرڈ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۵۴)

www.drhasanrizvi.com

محمد اقبال ... مہتمم
ریسرچ ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں تصدیق کرتا ہوں کہ پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ کے مطبوعہ پارہ نمبر ۱۴ کا بغور حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور اسے ہر طرح کی اغلاط سے مبرا پایا۔

فیض احمد شاہ سعیدی

حافظ فیض احمد شاہ سعیدی
[illegible]
گلشن اقبال بلاک ... کراچی

www.drhasanrizvi.com

فہرست پارہ ۱۴

شمار	عناوین	صفحہ
۱	جہنّم میں کافروں کی تمنّا	۲۰۱۸
۲	طویل جھوٹی اُمیدوں کا نتیجہ	۲۰۲۰
۳	ظالموں، بدکاروں پر عذاب کیوں نہیں آتا؟	۲۰۲۱
۴	نتیجہ یا سبق	//
۵	عرفاء کے نزدیک	۲۰۲۲
۶	لمبی لمبی آرزوؤں کے چار نتائج	//
۷	آیت کا اصل پیغام	۲۰۲۳
۸	آیت کا مفہوم	//
۹	قرآن معجزہ ہے جادو نہیں ہے	۲۰۲۵
۱۰	آیت کا پیغام، اور قوموں کا قانونِ سزا	۲۰۲۶
۱۱	نتیجے	۲۰۲۷
۱۲	قرآن کی حفاظت خدا کے ذمّے ہے	۲۰۲۸
۱۳	نتیجہ	//
۱۴	نتائج	۲۰۲۹
۱۵	قرآن کا اعجاز	//
۱۶	قرآن کی صداقت کی دلیلیں	//
۱۷	قرآن کی حفاظت کے معنی	۲۰۳۰
۱۸	قرآن میں تحریف نہ ہونے کے دلائل	۲۰۳۱
۱۹	نتائج	۲۰۳۵
۲۰	قرآن دشمنی کا انجام	۲۰۳۶
۲۱	رسولوں کا مذاق اڑانے کی اجازت کا فلسفہ	۲۰۳۷
۲۲	آیت کا مفہوم اور نتیجہ	۲۰۳۹
۲۳	بُروج کے معنی	۲۰۴۰
۲۴	شہابِ مبین کے معنی	۲۰۴۳
۲۵	ولادتِ رسولِ اکرمؐ	۲۰۴۴
۲۶	" " " پر شیطان کی پریشانی	۲۰۴۵
۲۷	اہلِ سائنس کا اعتراض	۲۰۴۶
۲۸	خدا کی قدرت و حکمت کی نشانیاں	۲۰۴۷
۲۹	پہاڑوں کی تخلیق کا سبب	//
۳۰	خدا سب ہی کو روزی دیتا ہے	۲۰۴۹
۳۱	کائنات میں ہر چیز کی ایک حد ہے	//
۳۲	نتیجہ اور پیغام	//
۳۳	دوسرا نتیجہ اور پیغام	۲۰۵۰
۳۴	تیسرے معنی	//
۳۵	آیت کا مفہوم ۔ نتیجہ	۲۰۵۱
۳۶	ہم ہی سب کے وارث ہیں	۲۰۵۳
۳۷	سبق	//
۳۸	تفسیرِ عرفانی	۲۰۵۴
۳۹	آگے بڑھنے والے کون ہیں؟	۲۰۵۵
۴۰	گناہ معاف اور درجات بلند	۲۰۵۷
۴۱	خدا کے علم و حکمت کے تقاضے	۲۰۵۸
۴۲	عربی میں مٹی کے مختلف نام	۲۰۵۹

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
۴۳	نتیجہ	۲۰۵۹
۴۴	جنوں کی تخلیق کی کیفیت	۲۰۶۰
۴۵	حضرت آدمؑ کی تخلیق کی کیفیت	″
۴۶	نفس یا روحِ انسانی کی اقسام ۔ اور اُس روح کے معنی جو خدا نے حضرت آدمؑ کے جسدِ خاکی میں پھونکی	۲۰۶۲
۴۷	نتیجہ	۲۰۶۳
۴۸	حق کیا ہے	۲۰۶۴
۴۹	انبیاءؑ، مرسلینؑ اور مومنین کی روحیں	″
۵۰	ڈارون کی تھیوری اور دینی حقائق	۲۰۶۵
۵۱	روح کی حقیقت	۲۰۶۶
۵۲	روحِ انسانی کا خدا سے تعلق	۲۰۶۷
۵۳	خدا سے روحِ انسانی کی نسبت اور اس کے نتائج	″
۵۴	جدید سائنس اور روح ۔ نتیجہ	۲۰۶۸
۵۵	روح عرفاء کے نزدیک	۲۰۶۹
۵۶	حاصلِ مطلب	۲۰۷۰
۵۷	جمعہ کا دن، یومِ عید کیوں قرار پایا ؟	″
۵۸	تکبر اور تعصب کی مذمت	۲۰۷۱
۵۹	شیطانی صفات ۔ نتیجہ	″
۶۰	ابلیس کی سطحی نگاہ	۲۰۷۲
۶۱	وہابیت کی سطحیت	″
۶۲	شیطان کی ملعونیت	۲۰۷۳
۶۳	وقتِ معلوم	۲۰۷۴
۶۴	شیطان کا مکر اور گمراہ کرنے کا طریقہ ۔ نتیجہ	۲۰۷۵
۶۵	خدا گمراہ نہیں کرتا	۲۰۷۶
۶۶	ابلیس اور حضرت آدمؑ کی خطا کا فرق	″
۶۷	ایک دلچسپ مکالمہ	۲۰۷۷
۶۸	خدا کی پسندیدہ چیز "توبہ" بھی ہے	″
۶۹	ابلیس کے اللہ سے سوالات	۲۰۷۸
۷۰	خدا کے مخلص بندے "صراطٌ علیّ مستقیم"	۲۰۷۹
۷۱	خلوص کا راستہ	″
۷۲	اخلاصِ عمل کی بہترین مثال	۲۰۸۰
۷۳	اخلاصِ عمل کی مثال قرآن مجید میں	۲۰۸۱
۷۴	حضرت آدمؑ و ابلیسؑ کے قصہ کو بیان کرنے کی وجہ اور اس کے اسباق	۲۰۸۳
۷۵	جہنم کے دروازے	۲۰۸۴
۷۶	″ ″ طبقات	۲۰۸۶
۷۷	نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا	″
۷۸	گناہوں سے پرہیز کرنے متقین جنت میں جائیں گے	۲۰۸۷
۷۹	جنت کے آٹھوں دروازوں کی مفاتیح؟	۲۰۸۸
۸۰	کون ہے جو جنت کا طالب ہو؟	۲۰۸۹
۸۱	یہ ہمارے دوست ہیں	۲۰۹۰
۸۲	تفسیر عرفانی	۲۰۹۲
۸۳	جنتی لوگوں کی کیفیت	۲۰۹۳
۸۴	مومن کی کیفیت	۲۰۹۵
۸۵	گناہگار مومنین کے لیے خوشخبری	″
۸۶	گناہگار مومنوں پر اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں	۲۰۹۶

www.drhasanrizvi.com

ج

شمار	عناوین	صفحہ
۸۷	خدا سے خوف اور اُمید رحمت	۲۰۹۷
۸۸	فرشتے حق لیکر اُترتے ہیں	۲۰۹۹
۸۹	حضرت ابراہیمؑ کا خوف کھانا	"
۹۰	خدا کی رحمت اُس کے غضب سے وسیع ہے	۲۱۰۱
۹۱	محققین نے نتیجے نکالے	۲۱۰۳
۹۲	فرشتے انسانی شکلوں میں حضرت ابراہیمؑ کیطرف بھیجے گئے تھے۔	۲۱۰۴
۹۳	حضرت لوطؑ کی پریشانی کا سبب	۲۱۰۶
۹۴	حضرت لوطؑ کو مع اہل وعیال بستی چھوڑنے کا حکم	۲۱۰۷
۹۵	ہم جنس پرستی باعثِ عذاب ہے	۲۱۱۱
۹۷	حضورِ اکرمؐ کی فضیلت	۲۱۱۴
۹۷	قسم کھانے کا فلسفہ	"
۹۸	قومِ لوط اور اصحابِ ایکہ	۲۱۱۶
۹۹	پچھلی آیتوں سے ربط	۲۱۱۹
۱۰۰	اصل پیغام	۲۱۲۰
۱۰۱	صَفحِ جمیل	"
۱۰۲	آیت کا پیغام	۲۱۲۱
۱۰۳	آیت کا حاصل	"
۱۰۴	رسولِ اکرمؐ پر خدا کا احسانِ عظیم	۲۱۲۲
۱۰۵	سبعِ مثانی سے مراد	"
۱۰۶	تشریح	۲۱۲۳
۱۰۷	سورۂ فاتحہ کو سبعِ مثانی کہنے کی وجہ	۲۱۲۴
۱۰۸	خدا کی تسلی	۲۱۲۵
۱۰۹	نتائج	۲۱۲۶
۱۱۰	آیت کا پیغام	۲۱۲۷
۱۱۱	یہودیوں اور مشرکوں کا خدا کی کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔	۲۱۲۹
۱۱۲	تفسیر کرنے کے دوسرے معنی	۲۱۳۰
۱۱۳	تیسرے معنی	"
۱۱۴	اعتراض	۲۱۳۱
۱۱۵	حضورِ اکرمؐ کو علانیہ تبلیغ کا حکم	۲۱۳۲
۱۱۶	حضورِ اکرمؐ کا مذاق اڑانے والوں کا بُرا انجام	"
۱۱۷	حضرت ابوطالبؑ کی خدمات	۲۱۳۴
۱۱۸	ایمانِ ابوطالبؑ	۲۱۳۵
۱۱۹	نتائج اور تعلیمات	۲۱۳۶
۱۲۰	غم و اندوہ کا قدرتی علاج	۲۱۳۷
۱۲۱	سجدہ نماز کی معراج ہے	۲۱۳۸
۱۲۲	عرفانی تفسیر	"
۱۲۳	نماز سے حوصلہ بلند ہوتا ہے	۲۱۳۹
۱۲۴	آیت کا پیغام	"
۱۲۵	نتائج	۲۱۴۱
۱۲۶	عبادت کے فائدے	"
۱۲۷	سورۂ نحل کی روحانی خصوصیات	۲۱۴۲
۱۲۸	سورۂ نحل کی شانِ نزول	۲۱۴۳
۱۲۹	الروح بھی ایک مخلوق ہے	۲۱۴۵
۱۳۰	شانِ نزولِ آیت	۲۱۴۷
۱۳۱	نتائج اور تعلیمات	"
۱۳۲	توحید کی گواہی	۲۱۴۷
۱۳۳	انسان کو غور و فکر کرنا چاہیئے	۲۱۴۸
۱۳۴	اللہ تو سب کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے	۲۱۵۱

www.drhasanrizvi.com

د

شمار	عناوین	صفحہ	شمار	عناوین	صفحہ
۱۳۵	آیت کا حاصل	۲۱۵۱	۱۵۹	طاغوت کے معنی ۔ نتائج	۲۱۸۱
۱۳۶	آیت کا خلاصہ	۲۱۵۳	۱۶۰	خدا کس کو گمراہی میں چھوڑتا ہے	۲۱۸۲
۱۳۷	نتیجے	۲۱۵۴	۱۶۱	اصل تاویل یا آیت کے اوّلین معنی	۲۱۸۳
۱۳۸	دریا اور سمندروں کے فوائد	۲۱۵۷	۱۶۲	حیات بعد الموت ضروری ہے	۲۱۸۴
۱۳۹	نتیجۂ عرفانی	۲۱۵۸	۱۶۳	خدا کا ارادہ کسی وسیلے کا محتاج نہیں	۲۱۸۵
۱۴۰	تین قسم کے درسِ معرفت	〃	۱۶۴	اللہ کی راہ میں ہجرت کی اہمیت	۲۱۸۶
۱۴۱	پہاڑوں اور دریاؤں کی غرضِ خلقت	۲۱۵۹	۱۶۵	اہلِ ذکر سے مراد	۲۱۸۷
۱۴۲	کے حقیقی علامات	۲۱۶۰	۱۶۶	فلسفۂ رسالت کا خلاصہ	۲۱۸۹
۱۴۳	آیت کا حاصل	〃	۱۶۷	حضرت امام زین العابدین ؑ	۲۱۹۰
۱۴۴	آیت کا پیغام	۲۱۶۲	۱۶۸	خدا رؤف و رحیم ہے	۲۱۹۱
۱۴۵	تخلیقِ انسانی	〃	۱۶۹	سایہ بھی خدا کے سامنے سجدہ ریز ہے	۲۱۹۲
۱۴۶	آیت کا پیغام	۲۱۶۳	۱۷۰	نیاز دینے کا طریقہ	۲۱۹۶
۱۴۷	مجسّموں کے پجاریوں کی فہمائش	۲۱۶۴	۱۷۱	مَثَلُ الاعلیٰ	۲۱۹۸
۱۴۸	تکبّر بہت بُری بیماری ہے	۲۱۶۷	۱۷۲	ایک مشکل سوال	۲۱۹۹
۱۴۹	اللہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	۲۱۶۸	۱۷۳	اللہ کے لیے لوگوں تحفے	۲۲۰۰
۱۵۰	ساری چالیں بیکار ہوگئیں	۲۱۶۹	۱۷۴	تفسیرِ صوفیانہ	۲۲۰۳
۱۵۱	جن کو علم دیا گیا تھا	۲۱۷۱	۱۷۵	وحی کے معنی	۲۲۰۴
۱۵۲	بدترین موت اور بدترین زندگی	۲۱۷۲	۱۷۶	معرفتِ خداوندی	۲۲۰۶
۱۵۳	عذابِ قبر کا ثبوت	۲۱۷۳	۱۷۷	اَرذَلِ العُمر سے مراد	۲۲۰۸
۱۵۴	تقوٰے کی حقیقت	۲۱۷۴	۱۷۸	اللہ کی نعمتوں کو اکیلے ہی نہ کھا جاؤ	۲۲۰۹
۱۵۵	جنّتِ عدن	۲۱۷۵	۱۷۹	تاویل، اوّلین معنی	۲۲۱۴
۱۵۶	قبر اعمال کا صندوق ہے	۲۱۷۶	۱۸۰	آیت کا پیغام	〃
۱۵۷	آیت کا مطلب	۲۱۷۷	۱۸۱	قیامت کب آئے گی	۲۲۱۵
۱۵۸	ولایتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ جزوِ نبوت	۲۱۸۰	۱۸۲	علمِ غیب	〃

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
۱۸۳	اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو	۲۲۱۶
۱۸۴	روحانی نتیجے	۲۲۱۷
۱۸۵	تکمیلِ نعمت	۲۲۱۹
۱۸۶	ہدایت کا انوکھا انداز	۲۲۲۰
۱۸۷	اُمّت پر گواہ	۲۲۲۲
۱۸۸	امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا	۲۲۲۳
۱۸۹	رسولِ اکرمؐ اور ائمہ اہلِ بیتؑ انبیاء سے برتر ہیں	۲۲۲۶
۱۹۰	اللہ کے احکام، روحِ اسلام ہیں	۲۲۲۸
۱۹۱	تین احکام کی وضاحت	۲۲۲۹
۱۹۲	خدا نے تین بُرائیوں سے روکا ہے	۲۲۳۰
۱۹۳	عدل و احسان کے معنی	۲۲۳۱
۱۹۴	رشتہ داروں (ذی القربیٰ) کا حق ادا کرنا	״
۱۹۵	تین بُرائیاں	״
۱۹۶	اسباق و نتائج	۲۲۳۲
۱۹۷	لوگوں کو پہچانو عہد لیکر	۲۲۳۳
۱۹۸	عہد شکنی کی شدید مذمت اور اُس کی مثال	۲۲۳۴
۱۹۹	جبریہ عقیدے کی رد	۲۲۳۶
۲۰۰	آیت کا پیغام	۲۲۳۷
۲۰۱	حضرت علیؑ امیر المومنین ہیں	۲۲۳۸
۲۰۲	قرآن پڑھو تو خدا سے پناہ چاہو	۲۲۴۰
۲۰۳	مومنوں اور متوکلین پر شیطان کا قابو نہیں ہو سکتا	۲۲۴۱
۲۰۴	کفّار کی ذہنیت	۲۲۴۴
۲۰۵	تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا	۲۲۴۹
۲۰۶	نعمتوں کی ناشکری کی بھیانک سزا	۲۲۵۰
۲۰۷	نعمتِ خدا کی قدر پر انعام	״
۲۰۸	اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی حقیقت	۲۲۵۱
۲۰۹	یہودیوں پر پابندیاں	۲۲۵۴
۲۱۰	حضرت ابراہیمؑ ایک اُمّت تھے	۲۲۵۵
۲۱۱	تبلیغ کا طریقہ	۲۲۵۸
۲۱۲	تقویٰ و پرہیزگاری یعنی (بُرے کاموں سے بچنا)	۲۲۶۰

(یکم جون سنہ ۱۹۹۸ء تکمیلِ کتابتِ فہرست)

www.drhasanrizvi.com

(پارہ) رُبَمَا (۱۴)

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲) دور نہیں کہ حق کے انکاری تمنّا
لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○ ۲ کریں کہ کاش وہ حق کو تسلیم کرکے
خدا کی اطاعت کرنے والے ہوتے۔

جہنّم میں کافروں کی تمنّا

کافروں کا یہ تمنّا کرنا کہ "کاش ہم مسلمان ہوتے" دنیا میں ہو سکتی ہے کہ جب وہ مسلمانوں کی کامیابیاں اور خوش اخلاقیاں دیکھیں گے، تو مسلمان ہونے کی تمنّا کریں گے، لیکن یہاں زیادہ موزوں معنی یہ ہیں کہ کافر آخرت میں مسلمانوں کی نجات اور اجر کو دیکھ کر، اور کفر کے بُرے انجام کو دیکھ کر یہ تمنّا کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے، یعنی خدا کے فرماں بردار ہوتے۔

٭ . . . . (فصل الخطاب)

★ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: کفّار موت کی سختی کو دیکھ کر یا قیامت کے دن جہنّم کے ہولناک منظر کو دیکھ کر یہ تمنّا کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ اس مطلب کی حدیثِ رسول سے تائید کرتی ہے۔

٭ . . . (انوار النجف)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "جب دوزخی دوزخ میں پہنچیں گے، تو

www.drhasanrizvi.com

اُنھیں وہاں کچھ گنہگار مسلمان بھی دکھائی دیں گے، جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنّم میں بھیجے گئے ہوں گے۔ تو کافر، مسلمانوں سے طنزاً کہیں گے کہ "خیر ہم تو کافر تھے (اس لیے جہنّم میں بھیجے گئے) مگر تم بتاؤ کہ تمھیں اسلام سے کیا فائدہ ہوا؟ گناہگار مسلمان کہیں گے کہ: "یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔"

یہ سُن کر خدا کی رحمت کا سمندر جوش میں آئے گا، اور گنہگار مسلمانوں کو جہنّم سے آزادی کا حکم جاری ہوگا۔ اُس وقت کفّار حسرت بھرے انداز میں کہیں گے کہ: "کاش ہم بھی مسلمان ہوتے"

★ ..... (تفسیر کبیر، تفسیر طبری، تفسیر مجمع البیان)

★ آیت میں "کاش" کا لفظ بتا رہا ہے کہ کافر اُس وقت مسلمان ہونے کی تمنّا کریں گے جب وہ اسلام نہ لاسکیں گے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا اِس طرح پکارے گا کہ سب لوگ اُس آواز کو سُنیں گے۔ وہ کہے گا: "آج جنّت میں اُن لوگوں کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا جو اسلام لا چکے ہیں (یعنی خدا کی اطاعت دنیا میں کر چکے ہیں) اُس وقت سب کافر یہ تمنّا کریں گے "کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔"

★ ..... (تفسیر مجمع البیان، نور الثقلین، تفسیر نمونہ)

★ بعض مفسّرین نے لکھا کہ جن لوگوں نے نیکیوں کے انجام دینے میں سستی کی ہوگی اور دنیا میں خدا کی نافرمانی کی ہوگی، وہ بھی یہی کہیں گے کہ کاش ہم نے دُنیا میں نافرمانیٔ خدا نہ کی ہوتی اور خدا کی اطاعت کی زندگی گذاری ہوتی۔ یعنی نیکی کی راہ میں سخت کوششیں کرتے۔

(ملخص روح البیان)

★ صاحبِ روح المعانی نے لکھا کہ آیت میں اِن تمام مفاہیم کے سمونے کی گنجائش موجود ہے۔

★ یہاں کفر سے مراد کفرِ نعمت بھی ہے۔ ★ ... (تفسیر ابنِ عربی) ★ ... (روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا (۳) اُنھیں چھوڑ دیجیے (تاکہ خوب)
وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ کھائیں پئیں، مزے اُڑالیں۔ اور
يَعْلَمُونَ ۞ ۳ دنیا کی جھوٹی اُمید اُنھیں بھلاوے
میں ڈال کر بے خبر بنائے رکھے۔ پھر بہت جلد اُنھیں (اس بھلاوے کا
بُرا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

طویل جھوٹی اُمیدوں کا نتیجہ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے اپنی اُمت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے تمہارے بارے میں دو۲ باتوں کا خوف ہے۔ (۱) خواہشِ نفس کی پیروی کا، (۲) اور جھوٹی لمبی لمبی اُمیدیں باندھنے کا۔ خواہشِ نفس کی پیروی تم لوگوں کو حق پر عمل کرنے سے روک دے گی، اور جھوٹی لمبی لمبی اُمیدوں کا باندھنا تمھیں آخرت کی زندگی کو بھلا دے گا۔"

*۔۔۔۔۔ (الکافی۔ تفسیر صافی)

★ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"انسان جتنا جتنا اپنی اُمیدوں اور آرزوؤں کو بڑھاتا جاتا ہے، اتنا ہی بدعمل ہو کر گناہ کرتا جاتا ہے۔ اگر وہ اپنی (آرزوؤں کے بڑھانے کے بجائے) موت کی طرف دیکھ لیا کرتا، تو اُس کو پتہ چل جاتا کہ اُس کی موت بڑی تیزی کے ساتھ اُس کی طرف بھاگتی، لپکتی چلی آرہی ہے۔ پھر وہ (ضرورت سے زیادہ) دنیا طلبی کے متعلق کسی کام کو کرنا پسند نہ کرتا۔"

*۔۔۔۔۔ (تفسیر صافی صہ ۲۶۹ بحوالہ الکافی)

www.drhasanrizvi.com

ظالموں، بدکاروں پر عذاب کیوں نہیں آتا؟

آیت کا مقصد یہ ہے کہ: اے رسولؐ! اِن منکر، احمق دنیا پرستوں کو اُن کے حال پر رہنے دیجیے تاکہ وہ خوب کھا پی کر چین اُڑا لیں، اُن کی لمبی لمبی اُمیدیں اور خیالی منصوبے اُن کو غفلت میں ڈالے رکھیں۔ پھر مرتے ہی اُن کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

غرض دنیا میں جو اُن کو جلدی سزا نہیں ملتی تو یہ صرف اِس لیے ہے کہ (۱) خدا نے امتحان لینے کی خاطر اُن کو مہلتِ عمل و اصلاح دے رکھی ہے۔

(۲) کیونکہ سزا کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ خدا کا ہمیشہ سے یہی طریقۂ کار تمام کافر بستیوں کے ساتھ رہا ہے۔ ان کو بھی خدا نے اِصلاحِ حال کی مہلت دی تھی۔ پھر اتمامِ حجت کے بعد جب سزا کا وقت آیا تو مثالی سزائیں دی گئیں۔ اِسی لیے خدا کا اصول ہی یہ ہے کہ وہ کسی اُمت کو ایک معیّن وقت اصلاحِ حال کے لیے ضرور دیتے ہیں۔ اِسی طرح جب ان کی مہلت ختم ہوتے ہی معیّنہ وقت آجائے گا پھر اِن کو اِن کی بدمعاشیوں کے عین مطابق بھرپور سزا دی جائے گی۔ اِس لیے فوری سزا نہ ملنا اِن کی حقانیت کی دلیل نہیں ہے صرف خدا کے اِس اصولِ مہلت کی وجہ سے فی الحال یہ لوگ سزا سے بچے ہوئے ہیں۔"

* ..... (تھانوی)

نتیجہ یا سبق

محققین نے نتیجہ نکالا کہ لمبی لمبی اُمیدیں انسان کو دنیا میں بُری طرح مشغول کر دیتی ہیں کہ انسان زندگی کے اصل مقصد سے غافل ہو جاتا ہے۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

مولانا رومؒ نے فرمایا ہے:

؎ چیست دنیا؟ از خدا غافل شدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یعنی: دنیا پرستی کیا ہے؟ انسان کا خدا سے غافل ہو جانا۔ سونا چاندی، فرزند و زن دنیا پرستی نہیں ہے۔

www.drhasanrizvi.com

ڈاکٹر اقبال نے کہا:

؎ کھو یا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں محفل گداز گرمیٔ محفل نہ کر قبول

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی دُعا میں فرماتے ہیں:

"حَبَسَنِیْ عَنْ نَفْعِیْ بُعْدُ اَمَلِیْ"

یعنی: طویل آرزوؤں نے مجھے اپنے حقیقی منافع کے حاصل کرنے سے روک دیا (محروم کر دیا) یعنی نیکیاں کمانے سے روک دیا۔

★ لمبی لمبی اُمیدوں کا سب سے بھیانک انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان دن رات اُن تمناؤں کو حاصل کرنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے، مگر اُن سے اُس کو خوشحالی یا حقیقی راحت کے بجائے بدبختی اور بے چینی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

؎ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ::: بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

عرفاء کے نزدیک

عرفاء کے نزدیک لمبی لمبی آرزوؤں کو دل میں جگہ دینا اتنا ہی خطرناک ہے جیسے کوئی سانپ کبوتر خانے میں گھس جائے۔ لمبی لمبی تمناؤں کا مطلب یہ ہے کہ: انسان بہت طویل زندگی کی تمنا کرے اور یہ خواہش کرے کہ اُس کی تمام آرزوئیں دنیا ہی میں پوری ہو جائیں چاہے وہ آرزوئیں اچھی ہوں یا بُری۔

لمبی لمبی آرزوؤں کے چار نتائج

(۱) انسان خدا کی اطاعت میں سستی کرنے لگتا ہے، اور ان کو بے حد اہمیت دیتا ہے۔ (۲) اسطرح استغفار اور یادِ آخرت کو بالکل بھلا دیتا ہے (۳) ذکرِ موت کو بالکل سننا، سوچنا، سمجھنا پسند ہی نہیں کرتا۔ (۴) دنیا کے جمع کرنے اور حرص کرنے میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اُسے دین، قرآن اطاعت، آخرت کچھ یاد نہیں رہتا۔ ★ .... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (۴) اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک
اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۴ نہیں کیا، مگر اُس کے لیے ایک
جانی بوجھی ہوئی تحریری (مدّت مقرّر) ہے۔

آیت کا اصل پیغام

اِن آیتوں کا اصل پیغام یہ ہے کہ خدا فرما رہا ہے کہ ہم کسی قوم کو کفر و گناہ کرتے ہی نہیں پکڑ لیا کرتے ہمارا اصول اور قانون یہ ہے کہ ہم بڑے سے بڑے جُرم مثلاً کفر، شرک، ظلم، قتل، تکذیب اور استہزار جیسے عظیم جرائم پر بھی فوراً سزا نہیں دیا کرتے۔ ہمارا قاعدہ ہی یہ ہے کہ ہم پہلے بھلائی بُرائی بتاتے ہیں، پھر سوچنے سمجھنے، سُننے، سنبھلنے کا پورا پورا موقع اور مہلت دیتے ہیں۔ جب تک وہ مہلت باقی رہتی ہے ہم ڈھیل پر ڈھیل دیے چلے جاتے ہیں۔

*..... (تفہیم)

★ اِس لیے انبیاءؑ کا انکار اور اُن کا مذاق اُڑانے والے یہ دلیل پیش نہ کریں کہ ہمارا کیا بگڑا؟ ہم تو خوب عیش کر رہے ہیں، مزے اُڑا رہے ہیں، اصل میں یہ سارے عیش ہمارے اِسی قانونِ مہلت کی وجہ سے ہیں، اِس مہلت کی مدّت کے ختم ہو جانے کے بعد صرف سزا ہی سزا باقی رہ جائے گی

*..... (مؤلف)

آیت کا مفہوم

غرض آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی قوم پر اُس کے کرتوت کی وجہ سے وقتِ معیّنہ پر عذاب آتا ہے تو دنیا اُسے ناگہانی آفت سمجھتی ہے، حالانکہ کسی قوم کی بقا یا فنا خدا کے ایک مقرّرہ منضبط قانون کے تحت ہوتی ہے، اور وہ قانون خدا کا مقرّر کیا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ اچانک یا اتفاقاً نہیں ہوا کرتا۔ *..... (تفسیر علی بن ابراہیم، فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا (۵) اور کوئی قوم بھی اپنی مقرّرہ عمر
وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ۵ کی مدّت سے نہ تو آگے بڑھ سکتی ہے
اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ (۶) اور اُنھوں نے کہا: اے وہ شخص
نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ جس پر قرآن[۱] اُتارا گیا ہے، حقیقتاً
لَمَجْنُوْنٌ ۝ ۶ تُو دیوانہ ہے۔

(آیت ۶) "ذکر[۱]" کا لفظ قرآن میں "کلامِ الٰہی" کے لیے استعمال ہوا ہے۔
لیکن "ذکر" کے اصل معنیٰ "نصیحت، خیر خواہی (بھلائی چاہنے) کے ہوتے ہیں۔
کیونکہ اللہ تعالےٰ کا کلام سراسر نصیحت ہے۔ اِس لیے اِس کو ذکر کہا گیا ہے۔
تمام آسمانی کتابیں "ذکر" ہیں، اور قرآن بھی "ذکر" ہے۔
"ذکر" کے دوسرے معنی "یاد دلانے" "ہوشیار کرنے" کے بھی ہوتے ہیں۔
کفّار یہ فقرہ طنزاً کہتے تھے۔ اُن کے کہنے کا اصل مطلب یہ تھا کہ:
"یہ شخص[ص] جس کا دعویٰ یہ ہے کہ اُس پر ذکر اُتارا گیا ہے، دیوانہ ہے۔" بالکل اسی
طرح فرعون نے بھی اپنے درباریوں سے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں کہا تھا:
"اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝"
یعنی: یہ پیغمبر صاحب جو تم لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، بالکل کھسکے ہوئے ہیں۔"
* ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

یہ بالکل واضح سی بات ہے کہ اگر کسی کی فکر بس مال و دولت، عورت، اولاد، منصب وجائیداد تک محدود ہو اور وہ کسی سے یہ کہے کہ ہم تمھیں زر، زمین، حکومت، بلکہ ہر چیز دینے کو تیار ہیں بس تم اپنا دینی مشن ترک کر دو اور دوسرا شخص اُس کو یہ جواب دے کہ میں اپنے مشن کو کسی قیمت پر ترک نہ کروں گا، چاہے تم سورج اور چاند ہی کیوں نہ میرے دونوں ہاتھوں پر لاکر رکھ دو۔۔ تو پہلا شخص ایسے آدمی کو دیوانہ نہیں سمجھے گا تو کیا سمجھے گا۔؟

مگر جب کفارِ مکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام اور قرآن مجید کی آیات کو سُنتے تھے تو اُن کا دل نہیں مانتا تھا کہ ایسے صاحبِ کلام کو دیوانہ کہہ کر کے ٹال دیں۔ اِس لیے پلٹ کر جادوگر کہنے لگتے تھے۔

٭ - - - - - (تفسیر نمونہ)

★ قرآن معجزہ ہے، جادو نہیں ہے

حضرت موسیٰ ؑ کے مقابلے پر فرعون نے ملک کے تمام بڑے بڑے جادوگروں کو بلایا۔ تاکہ حضرت موسیٰ ؑ کے معجزے پر حاوی آجائیں۔ لیکن جب اُن جادوگروں نے یہ دیکھا کہ حضرت موسیٰ ؑ کے عصا نے اژدہے کی شکل اختیار کر کے اُن کے سانپوں کو نگل لیا تو انھوں نے سوچا کہ ہمارے جادو پر کوئی جادو حاوی نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم جادوگروں کے اُستاد اور اپنے فنِ جادوگری میں درجۂ کمال پر ہیں، اِس لیے حضرت موسیٰ ؑ جادوگر نہیں ہوسکتے بلکہ یہ اُن کے پروردگار کا معجزہ ہے۔ اِس بات پر وہ ایمان لے آئے۔ لیکن عرب کلامِ خدا کو دیکھ کر یہ کہتے کہ "یہ کلامِ بشر نہیں ہوسکتا"۔ پھر بھی معجزۂ خداوندی نہ کہیں بلکہ جادو کہیں تو یہ اُن کی جہالت کا کتنا واضح ثبوت ہے۔

٭ - - - - (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ (۷) اگر تو سچّا ہے تو ہمارے سامنے
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ۷ فرشتوں کو لیکر کیوں نہیں آتا ؟

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِلَّا (۸) ہم فرشتوں کو نہیں اُتارا کرتے
بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ۝ ۸ مگر صحیح موقع پر۔ اور انھیں
اُس وقت پھر کوئی مُہلت بھی نہیں دی جاتی (کیونکہ فرشتوں کا اُتارنا کوئی کھیل تماشا دکھانے کے لیے نہیں ہوا کرتا، بلکہ قوموں کو سزا اور ہلاکت کا فیصلہ سُنانے کے لیے ہوا کرتا ہے۔ جب چُھپی ہوئی حقیقتیں ہی بے نقاب ہوگئیں تو پھر عقل کا امتحان کیسے ہوگا؟)

آیت کا پیغام، اور قوموں کا قانونِ سزا

آیت کا آخری مطلب یہ ہے کہ: فرشتے صرف تماشا دکھانے کے لیے نہیں اُتارے جاتے۔ وہ تو حقیقتوں کو بے نقاب کرنے اور پردۂ غیب کو ہٹانے کے لیے اُتارے جاتے ہیں۔ فرشتوں کو اُس آخری وقت بھیجا جاتا ہے جب کسی قوم کا فیصلہ چکا دینا مقصود ہوتا ہے۔ اُس وقت اُن کی مُہلتِ عمل ختم ہوچکی ہوتی ہے۔ اِس لیے کہ حقیقتیں اُن کے سامنے کھول دی جاتی ہیں، عذابِ الٰہی صاف صاف دکھائی دینے لگتا ہے۔ اب اُس قوم کو سُدھرنے یا ایمان لانے کی مُہلت نہیں دی جاتی۔

www.drhasanrizvi.com

" فرشتے حق کے ساتھ اُترتے ہیں " کا مطلب یہ ہے کہ: حق لے کر اُترتے ہیں۔" یعنی خدا کا عذاب لے کر اُترتے ہیں جو ٹھوس اور سچی حقیقت ہے۔ یا فرشتے اِس لیے اُترتے ہیں کہ باطل کو مٹا کر حق کو قائم کر دیں۔ یعنی اللہ کا فیصلہ نافذ کر دیں۔

*۔۔۔۔ (تفہیم)

(یا پھر فرشتے وحی لیکر اُترتے ہیں)

*۔۔۔۔ (مؤلف)

★ نتیجے

(۱) عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ اِس آیت میں اُن لوگوں کو بُری طرح رد کر دیا گیا ہے جو انبیائؑ اولیاءؒ سے معجزات، کرامات — اور خوارقِ عادات کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں اور اِنہی چیزوں کو حقانیت کی دلیل اور معیار سمجھتے ہیں۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ معجزہ کوئی بچّوں کا کھیل یا بندر کا تماشا نہیں ہوتا کہ لوگ جب چاہیں انھیں دکھا دیا جائے۔ ہاں جب اثباتِ حق کے لیے واقعاً ضروری ہوتا ہے تب معجزہ ضرور دکھایا جاتا ہے۔ اِسی لیے پیغمبرِ اکرمؐ کے ہاتھوں بہت سے معجزے دکھائے گئے۔ یہاں تک کہ رسولِ اکرمؐ کا زندہ معجزہ قرآن ہے جو ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔

*۔۔۔۔۔ (تفسیرِ نمونہ)

(۳) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ خداوندِ عالم جب کسی قوم کو اُس کے تقاضے پر حسّی معجزہ دکھا دیتا ہے تو پھر اُن کو مہلت نہیں دی جاتی، کیونکہ زندگی کی مہلت اتمامِ حجّت کے لیے دی جاتی ہے۔ اور معجزہ دکھانے کے بعد پورے طور پر اتمامِ حجّت ہو جاتا ہے۔ اب بھی اگر قوم نہیں مانتی یا اپنی اصلاح نہیں کرتی تو فوراً سزا دے دی جاتی ہے اور قوموں کا تیا پانچا کر دیا جاتا ہے۔ (خس کم جہاں پاک)

*۔۔۔۔ (تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ (۹) (رہا یہ قرآن تو) یہ حقیقت ہے کہ
اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ ۹ اِس کو ہم ہی نے اُتارا ہے اور ہم
خود ہی اِس کی حفاظت کرنے والے بھی ہیں۔

★ **قرآن کی حفاظت خدا کے ذمّہ ہے** اِس آیت کے کئی مطلب ہیں:

(۱) قرآن کی حفاظت کی ذمّہ داری خدا نے خود لی ہے۔ اِس لیے اِس میں باطل کی ذرّہ برابر آمیزش نہیں ہوسکتی۔ ★..... (تفسیر کبیر)

(۲) خدا خود قرآن کی حفاظت کا ذمّہ دار ہے۔ اس لیے قرآن ہمیشہ اپنی اصلی شکل میں باقی رہے گا۔ ★...... (حسن)

(۳) قرآن مشرکوں اور باطل پرستوں کی ہر سازش سے محفوظ رہے گا۔ وہ قرآن کو مٹانے، بھلانے یا بدلنے پر قادر نہ ہوں گے۔ ★..... (جبائی)

(۴) قرآن کو خدا نے اُتارا ہے، اِس لیے خدا خود ہی قرآن اور رسولؐ کی حفاظت فرمائے گا۔ ★...... (فراء)

نتیجہ: جمہور مسلمین کا یہ متّفقہ فیصلہ ہے کہ قرآن ہر دور میں باطل پرستوں کے تصرّفات سے ہمیشہ محفوظ رہا ہے اور محفوظ رہے گا۔
★..... (تفسیر کبیر، تفسیر انوار النجف، تفسیر نمونہ)

★ خداوندِ عالم فرما رہا ہے کہ: "یہ ذکر (قرآن) جس کے لانے والے کو تم دیوانہ کہہ رہے ہو یہ ذکر ہمارا اُتارا ہوا ہے۔ اس کو ہمارے رسولؐ نے از خود نہیں گھڑا ہے۔ اِس لیے تم یہ سوچنا چھوڑ دو کہ تم اس ذکر کو بگاڑ دو گے یا ختم کر دو گے۔ اِس کی حفاظت کرنا خود ہمارا کام ہے۔ اِس لیے یہ تمہارے مٹانے سے ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ نہ تمہارے طعنوں اور اعتراضوں سے اِس کی

www.drhasanrizvi.com

قدر و قیمت کم ہوگی اور نہ تم اس میں کوئی ردّ و بدل کرسکو گے۔

*...... (تفہیم)

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

نتائج

(۱) اہلِ سنّت کی اکثریّت یعنی اشعری عقیدہ یہ ہے کہ "قرآن قدیم ہے اور قرآن کو حادث کہنا کفر ہے"۔ مگر سوال یہ ہے کہ: قدیم چیز کی بنیادی خصوصیّت یا صفت ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ ذاتاً لازوال ہوتی ہے یعنی ختم نہیں ہوسکتی۔ اس لیے قدیم چیز کی حفاظت کی ذمّہ داری لینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر قرآن قدیم ہوتا تو خدا کو یہ کہنے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ قرآن قدیم نہیں حادث ہے۔

*...... (تفسیر تبیان)

(۲) نیز یہ کہ اس آیت کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن ہر قسم کے تغیّر و تبدّل اور تحریف سے پاک ہے۔ کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمّہ داری خود خدا نے لی ہے۔

*.... (تفسیر جلالین)

قرآن کا اعجاز

یہ کتنا عظیم معجزہ ہے کہ آج زمین پر کوئی آسمانی کتاب قرآن کے سوا ایسی موجود نہیں ہے جو یہ دعویٰ کرسکے کہ وہ خدا کے بعینہٖ اُن ہی الفاظ میں اُسی طرح باقی ہے جیسے وہ خدا کے پاس سے اتری تھی۔ آج بائیبل کی اصلی زبان، کتاب یا الفاظ موجود تک نہیں۔ صرف اس کے تراجم موجود ہیں، وہ بھی متفقہ طور پر تحریف شدہ۔

*...... (مؤلف)

قرآن کی صداقت کی دلیلیں

غرض خدا کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو اُتارا ہے اور بلا دلیل نہیں اُتارا۔ اس کے معجزہ ہونے کا (۱) پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ اس کی

www.drhasanrizvi.com

ایک سورت کا جواب سارا عالم مل کر نہیں لا سکتا۔ اِس کے معجزہ اور خدا کا کلام ہونے کی دوسری (۲) دلیل یہ ہے کہ ہم پہلے ہی سے بتلائے دیتے ہیں کہ ہم اِس قرآن کے محافظ ہیں، اِس لیے اِس میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اگر اِس میں کوئی کمی بیشی کر سکتا تو آج کروڑوں قرآن کے نسخوں میں کہیں کوئی زیر، زبر کا اختلاف تو ضرور ہو جاتا۔ اب یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ حق دشمنوں کی صدیوں کی سر توڑ کوششوں کے باوجود ایک زیر، زبر کی کمی بیشی اِس کتاب میں نہ ہو سکی۔ (۳) پھر فصاحت و بلاغت اور معنی و بیان کے اعتبار سے بھی یہ کتاب سراسر معجزہ ہی معجزہ ہے۔ اِسی لیے آج تک اِس کا کوئی جواب نہ لا سکا۔

★ ..... (تھانوی)

قرآن کی حفاظت کے معنی

اِس سلسلے میں مفسرین کے تین بیانات ہیں:

(۱) کچھ مفسرین کے نزدیک قرآن کی حفاظت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ: "خدا قرآن کو ہر قسم کی تحریف، تبدیلی، کمی، زیادتی سے محفوظ رکھے گا۔"

(۲) کچھ مفسرین کا خیال یہ ہے کہ "خدا قرآن کو آخر دنیا تک محفوظ رکھے گا۔"

(۳) کچھ مفسرین کا خیال یہ ہے کہ "خدا قرآن کے خلاف ہر قسم کی سازش یا تحریک کو ناکام بنا دے گا۔"

★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ اِسی لیے تمام مسلمان فرقے شیعہ، سُنّی، صوفی، سب کے سب قرآن کے اِن تینوں طریقوں سے محفوظ رہنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اگرچہ کچھ شیعہ اور سُنّی غالی علماء اور محدثین نے جو تیسرے چوتھے درجے کے علماء تھے، قرآن میں کسی حد تک تحریف کا ذکر کیا ہے، لیکن تمام اکابرین شیعہ و سُنّی و صوفیاء نے اُن کی بات کو قبول نہیں کیا، اور اُن کے تصور کو یکسر باطل قرار دیا اور یہ بات دلائل سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے۔

★ ..... (آیت اللہ خوئی رح)

www.drhasanrizvi.com

قرآن میں تحریف نہ ہونے کے دلائل

(۱) آج کوئی شخص جس نے مکہ، مدینہ، لندن یا نیویارک کو نہ دیکھا ہو، کبھی نہیں مانے گا کہ اُن کا وجود دنیا میں نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص یہ نہیں مانے گا کہ پہلی یا دوسری جنگِ عظیم نہیں ہوئی تھی۔ یہ اس لیے کہ یہ تمام باتیں تواتر سے ثابت ہیں۔

یہی حال قرآن مجید کا ہے۔ صرف دشمنوں نے یا اُن کے باخبر یا بے خبر ساتھیوں نے اپنے ہی مفادات کی خاطر مسلمانوں میں تفرقے ڈالنے کے لیے اس قسم کے عقائد پھیلائے کہ قرآن میں کچھ تحریف ہوئی ہے۔ ورنہ تمام اکابرین قرآن کے ہر طرح سے محفوظ رہنے کے قائل رہے ہیں۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

(۲) مشہور عظیم شیعہ عالم اور محقق آیت اللہ کاشف الغطاء "اپنی کتاب "کشف الغطاء" میں لکھتے ہیں: "اس میں قطعاً کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ قرآن ہمیشہ خدا کی حفاظت کے سائے میں رہا ہے۔ قرآن ہر ہر قسم کی کمی یا زیادتی یا تحریف سے محفوظ رہا ہے۔ قرآن کی یہ صریح آیت اس بات پر گواہ ہے اسی لیے ہر زمانے کہ تمام شیعہ سُنّی علماء کا اس بات پر مکمل اجماع رہا ہے۔ شاذ و نادر نادان افراد کی مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں۔"

* ..... (کشف الغطاء، تفسیر آلاء الرحمٰن، تفسیر نمونہ)

(۳) اس کے علاوہ تاریخ سے مسلّمہ طور پر ثابت ہے کہ ہزاروں افراد ہمیشہ سے قرآن کو حفظ کرتے آئے ہیں۔ پورے قرآن کو زبانی ہر سال سناتے آئے ہیں۔ اس وقت صرف پاکستان میں تقریباً پندرہ لاکھ حافظانِ قرآن موجود ہیں۔ جس کتاب کو اس طرح لاکھوں آدمیوں نے چودہ سو سال سے زبانی یاد کیا ہو اور ہر سال زبانی فر فر سنایا ہو، اُس میں تحریف کس طرح ممکن ہو سکتی ہے؟

www.drhasanrizvi.com

(۴) پھر اس کتاب قرآن کو خود رسولِ اکرمؐ کے زمانے میں ۴۳ آدمیوں نے لکھا، جن کو "کاتبانِ وحی" کہتے ہیں اور جن کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں۔

عبداللہ زنجانی اپنی مشہور کتاب "تاریخ قرآن" میں لکھتے ہیں کہ:

"پیغمبر اکرمؐ کے پاس مختلف "کاتبانِ وحی" تھے جن کی تعداد ۴۳ تھی۔ جن میں سب سے مشہور خلفاءِ اربعہ تھے لیکن اس سلسلے میں سب سے بڑھ کر رسولِ اکرمؐ کے ساتھی زیدؓ بن ثابتؓ اور علیؑ ابن ابیطالبؑ تھے۔"

٭..... (تاریخِ قرآن)

(۵) پھر سب سے بڑھ کر گواہی خود حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ فرماتے ہیں:

" اور خدا کی کتاب تمھارے درمیان ایسا ناطق ہے جس کی زبان کبھی گنگ نہیں ہوتی۔ قرآن ایک ایسا گھر ہے جس کے ستون کبھی منہدم نہیں ہوتے۔ قرآن ایسا سرمایۂ عزت ہے جس کے مددگار کبھی مغلوب نہیں ہوتے۔"

٭..... (نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۳)

★ دوسرے خطبے میں فرماتے ہیں:

" جان لو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو اپنی نصیحت میں کبھی خیانت نہیں کرتا، اور ایسا ہادی ہے جو کبھی گمراہ نہیں کرتا... کوئی شخص قرآن کا ہمنشین نہیں ہوتا مگر اُس کے پاس سے زیادتی یا کمی کے ساتھ اُٹھتا ہے یعنی ہدایت کی زیادتی یا گمراہی کی کمی کے ساتھ قرآن سے جدا ہوتا ہے۔"

نیز فرمایا: "خدا نے کسی کو اس قرآن جیسی نصیحت نہیں فرمائی۔ کیونکہ قرآن خدا کی مضبوط رسّی ہے اور اُس کا قابلِ اطمینان وسیلہ ہے۔"

٭..... (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۶)

www.drhasanrizvi.com

★ نیز حضرت علی علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا:

"خدا نے اپنے نبیؐ پر ایک کتاب نازل فرمائی جو خاموش نہ ہونے والا نور ہے، جو ایسا چمکدار چراغ ہے جس میں تاریکی آہی نہیں سکتی۔ یہ ایسا راستہ ہے جس پر چلنے والے کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے، یہ حق کو باطل سے الگ کرنے کا ایسا سبب ہے جس کی دلیل کبھی خاموش نہیں ہوتی۔" ★ .... (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۱۹۸)

★ ایسے ارشادات ائمۂ معصومینؑ کے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگر قرآن میں ایک زیر یا زبر کی کوئی ذراسی بھی تحریف ہوئی ہوتی تو بھلا کس طرح ممکن ہوتا کہ ایسے معصوم حضرات اس قرآن کی طرف اس طرح بلاتے اور اس کی اس طرح تعریف کرتے؟ پھر کس طرح وہ قرآن کو ایک قابلِ اطمینان وسیلہ قرار دیتے؟

(۶) اس کے علاوہ ختمِ نبوت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اس کتاب میں کوئی تحریف نہ ہوسکے۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے کتابیں اسی لیے اتریں کہ اُن میں تحریف کردی گئی تھی۔

(۷) پھر خود رسولِ خداؐ کا آخری بیان:

"میں تمہارے درمیان میں سے جارہا ہوں، مگر دو بے حد قیمتی چیزیں تمہارے لیے یادگار کے طور پر چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلِ بیتؑ، اگر تم نے ان دونوں کا دامن نہ چھوڑا تو تم ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔"

★ .... (صحیح مسلم شریف و دیگر کتبِ اہلِ سنت بروایت زید بن ارقمؓ، زید بن ثابتؓ، ابوہریرہ، حذیفہ بن اسیدؓ، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابوذر غفاریؓ، ابورافعؓ اور ام المومنین اُمِّ سلمہؓ)

یہ بیان بھی بتاتا ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

★ .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

(۸) رہیں وہ ضعیف اور جعلی روایات جن سے تحریفِ قرآن کو ثابت کیا جاتا ہے اور جو شیعہ سنّی دونوں کی کتابوں میں موجود ہیں وہ سب دشمنوں نے قرآن کو بے اعتبار کرنے کے لیے گھڑی ہیں جس کے راوی احمد ابنِ سیّار ہیں۔ جس نے ۱۸۰ روایتیں نقل کی ہیں لیکن سیّار تمام اکابرین علماءِ رجال کے نزدیک فاسد العقیدہ، ناقابلِ اعتبار، جھوٹا، کذّاب، غالی، اور منحرف قسم کا انسان تھا۔ تناسخ کا بھی قائل تھا۔ یہاں تک کہ حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السّلام نے اپنے خط میں سیّاری کے تمام دعووں کو باطل اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔

* ..... (تفسیر نمونہ، فصل الخطاب از مرحوم حاجی نوری، رجال کشی)

بھلا کوئی صاحبِ عقل سیّاری کے اُلٹے سیدھے دعوؤں کو قبول کر سکتا ہے؟ اُس کا یہ دعویٰ کتنا مضحکہ خیز ہے کہ: قرآن کے چودہ پارے غائب ہو گئے۔"

بھلا اتنے کچھ کاتبانِ وحی کے ہوتے ہوئے، حافظانِ قرآن کے ہوتے ہوئے، اکابر صحابہ کرام اور خاص طور پر اہلِ بیتِ اطہار اور حضرت علیؑ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص قرآن کے چودہ پارے غائب کر دے اور اُن میں سے کسی کو خبر تک نہ ہو؟ ایسا کہنے والا آدمی قرآن کی اِس آیت ہی کا مصداق ہو سکتا ہے کہ فرمایا: "وہ چاہتے ہیں کہ نورِ خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ لیکن اللہ نے اِس بات سے انکار کر دیا ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمّل کیے بغیر چھوڑ دے۔ (یعنی خدا ہر قیمت پر اپنے نور کو مکمّل کر کے چھوڑے گا۔) چاہے مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔"

* .... (القرآن۔ سورۃ التوبہ ۳۲)

" يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ " (سورۃ التوبۃ ۳۲)

(رجال کشی، تفسیر نمونہ)

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ::: پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

www.drhasanrizvi.com

★ غرض سیاری جیسے لاکھ احمق، کذاب اور بدمعاش بھی جمع ہوجائیں مگر وہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف کو ثابت نہیں کرسکتے۔

(مؤلف)

نتائج

محققین نے اِس آیت سے نتیجے نکالے کہ:

(۱) قرآن قیامت تک دنیا میں موجود رہے گا۔

(۲) اور جب تک قرآن موجود رہے گا قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والے علما، مفکرین، مفسرین ماہرین، محدثین، فقہاء، حفاظ اور قُراء بھی موجود رہیں گے۔

حضور اکرم صؐ نے ارشاد فرمایا:

"خداوندِ عالم ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسا بندہ ضرور بھیجتا ہے جو دین کی تعلیمات کو دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے (یعنی دینی تعلیمات کو عام کرتا ہے اور نئے انداز سے ان کو ثابت کرتا ہے)

٭.... (ابو داؤد)

★ حضورِ اکرم صؐ نے ارشاد فرمایا:

"جو قرآن کو زبانی یاد کرتا ہے خدا اُس کے والدین کے عذاب میں کمی کردیتا ہے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔ (اس لیے) قرآن مجید پڑھو اور اُس کو یاد کرو۔ اِس لیے کہ خدا اُس شخص پر عذاب نہیں کرتا جس کے دل میں قرآن مجید محفوظ ہو۔"

٭...... (روح البیان)

★ حضورِ اکرم صؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: "جو شخص قرآن کو حفظ کر کے قصداً فراموش کردے اُس کو روزِ قیامت اس حالت میں محشور کیا جائیگا کہ اُس کے ہاتھ گردن میں بندھے ہونگے اور ہر آیت کے عوض اُس پر سانپ مقرر کردیگا

(روح الحیٰوۃ ج ۱ ص ۵۵۳)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (۱۰) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم آپ سے پہلے
فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ۱۰ بہت سی گذری ہوئی قوموں میں رسول[1]
بھیج چکے ہیں۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ (۱۱) کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اُن کے
اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ۱۱ پاس کوئی رسول آیا ہو اور اُنھوں
نے اُس کا مذاق نہ اُڑایا ہو۔[1]

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ (۱۲) اِسی (مذاق کو) ہم مجرموں کے
الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ۱۲ دلوں میں پڑا رہنے دیتے ہیں۔[2]

(آیت ۱۱)[1] آیت میں حضورِ اکرمؐ کو تسلّی دی گئی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں کیونکہ گذشتہ انبیاءؑ کی بھی یہی کیفیت رہی ہے کہ جب وہ لوگ رسولوںؑ کو اپنے باپ دادا کے خلاف پاتے تھے تو اُن سے مسخری کر کے اُن کی باتوں کو ٹال دیا کرتے تھے۔

* - - - - - (تفسیر انوار النجف)

[2] قرآن دشمنی کا انجام

مطلب یہ ہے کہ ہم اُن کی قرآن دشمنی کی وجہ سے استہزاء (انبیاءؑ کے مذاق اُڑانے) کو اِس طرح اُن کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ وہ اِس ذکر (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے۔ (یعنی: اُن کو قرآن دشمنی کی وجہ سے قرآن فہمی کی توفیق ہی نہیں دیتے۔) سلک کے عربی میں معنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز میں سے گذارنے

www.drhasanrizvi.com

اور پردے کے ہوتے ہیں۔ اِس لیے آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صاحبانِ ایمان کے اندر اِس ذکر (قرآن) کے مطالب و بیانات دل کی ٹھنڈک اور روح کی غذا بن کر اُترتے ہیں۔ مگر مجرموں اور حق دشمنوں کے دلوں میں قرآن کے مطالب آگ کی سلاخ بن کر اُترتے ہیں۔ اِسی لیے قرآن سن کر اُن کے دلوں میں حق دشمنی کی آگ اِس طرح بھڑک اُٹھتی ہے جیسے آگ کی سلاخ سینے کے آر پار اُتر جائے۔

★ ..... (تفہیم)

رسولوں کا مذاق اُڑانے کی اجازت کا فلسفہ

مجرموں کو رسولوں کا مذاق اُڑانے کی اجازت دے دینا بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے خدا نے انسان کو ہر گناہ حتیٰ کہ کفر و شرک تک کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اِس لیے یہاں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے انبیاء کا مذاق اُڑانے جیسے عظیم جرم پر بھی فوری سزا نہیں دی۔ البتہ ان کے اِس بُرے عمل کی وجہ سے اُن کو ہدایت کی توفیق عطا نہیں فرمائی۔ کیونکہ وہ رسولوں کا مذاق اُڑانے کی وجہ سے خدائی ہدایت اور توفیقات کے مستحق نہ رہے تھے۔ اِس لیے خدا نے اُن کو اُن کی گمراہی میں چھوڑ دیا اور اپنی توفیقات سے محروم کر دیا۔

★ ..... (مؤلف)

★ خدا صرف اُن لوگوں کے دلوں میں کفر اور گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے جو مجرم ہیں۔ جیسا کہ آیت میں فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا عادل ہے۔ وہ مجرموں کے جُرم کی وجہ سے اپنی توفیقات سلب کر لیتا ہے، اور اس طرح کفر اُن کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ جیسے نیک لوگوں کے دلوں میں ایمان لانے کی توفیق ڈالتا ہے۔ اور حق دشمنوں کو یہ توفیق نہیں دیتا۔ فرمایا: "بلکہ خدا نے اُن کے دلوں پر اِس لیے مہر لگا دی کہ اُنھوں نے حق کا انکار کیا۔ اِس لیے اُن میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔" (القرآن)

★ ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

لَا يُؤْمِنُونَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ (۱۳) (اِسی لیے) وہ اِس قرآن کو کبھی
سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ۱۳ بھی نہ مانیں گے۔ اور یہی طریقہ
پچھلے زمانے والوں کا بھی رہا ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ (۱۴) اگر ہم اُن پر آسمان کا کوئی دروازہ
السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ ۱۴ بھی کھول دیتے جس سے وہ آسمان پر
چڑھنے لگتے،

(آیت ۱۴) "ظل" کا لفظ جب کسی فعل پر داخل ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ کام دن کی روشنی میں ہوا ہے، رات میں نہیں ہوا۔

اب اِس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر ملائکہ ان کافروں کو دن کی روا ضح روشنی میں بھی آسمان پر لے جائیں اور وہ لوگ آسمان کے عجائبات صاف صاف دیکھ لیں، تب بھی ماننے والے نہیں ہیں۔

*..... (روح البیان)

معلوم ہوا کہ جب تک انسان اپنے اندر طلبِ حق اور تلاشِ حق کی لگن پیدا نہ کرے، اُس وقت تک کوئی معجزہ، کوئی دلیل اُس کو حق کی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔ ایمان اور عمل کی ابتداء تلاشِ حق کی لگن اور ذوق وشوق پیدا کرنے سے ہوتی ہے اگر یہ نہ ہو تو انسان روحانی اعتبار سے کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ایسا انسان زندہ رہتے ہوئے بھی مردہ کے حکم میں ہے۔

*..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا (۱۵) تو بھی یہ لوگ یہی کہیں گے، کہ،
بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۱۵ ع ۱۵ ہماری آنکھوں پر تو نشہ کو غالب کر دیا گیا ہے
بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔

آیت کا مفہوم اور نتیجہ

یہ ہے کہ جو حقیقت کو ماننا ہی نہ چاہے اُس پر کوئی معجزہ، کوئی دلیل اثر نہیں کرتی یعنی اگر کفّار خود آسمانوں کی طرف بلند کیے جائیں، تب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے بلکہ اُس معجزے کو بھی جادو یا کرتب یا نظر بندی کہکر ٹال دیں گے۔

★ ..... (فصل الخطاب)

★ اور اسی حق دشمنی اور تکبّر کی وجہ سے ہم اپنی توفیقات کو اُن سے سلب کر لیتے ہیں اور اُن مجرموں کے دلوں میں استہزار کو ڈال دیتے ہیں۔ پھر یہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ ہمارا یہی طریقہ پچھلوں کے ساتھ بھی رہا ہے کہ جب اُنھوں نے حق کی تکذیب کی تو ہم نے اُن سے اپنی توفیقات کو سلب کر لیا۔ اس لیے اے رسولؐ! آپ غمگین نہ ہوں، اِن کی حق دشمنی کا حال تو یہ ہے کہ اگر ہم اِن کو آسمانوں پر بھی بھیج دیں، وہ بھی دن کی روشنی میں، تب بھی یہ لوگ حق کو نہ مانیں گے، بلکہ پھر کہنے لگیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے ہم کو صرف ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ ہم آسمانوں پر چڑھ رہے ہیں لیکن حقیقتاً ہم آسمانوں پر نہیں چڑھ رہے ہیں۔ یا پھر ہم لوگوں پر پوری طرح سے جادو کر دیا گیا ہے۔ غرض ہم کتنے ہی معجزے اِن کو دکھا دیں، مگر ایسے چکنے گھڑے حق بات ماننے والے نہیں ہیں۔

★ .... (تھانوی)

★ یہی حال ہے منکرینِ اولیاء (ائمہ اطہار کے منکرین) کا کہ اگر وہ اُن کے معجزات و کرامات (اقوال اور بلند اعمال) بھی دیکھ لیں تو اُس کو جادو یا شعبدہ بازی کہکر ٹال دیتے ہیں۔

★ .... (مرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ (۱۶) ہم نے آسمان میں بہت سے مضبوط
بُرُوجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ ۱۶ قلعے (بُرج) بنائے ہیں اور اُن کو
دیکھنے والوں کے لیے خوب بنا سجا دیا ہے۔

بُرُوج کے معنی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ "بروج" سے مراد ستاروں کے جھنڈ ہیں۔
(تفسیر صافی ص۲۶۹ بحوالہ تفسیر قمی) ۔۔۔۔۔۔۔

★ علم الافلاک کے پرانے ماہرین نے لکھا کہ "ستاروں کے جھنڈ ایک خاص شکل اختیار کیے رہتے ہیں۔ اِس لیے اُنھوں نے ان شکلوں کے ناموں پر ستاروں کے جھنڈ کے نام رکھ لیے ہیں۔ مثلاً ستاروں کا کوئی جھنڈ مینڈھے کی شکل کا ہے تو اُس کا نام "حمل" (مینڈھا) رکھ دیا۔ کسی کی شکل بیل کی سی ہے تو اُس کا نام "ثور" (بیل) رکھ دیا۔

قدیم ماہرینِ فلکیات کے نزدیک آسمان پر بارہ ۱۲ بُرج ہیں اور سورج ہر مہینے ایک بُرج میں ٹھہرتا ہے۔ اور سورج ہر سال ۲۱ مارچ کو بُرجِ حمل میں داخل ہوتا ہے۔ یہی دن نوروز کہلاتا ہے۔ اور جس وقت سورج برجِ حمل میں داخل ہوتا ہے، اُس وقت کو تحویل کا وقت کہتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔
(القرآن المبین۔ از مولانا امداد حسین کاظمی) ۔۔۔۔۔۔۔

★ "بُرج" عربی زبان میں قلعہ، قصر، یا مستحکم بڑی عمارت کو کہتے ہیں۔

پُرانے مفسّرین کے نزدیک "بُرج" سے مراد علم ہیئت کی اصطلاح ہے۔ قدیم علمِ ہیئت کے ماہرین نے سورج کی اُن بارہ ۱۲ منزلوں کے لیے استعمال کیا ہے جن پر سورج کے مدار کو تقسیم کیا گیا ہے

www.drhasanrizvi.com

لیکن بعض دوسرے مفسرین نے "بُروج" سے مراد "سیارے" لیے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ "بروج" سے مراد عالمِ بالا کے وہ خطّے ہیں جن کو قدرت نے نہایت مستحکم سرحدوں کے ذریعہ سے جدا کر رکھا ہے اس لیے "بُروج" سے مراد آسمان کے محفوظ خطّے (Fortified Spheres) بھی لیے جاسکتے ہیں (جو اصلاً ستاروں کے جُھنڈ ہیں)

اور خدا کا فرمانا کہ: "ہم نے اِن "بُروج" کو دیکھنے والوں کے لیے سجا دیا ہے۔ یعنی، ہر خطّے میں کوئی روشن سیّارہ یا تارہ رکھ دیا ہے اور اس طرح سارے عالم کو جگمگا دیا ہے یعنی، اِس پوری کائنات کو ایک حسین وجمیل کائنات بنا دیا ہے جس میں ہر طرف نگاہوں کو جذب کر لینے والے جلوے پھیلے ہوتے ہیں۔

؎ (ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ::: حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں)

جہاں اِس حسین وجمیل کائنات میں صانعِ اکبر کی صنعت اور ایک حکیم کی عظیم حکمت نظر آتی ہے، وہاں ایک نہایت باکمال آرٹسٹ کا آرٹ بھی نمایاں ہے۔

اِسی بات کو خداوندِ عالم نے دوسری جگہ اِس طرح فرمایا:

"اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ..." (سورۃ السجدۃ ۳۲ آیت ۷)

یعنی: "وہ خدا جس نے ہر چیز بہت ہی خوبصورت انداز میں خلق فرمائی" (القرآن)

★ ..... (تفہیم القرآن)

پھر تیسرے مقام پر اِس انداز میں ارشاد ہوا:

"وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ"

یعنی: اور یقیناً ہم نے دُنیا کے آسمان کو (نیچے والے آسمان کو) چراغوں سے مزیّن کیا۔ اور اُنھیں ہم نے شیطانوں کے مار بھگانے کے لیے میزائل بھی بنا دیا۔"

★ ..... (سورۃ الملک ۶۷ آیت ۵)

www.drhasanrizvi.com

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ (۱۷) اور ہم نے اُن کو (آسمانوں کو)
رَّجِيْمٍ ۙ ۱۷ ہر مردود شیطان سے محفوظ بھی کیا ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمام دوسری مخلوقات زمین کے خطّے میں مقیّد ہیں، اسی طرح "شیاطین" بھی اسی زمین کے خطّے میں مقیّد ہیں۔ عالمِ بالا تک اُن کی رسائی نہیں ہے۔ اس طرح خدا نے اُن تمام لوگوں کی غلط فہمیاں دور کر دیں جو یہ سمجھتے تھے کہ شیاطین اپنی اولادوں کے ذریعے پوری کائنات پر چھائے ہوئے ہیں، جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔

قرآن نے بتا دیا کہ شیاطین ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اُن کی پرواز غیر محدود نہیں۔

* ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفہیم القرآن)

حَفِظْنٰهَا : حفظ کا معنی ہے کسی شئے کے لیے ایسی صورت پیدا کر دینا جس سے وہ ضائع نہ ہو سکے۔

پس ہر شئے کا حفظ اُس کی اپنی اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہوگا۔ مثلاً علمِ قرآن کا حفظ کرنا درس و تدریس سے ہے۔ نماز کا حفظ کرنا اُس کو قائم کرنا ہے۔ قرآنی الفاظ کا حفظ کرنا یاد کرنا ہے۔ مال کا حفظ کرنا اُس کو محفوظ مقام میں بند کرنا ہے۔ اور رقم کا حفظ کرنا، خزانہ یا بنک میں جمع کرنا ہے وغیرہ۔ بنا بریں آسمانوں کا شیطان سے حفظ کرنا، اُس کو روک دینا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں شیاطین آسمانوں پر جاتے تھے، اور ملائکہ کی زبانی آئندہ ہونے والے واقعات کو سن کر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن لوگوں کو بتاتے تھے۔

* ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ (۱۸) سوا اِس کے کہ کوئی چوری چھپے
فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ ○ ۱۸ کچھ سُن بھاگے، تو ایک شہابِ ثاقب
(یعنی) چمکدار شعلہ (یا) ٹوٹا ہوا تارہ اُس کا پیچھا کرے گا۔

شِہَابٌ مُّبِیۡنٌ کے معنی

" شِہَابٌ مُّبِیۡنٌ " کے معنی " شعلۂ روشن " کے ہیں۔

دوسری جگہ قرآن میں اِس کو " شہابِ ثاقب " کہا ہے۔ یعنی اندھیرے کو چھید نے والا شعلہ۔ اِس سے مراد ضروری نہیں کہ وہ ٹوٹنے والے ستارے ہوں جنھیں عام طور پر شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اِن سے مراد کسی خاص قسم کی شعاعیں ہوں، مثلاً کائناتی شعاعیں (Cosmic Rays) یا اُن سے بھی کوئی زیادہ طاقتور شعاعیں جو ابھی تک ہمارے علم میں نہیں آئی ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اِس سے مراد وہی شہابِ ثاقب ہوں جنھیں کبھی کبھی ہم دیکھ بھی لیتے ہیں۔ دوربین سے دکھائی دینے والے شہابِ ثاقب جو فضا سے زمین کی طرف آتے ہیں، اُن کی تعداد دس کھرب روزانہ ہے۔ جن میں سے ۲ کروڑ وہ ہیں جو ہر روز زمین کے بالائی خطّے میں داخل ہوتے ہیں اور بمشکل کوئی ایک زمین تک پہنچتا ہے۔ اُن کی رفتار بالائی فضا میں ۲۶ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی ۵۰ میل فی سیکنڈ بھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو برہنہ آنکھوں سے بھی ٹوٹنے والے ستاروں کی بارش دیکھی گئی ہے۔

☆ ۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۳۳ء کو شمالی امریکہ میں صرف ایک مقام پر آدھی رات سے صبح تک ۲ لاکھ شہابِ ثاقب گرے تھے۔

☆ ۔۔۔۔ (انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا جلد ۱۵)

www.drhasanrizvi.com

★ "شِهَابٌ مُّبِیْنٌ" آگ کا ایک دہکتا اور چمکتا شعلہ ہوتا ہے جو ستاروں سے ٹوٹ کر الگ ہو جاتا ہے۔

★..... (تفسیر صافی ص ۲۶۹)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "پہلے ابلیس ساتوں آسمانوں تک چڑھ جایا کرتا تھا، جب حضرت عیسیٰ ع پیدا ہوئے تو شیطان کا اوپر کے تین آسمانوں تک جانا بند کر دیا گیا۔ مگر وہ چار آسمانوں تک جا سکتا تھا۔

امام ع نے فرمایا: لیکن جب ہمارے رسول ص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اُس کا تمام آسمانوں پر جانا بند کر دیا گیا۔ اب اگر وہ آسمانوں پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس پر شہابِ ثاقب برسائے جاتے ہیں۔"

ولادتِ رسولِ اکرم ص

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مکہ میں ایک یہودی یوسف نامی رہتا تھا، اُس نے جب آسمان پر ستاروں کی چال کو بدلتے دیکھا تو اپنے گھر سے نکل کر قبیلہ قریش میں لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ آیا اور پوچھا کہ اے گروہِ قریش! کیا آج رات تمھارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟

اُنھوں نے کہا: نہیں..... یوسف یہودی ماہرِ فلکیات نے کہا: مجھے توریت کی قسم ہے تم غلطی کر رہے ہو۔ ضرور آج کی رات آخری نبی ص جو تمام انبیاءِ کرام ع سے افضل ہے، پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جب وہ پیدا ہوگا تو آسمانوں پر چڑھنے والے شیاطین پر پتھراؤ کیا جائے گا اور شیاطین آسمانوں پر جانے سے روک دیے جائیں گے۔

اِس پر قریش دوڑے اور ہر گھر میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج رات حضرت عبد اللہ ع کے گھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے ہیں۔

★..... (المجالس)

www.drhasanrizvi.com

★ جناب رسولِ خداؐ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؑ فرماتی ہیں کہ: "جب جناب رسولِ خداؐ میرے شکم میں آئے تو مجھے حمل کا بوجھ محسوس نہ ہوا۔ مگر عالمِ خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ: تیرے شکم میں وہ فرزند ہے جو ساری مخلوقات سے بہتر ہے۔ جب آپؐ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر سر کو بلند کیا۔ اُس وقت ایک نور ہر طرف پھیل گیا جس نے زمین اور آسمان کے درمیان روشنی کر دی۔ اُسی وقت سے شیطانوں کو آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا۔ قریشیوں نے بہت سے شہابِ ثاقب اِدھر اُدھر دوڑتے دیکھے۔ اور گھبرا کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ: شاید قیامت آنے والی ہے۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر برہان بحوالہ تفسیر قمی)

ولادتِ رسولؐ پر شیطانوں کی پریشانی

اِدھر جب آسمانوں پر ستارے ٹوٹنے اور برسنے لگے تو تمام شیاطین گھبرا کر ابلیسؑ کے پاس جمع ہوئے اور اُس سے کہا کہ ہم پر شہابِ ثاقب برسائے جا رہے ہیں۔ ابلیسؑ نے کہا کہ زمین پر کسی نئے حادثے کی خبر لاؤ۔

پھر ابلیسؑ خود مشرق و مغرب میں پھرا تو اُس نے آخر کار زمینِ حرم پر ملائکہ کا بے پناہ ہجوم دیکھا اور جبریلؑ کو دروازۂ حرم پر بطور سنتری کھڑا پایا۔ ابلیسؑ نے جبریلؑ سے اجتماع کی وجہ پوچھی تو جبریلؑ نے بتایا کہ: "آخری رسولؐ کی ولادت کی خوشی ہے۔"

ابلیسؑ نے پوچھا: اُس میں میرا بھی کچھ حصّہ ہے؟

جواب ملا: نہیں۔

پھر پوچھا: اُن کی اُمت میں میرا کچھ حصّہ ہے؟

جواب دیا گیا: "ہاں۔" بس وہ خوش ہو کر واپس پلٹا۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اہلِ سائنس کا اعتراض

رہا اہلِ سائنس کا یہ کہنا کہ یہ شہابِ ثاقب بڑے بڑے پتھر ہیں جو فضا میں چکر کھایا کرتے ہیں اور ہوا سے رگڑ کھا کھا کر روشن ہو جاتے ہیں، تو یہ ساری باتیں قرآن کی بتائی ہوئی حکمت کے ذرا بھی منافی نہیں۔ کیونکہ قرآن شہابِ ثاقب کی ساخت سے بحث نہیں کر رہا ہے، بلکہ قرآن اُن کے حقیقی اور روحانی مقصد کو بتا رہا ہے جسے ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔

(فصل الخطاب و تفسیر ماجدی) ---- ★

★ بعض جدید مفسّرین نے ان آیات کو تشبیہ یا کنایۂ امثالی اور تعبیرات، یعنی سمبالک Symbolic سمجھا ہے۔ مثلاً صاحبِ تفسیر الجواہر طنطاوی اور صاحبِ تفسیر میزان وغیرہ۔ مثلاً علامہ طنطاوی لکھتے ہیں:

"اِس آیت میں شیاطین سے مراد علماء ہیں جو حیلہ گر اور ریاکار ہیں۔ یہ اہلیت نہیں نہیں رکھتے کہ آسمانوں کے عجائبات اور لطائف سے آگاہ ہوں، خدا نے انھیں اُس حقیقی علم و دانش سے محروم رکھا ہے۔ ایسے دھتکارے ہوئے شیطان خواہ انسان ہوں، یا جِن ہوں۔ جب حقائق کے سمجھنے کے قریب ہوتے ہیں تو دھتکار دیے جاتے ہیں۔ --- ایسے افراد ہزار سال جئیں، مگر زندگی کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔"

(۲) اِس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو ہمارے آس پاس زندگی گذارتے ہیں وہ اِس زمین کے حدود اربعہ ہی میں بند ہیں، اُن کی آنکھیں کبھی جہانِ بالا کی طرف نہیں اُٹھتیں۔ اُس جہانِ بالا کے عجائبات کی اُنھیں کوئی خبر نہیں۔ وہ خود خواہی، شہوت، طمع، کبر، حرص شہاب کے ذریعے اعلیٰ معنی کے ادراک سے ہانکے گئے ہیں۔ ....★ (تفسیر طنطاوی جلد ۱۸)

★ ممکن ہے کہ آئندہ آنے والے علماء اپنے بڑھتے ہوئے علم کے ذریعہ اِن آیات کی تحقیق کیے اور قریب ہو سکیں۔ (مگر اوّلین معنی بہر حال وہی ہیں جو پہلے بتائے گئے ہیں۔) (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ (۱۹) اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اُس
اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ پر پہاڑ قائم کیے۔ پھر اُس میں قسم قسم
اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ کی نپی تلی ہوئی چیزیں اگائیں۔
مَّوْزُوْنٍ ۝ ۱۹

خدا کی قدرت و حکمت کی نشانیاں

اِس آیت میں خدا کی قدرت اور حکمت کی ایک اور اہم نشانی بتائی گئی ہے کہ نباتات کی ہر قسم میں نسل بڑھانے اور پھیلانے کی اِس قدر زبردست طاقت ہے کہ اگر صرف ایک پودے ہی کی نسل کو زمین میں بڑھنے دیا جائے، تو چند سال کے اندر زمین پر بس وہی پودا نظر آئے گا۔ مگر یہ حکیمِ مطلق کا ایسا سوچا سمجھا منصوبہ ہے کہ جس کے مطابق بے حد و بے حساب قسم کی نباتات اِس زمین پر اُگ رہی ہیں اور ہر قسم کی نباتات کی پیداوار ایک حد کے بعد جا کر از خود رُک جاتی ہے۔ یعنی ہر چیز کی جسامت، پھیلاؤ، اُٹھان اور نشو و نما کی ایک حد معیّن ہے جس سے کوئی بھی پودا تجاوز نہیں کرسکتا۔ ہر پودے کے لیے پیداوار کی ایک حد اور مقدار پورے ناپ تول اور حساب و شمار کے ساتھ مقرّر کر دی گئی ہے۔

٭ - - - - (تفہیم)

پہاڑوں کی تخلیق کا سبب

پہاڑوں کو زمین کا لنگر بنایا گیا ہے تاکہ زمین کا توازن درست رہے۔ اِس آیت سے زمین کی حرکتِ محوری وغیرہ کی نفی

www.drhasanrizvi.com

نہیں ہو رہی ہے۔ یہ آیت صرف پہاڑوں کے وجود میں لانے کے ایک حسّی مقصد کو بیان کر رہی ہے۔ قرآن زمین کی حرکتوں اور گردشوں جیسی طبعی مباحث سے تفصیلی گفتگو نہیں کرتا، کیونکہ قرآن کا یہ موضوع نہیں ہے۔

* ..... (ماجدی)

★ اِس آیت میں قدرت کے دقیق حساب، عجیب و غریب نظم و ضبط، نباتات کے تمام افراد کے تناسب اور اندازوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز معیّن اور مقرّر حساب کتاب سے بنائی اور چلائی جا رہی ہے۔

پہاڑوں کے جمانے کے سلسلے میں حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے جب پوچھا گیا تو فرمایا: "مراد یہ ہے کہ خدا نے پہاڑوں میں سونے چاندی، جواہرات اور بے شمار دھاتوں اور معدنیات کے ذخیرے پیدا کیے ہیں۔"

* .... (تفسیر نور الثقلین جلد ۲)

★ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے پانی، زمین اور پہاڑوں کے بارے میں فرمایا:

" اللہ نے زمین کو تہ و بالا ہونے والی مُہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی اُنتہاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اُٹھتی تھیں.... چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہو گئیں۔ ..... پھر زمین کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا..... اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں اعتدال پیدا ہو گیا.... مختلف حصّوں میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اُس کے ہموار حصّوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اُس کی تھرتھراہٹ جاتی رہی۔"

* .... (ملخص از خطبہ ۸۹ نہج البلاغۃ)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (۲۰) اور ہم نے تمہارے لیے اُس میں
وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ○ ۲۰ معیشت کے اسباب اور روزی کے
ذرائع فراہم کیے، اور ایسی بہت سی مخلوقات کے لیے بھی کیے جنھیں تم روزی
پہنچانے والے نہیں ہو۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا (۲۱) اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس
خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا کے خزانے (کے خزانے) ہمارے پاس
بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○ ۲۱ جمع نہ ہوں۔ اور جس چیز کو بھی ہم
اُتارتے ہیں تو ایک مقرّرہ مقدار ہی میں اُتارتے ہیں۔

خدا سب ہی کو روزی دیتا ہے

(آیت ۲۰) مطلب یہ ہے کہ ہم نے اِسی زمین میں تمھاری روزی بھی پیدا کی ہے اور اسبابِ عیش و آرام بھی پیدا کیے ہیں۔ اور ایسی مخلوق بھی تمھارے لیے پیدا کی ہے کہ تم جس کے رازق نہیں ہو، جیسے تمھارے غلام نوکر چاکر، اور حیوانات، جن کو خدا خود رزق دیتا ہے، جبکہ وہ تمھاری خدمت کرتے ہیں۔

..... (تفسیر تبیان)

کائنات میں ہر چیز کی ایک حد ہے

(آیت ۲۱)

پھر یہ بات صرف نباتات ہی کے لیے معیّن نہیں کی گئی کہ اُن کو نشو و نما ایک حد سے آگے نہیں بڑھتی، بلکہ تمام موجوداتِ عالم کا یہی حال ہے

www.drhasanrizvi.com

ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، جمادات، نباتات، حیوانات، غرض ہر چیز، ہر نوع، ہر جنس، ہر قوّت، ہر طاقت کے لیے، ایک حد مقرّر ہے، جس پر وہ ٹھہری ہوئی ہے۔ اسی تقدیر کا یہ کرشمہ ہے کہ زمین سے آسمانوں تک ایک توازن قائم ہے۔ ایک مکمّل عدل اور اعتدال نظر آرہا ہے۔ اگر یہ کائنات ایک اتّفاقی حادثے کے طور پر پیدا ہوگئی ہوتی، یا بہت سے خداؤں کی کاریگری ہوتی تو اِس میں اِس قدر مکمّل توازن اور تناسب ہمیشہ قائم نہ رہتا۔

* ...... (تفہیم)

★ آیت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا فرما رہا ہے کہ ہر چیز کو ہم صرف اتنا ہی اُتارتے ہیں جتنی ہماری مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔

* ...... (جلالین)

نتیجہ اور پیغام اِس آیت کا پیغام اور خلاصہ یہ ہے کہ: (۱) اللہ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ہر چیز کا ظہور قانونِ حکمت کے تحت ہوتا ہے۔ اِس لیے عرفاء نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ انسان اپنی حاجتوں کے لیے غیرِ خدا سے التفات کو ترک کردے اور اپنی تمام توجّہات اور آرزوؤں کا مرکز صرف خدا کو بنائے۔

* ...... (ماجدی)

دوسرا نتیجہ اور پیغام (۲) جو خدا آسمانوں میں بُروج یعنی بڑے بڑے ستاروں کے جھنڈ پیدا کرسکتا ہے اور ساری مخلوقات کو رزق بھی دے سکتا ہے، اور جس کے پاس معاش اور رزق کے خزانے بھرے پڑے ہیں، اس کے پاس دینے کے لیے کیا کمی ہے۔ (کہ ہم کسی دوسرے سے آس لگائیں یا اُس کی خوشامد کریں۔) * ...... (تھانوی)

تیسرے معنی یہ ہیں کہ خدا فرما رہا ہے کہ ہم ازل سے اپنی حکمتِ کاملہ کے مطابق ہر چیز کے خزانے زمین پر اُتارتے ہیں کیونکہ ہم اپنی ایجادات اور کاموں کی حکمت کو خوب جانتے ہیں۔ اِس لیے ٹھیک انداز سے رزق اُتارتے ہیں۔

* ...... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَرۡسَلۡنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡہُ ۚ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ لَہٗ بِخٰزِنِیۡنَ ﴿۲۲﴾ ۲۲

(۲۲) اور ہم ہی نے تو ہواؤں کو بھیجا جنھوں نے بادلوں کو پانی سے بوجھل بنایا۔ پھر ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو اُس پانی نے تمہیں سیراب کیا جبکہ تم اُس کے ذخیروں پر قابو نہ رکھتے تھے۔

آیت کا مفہوم

آیت کے آخری الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ: خدا فرما رہا ہے کہ:
"اگر ہم بار بار پانی نہ برساتے تو تمھارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ ایک دفعہ کے برسے ہوئے پانی کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیتے۔

*---- (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ بلکہ تم اس بات پر بھی قدرت نہیں رکھتے کہ اِس قدر پانی کے ذخیرے کے خود مالک بن جاتے، یا خود اتنا پانی جمع کر لیتے۔ یہ تو صرف ہمارا افضل و کرم ہے کہ ہم بار بار تم پر پانی برساتے رہتے ہیں۔

*------ (تفسیر جلالین)

نتیجہ

محققین نے نتیجہ نکالا کہ بارش وغیرہ جیسے تمام کام صرف خدا کی ذات سے قائم ہیں۔ اِس میں کسی دیوی دیوتا کا کوئی عمل دخل نہیں۔ فرشتے صرف خادموں کی حیثیت سے اِن تمام کاموں پر مامور ہیں۔

*----- (ماجدی)

★ البتہ کاملین کی دعاؤں سے بارش کا برسنا توحید کے منافی نہیں۔ اِس لیے کہ دُعا

www.drhasanrizvi.com

کا خود خدا ہی نے حکم دیا ہے، اور دُعاء کر کے ہم خدا ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی رحمتوں کی بارشیں برسائے۔

اسلامی شریعت میں بارش نہ ہونے پر "نمازِ استسقاء" پڑھنے کا حکم ہے۔ خود جناب رسولِ اکرمؐ نے بھی یہ نماز کئی بار پڑھی اور جس کے سبب سے بارشیں برسیں، سبزے اُگے، پیاسی زمینیں سیراب ہوئیں، جانور سیراب ہوئے۔

* ..... (متفق علیہ)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بھی ہوا تیز تیز چلتی تھی تو جناب رسولِ خداؐ اُٹھتے بیٹھتے یہ دعاء فرماتے تھے:

"اے اللہ! اگر آج تو اپنے کسی بندے پر ناراض ہے اور اس ہوا کو اُس پر عذاب بنا کر بھیجا ہے تو ہمیں اُس عذاب سے بچانا۔ اور اگر اس ہوا کو تو نے رحمت بنا کر بھیجا ہے، تو اسے ہمارے لیے بھی بابرکت قرار دینا۔"

★ اور اگر ہوا چلنے پر بادل نمودار ہو کر بارش برساتے تو حضورِ اکرمؐ یوں دُعاء فرمایا کرتے:

"اے میرے پالنے والے مالک! تیرے ہی لیے حمد و ثناء ہے (تیرا شکر ہے) کہ تیرا غضب گیا اور تیری رحمتیں نازل ہونے لگیں۔"

* ..... (روح البیان)

★ "بِخَزِنِيْنَ" یعنی ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں یا زمینوں میں سے چشمے و دریا جاری کرتے ہیں اس کے محافظ اور خازن بھی ہم ہی ہیں یعنی قدرتِ ایجاد ہمیں حاصل ہے۔ کہ مقدارِ معلوم کے تحت ایجاد کرتے ہیں، ورنہ تمہارے بس میں نہیں کہ اس کو ہمیشہ کے لیے جمع کر کے حسبِ ضرورت اپنے پاس محفوظ کر لو۔ * .... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ۲۳

اور حقیقتاً ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں۔ اور ہم ہی سب کا وِرثہ پانے والے ہیں۔

ہم ہی سب کے وارث ہیں

مطلب یہ ہے کہ تمھارے مرنے کے بعد بھی ہم باقی رہنے والے ہیں۔ یہاں تمھیں جو کچھ بھی ملا ہوا ہے عارضی طور پر دیا گیا ہے۔ آخر کار ہماری دی ہوئی تمام چیزیں تم یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ رخصت ہو جاؤ گے اور یہ تمام چیزیں ہمارے ہی خزانے میں جوں کی توں رہ جائیں گی۔

* - - - - (تفہیم)

ع سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

★ مطلب یہ ہے کہ ہر کوئی مرجاتا ہے اور پھر اُس کی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔

* - - - - (موضح القرآن)

سبق

اس لیے فائدے کی بات یہ ہے کہ اُن جانے اور چھننے والی نعمتوں کو خدا کے حکم پر نیک کاموں پر خرچ کرو، تاکہ ابدی ثواب کے مستحق بن جاؤ۔ ورنہ یہ نعمتیں تو بہر حال چھن جاتی ہیں۔

★ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اوّلاً تو یہ تمھارا مال و دولت ہمیشہ باقی نہ رہے گا، اور اگر بفرضِ محال یہ مال رہ بھی گیا تو تم خود اِس کے لیے کہاں باقی رہو گے۔"

(نہج البلاغۃ)

www.drhasanrizvi.com

★ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام جب کبھی شہرِ کوفہ میں داخل ہوتے اور اُس دوران قبرستان آتا تو اہلِ قبور سے مخاطب ہو کر فرماتے:

"اے اہلِ قبور! دنیا کا حال تو میں تم کو بتاتا ہوں، آخرت کا حال تم مجھے بتاؤ۔ دنیا کا حال تو یہ ہے کہ تمھارا کمایا ہوا مال و دولت بٹ چکا، اور اب دوسرے لوگ اُس مال سے عیش اُڑا رہے ہیں۔ وہ عالی شان مکانات جو تم نے اپنے لیے بنائے، سجائے تھے، اُن میں دوسرے آباد ہیں، تمھاری خوبصورت بیویاں اب دوسروں کے آغوش میں ہیں۔ یہ تو رہا دنیا کا حال، اب تم وہاں کا حال سناؤ۔"

پھر آپ اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ:

"یہ سارے کے سارے قبر والے تم سے صرف ایک بات کہہ رہے ہیں: "فَتَزَوَّدُوا اِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی" (یعنی) آخرت کے لیے سامان تیار کرو۔ اور بہترین سامان تو یقیناً "تقویٰ" (یعنی، فرائضِ الٰہیہ کو ادا کرنا اور خدا کی ناراضگی کے کاموں سے بچنا ہے۔"

★ ۔۔۔۔۔۔ (نہج البلاغۃ)

تفسیرِ عرفانی

خدا کے فرمانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم دلوں کو اپنے انوار کے ذریعے تازگی بخشتے ہیں اور دلوں کی بُرائی کو مجاہدہ کی آگ سے مٹاتے ہیں۔

یہ مطلب بھی لکھا گیا کہ اپنی اطاعت کے ذریعے ہم تمھیں زندہ کرتے ہیں اور بُری خواہشوں کی پیروی کرنے والوں کے دلوں کو ہم مار دیتے ہیں۔

★ ۔۔۔۔۔ (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ (۲۴) مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ ۲۴

اور ہم اُن کو بھی خوب جانتے ہیں جو تم سے پہلے (یا آگے) گذرے ہیں اور اُن کو بھی جو تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

آگے بڑھنے والے کون ہیں

شانِ نزول اِس آیت کا یہ ہے کہ:

جناب رسولِ خدا نمازِ جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہونے کی تاکید فرماتے۔ کیونکہ مردوں کے لیے جماعت کی پہلی صف افضل ہے اور آخری صف مکروہ ہے۔ جبکہ عورتوں کے لیے پہلی صف مکروہ ہے اور آخری صف افضل ہے۔

★ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

"نمازِ جماعت میں پہلی صف والوں پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔" (کیونکہ یہی لوگ آگے بڑھنے والے ہیں۔)

کیونکہ بنو عذرہ کے گھر مسجد سے دور تھے تو اُنھوں نے اپنے گھر فروخت کر کے مسجد کے قریب گھر بنانے کا ارادہ کیا تاکہ بر وقت مسجد میں پہنچ کر پہلی صف میں شامل ہو سکیں۔ اِس پر یہ آیت اُتری کہ: "خدا آگے آنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں کی نیتوں سے واقف ہے۔"

★ یہ روایت بھی لکھی ہے کہ بعض بدمعاش قسم کے لوگ مسجد میں دیر سے اِس لیے آتے تھے تاکہ پچھلی صف میں کھڑی ہوئی عورتوں کو تاکتے جھانکتے ہوئے آگے آئیں (اور اگلی صف میں کھڑی ہوئی عورتوں کے قریب کھڑے ہوں) پس یہ آیت اُن کی سرزنش کیلئے اُتری۔ (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ بعض مفسرین نے اِس آیت کا مطلب یہ بھی لکھا کہ:

(۱) خدا پچھلی قوموں اور آنے والی قوموں، سب کے حالات اور نیّتوں کو خوب جانتا ہے۔

(۲) جہاد میں آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔

(۳) نیک کاموں میں سبقت کرنے والوں اور جی چرانے والوں کے حالات سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ پس اِس قسم کے تمام لوگ خدا کے سامنے حاضر ہوں گے اور اپنے اعمال اور نیّتوں کے مطابق جزا و سزا پائیں گے۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ غرض "آگے والوں" اور "پیچھے والوں" کے چار معنی بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) "آگے والے" یعنی جو مر چکے اور "پیچھے والے" جو ابھی زندہ ہیں۔

(۲) "آگے والے" یعنی خلقت کا اوّل حصّہ، اور "پیچھے والے" یعنی خلقت کا آخری حصّہ یعنی آگے والوں سے مراد حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آج تک کے لوگ۔ اور "پیچھے والوں" سے مراد اب سے قیامت تک آنے والے لوگ۔

★ ..... (تفسیر جلالین)

(۳) "آگے والوں" سے مراد نیک کاموں میں آگے آگے رہنے والے.... اور... "پیچھے والوں" سے مراد نیک کاموں میں پیچھے رہ جانے والے۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

(۴) نمازِ جماعت میں پہلی صف والے "آگے والے" ہیں... اور... بعد میں آکر جماعت کی صفوں میں شامل ہونے والے "پیچھے والے" ہیں۔ اِن سب کو خدا اُن کی نیّتوں کے اعتبار سے جزا و سزا دے گا۔

★ ..... (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

گناہ معاف اور درجات بلند

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

★ "کیا میں تمھیں ایسا عمل بتاؤں جس سے تمھارے گناہ معاف ہوں اور درجات تمھارے بلند ہوں۔"؟

سب نے عرض کی ضرور بتائیں۔

آپؐ نے فرمایا:

(۱) تکالیف میں وضو کرنا

(۲) مسجدوں میں حاضر ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ قدم چل کر آنا۔

(۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

* ..... (روح البیان)

★ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

* "نمازوں کے اوّل وقت پڑھنے سے خدا کی رضامندی نصیب ہوتی ہے
* درمیانِ وقت پڑھنے سے خدا کی رحمت نصیب ہوتی ہے
* آخرِ وقت میں پڑھنے سے خدا کی معافی نصیب ہوتی ہے

* ..... (روح البیان)

★ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: (اِن کاموں کو پہلی فرصت میں انجام دو)

(۱) عَجِّلُوْا بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْفَوْتِ: "نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی نماز ادا کرنے میں جلدی کرو۔ (یعنی: جیسے ہی وقتِ نماز داخل ہو ادا کرنے کی کوشش کرو)

(۲) "عَجِّلُوْا بِالتَّوْبَۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ:" (مرنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔)

(۳) "عَجِّلُوْا بِالصَّدَقَۃِ قَبْلَ الْبَلَاءِ:" بلاء و مصیبت نازل ہونے سے پہلے صدقہ دینے میں جلدی کرو۔

* ..... (از حدیثِ قدسی)

www.drhasanrizvi.com

وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۚ (۲۵) اور یہ حقیقت ہے کہ تمہارا پالنے
إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۲۵ والا مالک اُن سب کو ضرور اکٹھا
کرے گا۔ (کیونکہ) وہ ہر کام بڑی گہری مصلحتوں کی بنا پر بالکل ٹھیک ٹھیک
کرنے والا ہے اور وہ (سب کچھ) اچھی طرح سے جاننے والا بھی ہے۔

خدا کے علم و حکمت کے تقاضے

خدا کا اِس موقع پر خود کو حکیم و علیم کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی حکمت یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ ساری مخلوقات کو ایک دن ضرور اکٹھا کرے، اور خدا کا علم اِس بات پر حاوی ہے کہ خدا سے کوئی چیز اور کسی متنفس کے اجزاء جمع کرنے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ تمام اگلے پچھلے انسانوں کی خاک کا کوئی ذرہ بھی خدا کے علم سے گم نہیں ہو سکتا۔ اِس لیے جو شخص دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتا وہ اصل میں خدا کی صفتِ حکمت سے بے خبر ہے۔ اور جو شخص اِس بات پر حیران ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اور منتشر ہو جانے کے بعد ہم کس طرح دوبارہ اکٹھے ہو کر زندہ ہو جائیں گے؟ وہ خدا کی صفتِ علم کو نہیں جانتا۔ ...... * (تفہیم)

★ غرض خدا کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ موت خاتمہ نہ ہو، بلکہ اِس ساری تخلیق کا کوئی نتیجہ ضرور ہونا چاہیے۔ اگر زندگی کا کوئی نتیجہ ہی نہیں ہے تو یہ ساری مخلوقات بے معنی اور لغو قرار پائیں گی۔ جبکہ کسی حکیم کی تخلیقات بے معنی نہیں ہو سکتیں۔ اور خدا کا علیم ہونا یہ بھی ہے کہ اُس کا علم انسان کے تمام اعمال اور اجزاءِ وجود پر پوری طرح حاوی ہے۔ اِس لیے وہ انسان کے تمام اجزاء اور ذرّات کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ اِس بنا پر خدا کا حکیم و علیم ہونا، حشر و نشر اور معاد و آخرت پر جچی تلی بھرپور دلیل ہے۔ ...★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (۲۶) اور ہم نے انسان کو
مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ گندھی ہوئی مٹی کے لیسدار گارے
مَّسْنُوْنٍ ۚ ۲۲ سے پیدا کیا۔

★ عربی میں مٹی کے مختلف نام

عربی زبان میں خشک مٹی کو "تراب" کہتے ہیں، پانی ملی مٹی جب کیچڑ بن جاتی ہے اُس کو "طین" کہتے ہیں۔ پھر جب وہ کچھ دیر اُسی طرح پڑی رہے تو اُس میں لیس پیدا ہو جاتا ہے جیسے اُردو میں گارا اور عربی میں "حماء" کہتے ہیں۔ اور جب وہ مٹی سانچے میں ڈھل جانے کے بعد خشک ہو جاتی ہے تو اُس کا نام "صلصال" ہو جاتا ہے۔ صلصال کو ٹھوکا جائے یا ٹھوکر ماری جائے تو اُس میں سے کھنکدار آواز پیدا ہوتی ہے صلصال کو اُردو میں ٹھیکرا کہتے ہیں۔ اور جب مٹی کو پکا دیا جائے تو اُس کو فخار کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں انسان کی تخلیق کے سلسلے میں مٹی کی اِن ہی حالتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

★ ..... (لغاتِ نعمانی، تفسیر انوار النجف)

نتیجہ

محققین نے نتیجہ نکالا کہ انسان حیوانیت کی منزلوں سے ترقی کرتا ہوا بشریت کی حدود میں نہیں آیا۔ جیسا کہ ڈارون نے ثابت کیا ہے، بلکہ انسان کی تخلیق بالکل ابتداء ہی سے ارضی مادّوں سے ہوئی ہے۔ الفاظِ قرآن صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خمیر اُٹھی ہوئی مٹی کا ایک پُتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہوا، اور پھر اُس کے اندر روح پھونکی گئی تھی۔

★ ..... (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ (۲۷) اور اُس سے پہلے ہم جنّوں کو
قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ ۲۷ آگ کی جان لیوا تپتی ہوئی
لپٹ (یا) تیز حرارت سے پیدا کر چکے تھے۔

جنّوں کی تخلیق کی کیفیّت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خداوند تعالےٰ نے نارِ سموم (یعنی ایسی آگ جس میں بظاہر گرمی نہ ہو) کو پیدا کیا، پھر اُس سے "جآنّ" کو پیدا کیا، اور اُس کا نام "مارِج" رکھا، اُس سے اُس کی زوجہ کو پیدا کیا، جس کا نام "مارجہ" رکھا۔ پھر اُس جآنّ کا بیٹا "جنّ" کہلایا۔ ابلیسؑ بھی اُسی "جآنّ" کی اولاد میں سے ہے ..... پھر اِس "جآنّ" کی اولاد اتنی بڑھی کہ جنگلوں، گھاٹیوں، جھاڑیوں، پہاڑوں میں مکھیوں مچھروں کی طرح پھیل گئی۔ جب انسان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو ابلیسؑ کے ہاں سات جنّ پیدا ہوتے ہیں ..... ابلیسؑ کو ہزاروں برس زمین پر سجدہ کرنے کے بعد دوسرے آسمان پر ترقی ملی، اِس طرح ہزار ہزار سال عبادت کر کر کے ابلیسؑ ساتویں آسمان پر پہنچا۔

حضرت آدمؑ کی تخلیق کی کیفیّت

پھر جب اُس نے حضرت آدمؑ کی خِلقت کا حال سُنا تو زمین پر آیا۔ اُس نے زمین سے کہا کہ خدا تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جس کو تمام مخلوقات پر فضیلت ہوگی۔

www.drhasanrizvi.com

لیکن جو اُن میں سے نافرمان ہوں گے اُن کو آگ کی سزا دی جائے گی۔

پھر جب جبریلؑ کو حکمِ خدا ہوا کہ زمین کی پستی، بلندی، مشرق و مغرب سے ایک ایک مٹھی (مٹی) اُٹھا لاؤ۔ اور جبریلؑ مٹی لینے کے لیے زمین پر پہنچے تو زمین نے اُن کو خدا کی قسمیں دے کر فریاد کی، کہ مجھ سے مٹی نہ اُٹھاؤ، کہ مجھ میں خداوندِ تعالیٰ کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ حضرت جبریلؑ نے زمین کی فریاد سُنی اور مٹی نہ اُٹھائی اور واپس چلے گئے۔

پھر میکائیلؑ آئے تو وہ بھی زمین کی قسموں اور فریادوں سے متاثر ہو گئے اور خالی ہاتھ واپس لَوٹ گئے۔

پھر خداوندِ عالم نے عزرائیلؑ (ملک الموت) کو حکم دیا اُنھوں نے زمین کی فریادوں اور قسموں پر کان نہ دھرا اور زمین سے مٹی اُٹھا کر لے آئے۔

خدا نے ارشاد فرمایا: "مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم اب انسانوں کی روح قبض کرنے کے لیے بھی تجھے ہی معیّن کر دوں گا۔"

★ ..... (تفسیر برہان)

★ پھر جب خداوندِ عالم نے روح کو پیدا فرمایا تو روح حضرت آدم علیہ السلام کے دماغ کی طرف سے داخل ہوئی۔ حضرت آدمؑ نے پہلی بار جب آنکھیں کھولیں تو عرش کی طرف نگاہ کی، تو اُس پر "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" لکھا ہوا دیکھا۔ پھر جب روح اُن کے کانوں تک پہنچی تو سب سے پہلے اُنھوں نے ملائکہ کی تسبیح سُنی جو اپنے اپنے مقامات پر حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کے منتظر تھے۔

پھر جب روح ناک کے نتھنوں تک پہنچی تو حضرت آدمؑ نے چھینک لی۔ جس کی وجہ سے حواسِ خمسہ کے بند سوراخ کھُل گئے۔ اور حضرت آدمؑ نے الحمد للہ کا کلمہ زبان پر جاری کیا۔ اِس طرح

www.drhasanrizvi.com

سب سے پہلے اُن کی زبان پر کلمۂ حمدِ خدا جاری ہوا جس کے جواب میں زبانِ قدرت سے حضرت آدم ؑ کو "یَرْحَمُكَ اللّٰہ" (یعنی اللہ تم پر رحم کرے) کا جواب ملا۔ اور اولادِ آدم ؑ میں یہ کہنا سنّت قرار دیا گیا۔

اور حدیثِ نبوی ؐ ہے کہ: "جب کوئی شخص چھینک دے اور الحمد للہ کہے اور سُننے والا اُس کو "یَرْحَمُكَ اللّٰہ" کہے تو اس سے ابلیس بہت کُڑھتا ہے۔"

(تفسیر انوار النجف)

نفس یا روحِ انسانی کی اقسام اور اُس روح کے معنی جو خداوندِ عالم نے حضرت آدم ؑ کے جسدِ خاکی میں پھونکی

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کمیل سے فرمایا: نفسِ انسانی ۴ ہیں

(۱) نفسِ نامیہ نباتیہ۔

(۲) نفسِ حسّیہ حیوانیہ۔ (۳) نفسِ ناطقہ قُدسیہ (۴) نفسِ کلّیۂ الٰھیہ۔

- پھر ان میں سے ہر ایک میں پانچ پانچ قوتیں اور دو دو خاصیتیں ہیں۔

(۱) نفسِ نامیہ نباتیہ کی پانچ قوتیں ہیں۔

(۱) قوّتِ ماسکہ، (۲) قوّتِ جاذبہ، (۳) قوّتِ ہاضمہ، (۴) قوّتِ دافعہ (۵) قوّتِ مُربّیہ

اور ان کی خاصیت (۱) گھٹنا، (۲) بڑھنا ہے۔ اور یہ جگر کی پیداوار ہیں۔

(۲) نفسِ حسّیہ حیوانیہ کی پانچ قوتیں ہیں:۔

(۱) قوّتِ سامعہ (۲) قوّتِ باصرہ، (۳) قوّتِ شامّہ (۴) قوّتِ ذائقہ (۵) قوّتِ لامسہ

اور اس کی بھی دو خاصیتیں ہیں۔ (۱) غصّہ کرنا۔ (۲) رضامند ہونا۔ اور یہ دل کی پیداوار ہیں

(۳) نفسِ ناطقہ قدسیہ: کی پانچ قوتیں ہیں: (۱) فکر (۲) ذکر (۳) علم (۴) حلم۔ اور (۵) بلند حوصلگی۔ اور اس کی دو خاصیتیں ہیں۔ "پاکیزگی۔ اور دانائی"۔

www.drhasanrizvi.com

(۴) نفسِ کلیّہ الٰھیّہ: اِس کی بھی پانچ قوّتیں ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) فنا میں لذّتِ بقاء پاتا ہے۔ (۲) بدحالی میں لطفِ نعمت حاصل کرتا ہے۔ (۳) ذلّت میں عزّتِ نفس پاتا ہے۔ (۴) دولت مندی میں فاقہ مستی سے محظوظ ہوتا ہے۔ اور (۵) مصائب میں صبر و ضبط سے کام لیتا ہے۔

اور اِس کی بھی دو خاصیتیں ہیں (۱) تسلیم (۲) رِضا۔ (یعنی تسلیم کے معنی اللہ کے ہر حکم پر فرماں برداروں کی طرح سر جھکا دے اور رضا کے معنی یہ کہ اللہ کی مرضی و خوشنودی کی خاطر اُس کے حکم پر راضی رہے یعنی راضی برضائے خدا) اِسی نفسِ کلیّہ الٰھیّہ کا مبداء و معاد خدا ہے؛ اور اِسی کے متعلق خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي" یعنی "میں نے اُس میں اپنی روح میں سے پھونکا۔" اور اسی کو دوسرے مقام پر "نفسِ مُطمئنّہ" فرمایا ہے۔

*...... (تفسیر انوار النجف)

نتیجہ: آیت سے آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ: "جنّات بھی انسان کی طرح خدا کی مخلوق ہیں۔ وہ کوئی دیوی دیوتا نہیں۔ فرق صرف اور صرف تخلیقی مادّے کا ہے۔ انسان کی تخلیق مٹّی سے ہوئی ہے، اور جنّوں کی تخلیق آگ یا ہوائی آگ سے ہوئی ہے۔ اِس لیے جن بھی انسان کی طرح عاجز ہیں۔ اسی لیے اُن کا ذکر انسانوں کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ (جیسے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔") وغیرہ

*..... (ماجدی)

★ غرض جن آگ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ وہ نظر نہیں آتے، البتّہ وہ مختلف شکلیں ضرور اختیار کر سکتے ہیں...... (مگر ان کی قوّتیں لامحدود نہیں)

*..... (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

جن کیا ہے؟

جن ایسی چیز کو کہتے ہیں جو حسِ انسانی سے پوشیدہ ہو۔ جیسے قرآن میں فرمایا: " فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ " یعنی جب رات کے پردے نے اُس کو چھپا لیا۔" اِس لیے جن چھپی ہوئی مخلوق کو کہتے ہیں۔

اِسی طرح " مجنون " اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کی عقل پوشیدہ ہو اور صحیح کام نہ کر رہی ہو۔

" جَنِین " اُس بچے کو کہتے ہیں جو رحمِ مادر میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔

" جَنّت " ایسے گھنے باغ کو کہتے ہیں جس کے درختوں نے باغ کی زمین کو چھپا دیا ہو۔

" جَنَان " اُس دل کو کہتے ہیں جو سینے میں چھپا ہوا ہو۔

" جُنَّة " اُس ڈھال کو کہتے ہیں جو انسان کو چھپا لے۔

ماہرین کے نزدیک جن ایک "موجودِ عاقل" ہے۔ حسِ انسانی سے پوشیدہ ہے۔ اُس کی تخلیق آگ کے صاف شعلوں سے ہوئی ہے۔ بعض ماہرین نے اُن کو ارواحِ عاقلہ بھی لکھا ہے جو مادہ سے مجرد ہیں۔ اگرچہ مکمل مجرد نہیں لیکن اتنا تجرد ضرور ہے کہ ہم اُن کو دیکھ نہیں سکتے۔ وہ جسمِ لطیف رکھتے ہیں۔ قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔

انبیاء و مرسلین اور مومنین کی روحیں

* ..... (تفسیر نمونہ)

جناب امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا کہ: " انبیاءؑ و مرسلینؑ میں خدا نے پانچ روحیں خلق فرمائی ہیں (۱) روح القدس (۲) روح الایمان (۳) روح القوۃ (۴) روح الشہوۃ (۵) روح البدن۔ پس روح القدس کی وجہ سے نبیؐ و رسولؑ بنائے گئے اور روح الایمان کے ذریعے سے وہ عابد و موحد ہوئے، اور روح القوۃ کے سبب سے کسبِ معاش اور جہاد کیا۔ روح الشہوت کی بدولت عورتوں سے نکاح کیا۔ اور روح البدن کے ذریعہ سے وہ چلنے پھرنے پر موفق ہوئے۔ پھر اُن میں سے بھی بعض کے درجات بعض پر بلند ہیں۔ اور یہ سابقون کے مصداق ہیں۔ اور مومنوں میں خدا نے روح القدس کے علاوہ چار ارواح پیدا کیں اور وہ اصحاب المیمنہ ہیں، اور باقی لوگوں میں روح الایمان کے علاوہ باقی تین روحیں ہیں۔ اور وہ اصحاب المشئمۃ ہیں۔" ملخصاً۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (۲۸) اُس موقع پر جب تمہارے پالنے
اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ والے مالک نے فرشتوں سے کہا کہ:
صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۞ ۲۸ "میں ایک انسان کو گوندھی ہوئی مٹی
کے لیس دار (خمیر شدہ) گارے سے پیدا کرنے والا ہوں۔

ڈارون کی تھیوری اور دینی حقائق

ڈارون کی تھیوری سے دینی حقائق پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلیا جائے کہ انسان جانور ہی سے ترقی کر کے بتدریج انسان بنا ہے، تو اس سے بس یہ ثابت ہوگا کہ انسان کی شکل طبعی طریقوں سے اس طرح بنی۔ اس سے دینی حقائق میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ یہ تو علّت و معلول کو جاننا ہے۔ کیا بارشوں کے اسباب، سمندروں کے مدّ و جذر اور زلزلوں کے طبعی اسباب معلوم ہونے سے خدا شناسی کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے؟ اسی طرح انسان کے ارتقائی اشکال کے معلوم ہونے سے خدا کا وجود اور اُس کی قدرت و حکمت باطل نہیں ہو سکتی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان علل و اسباب کا انکشاف مزید خدا کی عظمت، حکمت، قدرت اور توحید کو ثابت کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ڈارون پر بے دینی کا الزام لگایا گیا تو اُس نے اس کی قطعی تردید کردی اور لکھا کہ "میں کاملاً خدا پرست ہوں، اس لیے کہ خدا کے وجود کو تسلیم کیے بغیر میری ارتقاء کی تھیوری ثابت ہی نہیں ہو سکتی"۔ کیونکہ ڈارون تھیوری کے اندر جو ارتقاء کے پیچ و خم، جانوروں میں ارتقائی تبدیلی بتائی گئی ہے وہ بغیر کسی عظیم ماہر حساب داں کی دقیق منصوبہ بندی کے ممکن ہی نہیں ہے۔ کیا فقط اندھا بہرا مادہ ایسی تعجب خیز ارتقاء کے پیچ و خم کو سنوار سکتا ہے؟ ایسے عظیم دقیق اور نازک کام کے لیے بے پایاں علم قدرت اور حکمت کے سہارے کی لازمی ضرورت ہے...... (تفسیر نمونہ۔ بحوالہ تالیف محمود بہزاد ص۷۵)

www.drhasanrizvi.com

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ ۲۹ (۲۹)

تو جب میں اُسے ٹھیک کر کے پورا بنا چکوں، اور اُس میں اپنی خاص روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اُس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔

روح کی حقیقت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "روح ہوا کی طرح ایک متحرک چیز ہے۔ "روح"، "ریح" سے مشتق ہے۔ روح اور ہوا ہم جنس ہیں۔ خدا نے انسانی روح کو اپنی طرف نسبت دے کر اُس کو تمام دوسری ارواح سے ممتاز فرمایا ہے جس طرح کعبہ کو اپنی طرف نسبت دے کر تمام دوسرے مکانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کو خصوصیت بخشی کہ اُن کو اپنا دوست فرمایا۔

★ ---- (تفسیر صافی صفحہ ۲۷، بحوالہ الکافی)

★ روح کا تعلق عالمِ مادّہ سے نہیں، بلکہ عالمِ امر سے ہے۔ کیونکہ خدا نے اُس کو اپنے حکم سے براہِ راست، بغیر واسطہ پیدا کیا ہے۔ اِس لیے روح عالمِ ملکوت سے تعلق رکھتی ہے۔ بدن اس کا غلاف یا چھلکا ہے۔ بدن کی زندگی روح سے قائم رہتی ہے، جبکہ روح جسم سے الگ قسم کی مخلوق ہے۔ (جس طرح بلب ایک الگ چیز ہے اور بجلی الگ چیز ہے، مگر بلب میں چمک بجلی سے پیدا ہوتی ہے۔) اسی لیے خدا نے روح کے لیے فرمایا:

"ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔" یعنی: "پھر ہم نے روح کو پیدا کیا جو دوسری قسم کی مخلوق ہے۔" (سورۃ المؤمنون ۲۳ آیت ۱۴)

★ ---- (تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

روحِ انسانی کا خدا سے تعلق

اور اُس روح کو خدا نے اپنی طرف نسبت بھی دی ہے

اِس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی وہ دراصل صفاتِ الٰہی کا ایک عکس، جھلک یا پرتو ہے جس سے انسان کے اندر حیات، علم، قدرت، ارادہ، اختیار، خودی اور دوسری اعلیٰ صفات پیدا ہوگئیں جن کے مجموعے کا نام روح ہے۔ یہ روح دراصل خدا کی صفات کا ایک نہایت ہلکا سا پرتو ہے، جو اِس جسمِ خاکی میں ڈالا گیا، اور اسی پرتو کی وجہ سے انسان زمین پر خدا کا خلیفۂ مجازی بن گیا، اور مسجودِ ملائک بھی بنا۔

یوں تو مخلوقات میں جتنی صفات پائی جاتی ہیں، اُن سب کا مصدر اور منبع خدا ہی کی کوئی صفت ہے۔ جیسا کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "خدا نے اپنی رحمت کو سَو حصّوں میں تقسیم فرمایا اُس میں سے ۹۹ حصّے اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصّہ زمین پر اُتارا۔ یہ اُسی ایک حصّے کی برکت ہے کہ جس کی وجہ سے مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ایک جانور اپنے بچّے کے اوپر سے اپنا کھر اُٹھاتا ہے تو یہ بھی خدا کی رحمت کا اثر ہے۔"

* ...... (بخاری۔ مسلم)

مگر جو چیز انسان کو دوسری تمام مخلوقات پر فضیلت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جس جامعیّت کے ساتھ اللہ کی صفات کا پرتو انسان پر ڈالا گیا ہے، کسی دوسری مخلوق کو اس طرح نہیں نوازا گیا۔ مگر اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان نے الوہیّت کا کوئی جزو حاصل کرلیا ہے۔ الوہیّت کی شان انسان سے بہت دور، وراء الورا ہے۔ کوئی مخلوق اُس کا کوئی ادنیٰ سا حصّہ یا شائبہ نہیں پاسکتی۔ *...... (تفہیم القرآن)

(انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ صرف خدا کی عطا ہے حتّٰی کہ رسولِ خداؐ کے لیئے بھی فرمایا: "اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ" (ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔) وغیرہ

* ..... (مؤلف)

خدا سے روحِ انسانی کی نسبت اور اُس کے نتائج

البتّہ خدا نے انسانی روح کی نسبت اپنی طرف دے کر

www.drhasanrizvi.com

روحِ انسانی کو خاص امتیازی مقام عطا فرمایا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ انسان کی روح خدا کی صفات کی حدِ امکان میں جلوہ گاہ ہے، جو نمونہ ہے اللہ کی صفات کا۔ اِسی نسبت کی وجہ سے انسان کے اندر خدا سے لگاؤ، جھکاؤ، خدا کو یاد کرنے کا اعلیٰ جذبہ اور میلان پیدا ہوتا ہے۔ اور بالآخر ترقی کر کے انسان خدا کی صفات کا ہلکا سا نمونہ بن سکتا ہے

★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (موضح القرآن، تفسیر تبیان، فصل الخطاب)

جدید سائنس اور روح

روح کے بارے میں جدید سائنس دانوں اور قدیم فلسفیوں کا خیال یہ ہے کہ یہ وہ بخارات ہیں جو غذا کے سبب سے قلب سے اُٹھتے ہیں، پھر شریانوں کے خلیوں میں سے گذر کر بدن کی گہرائیوں میں اُتر کر جاری و ساری ہو جاتے ہیں جب تک یہ بدن میں بنتے، اُٹھتے اور پھیلتے رہتے ہیں انسان زندہ رہتا ہے۔ یہی زندگی کا ذریعہ اور منبع ہیں اور انھیں پر زندگی پھیلی ہوئی ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ماجدی)

★ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ "روحِ حیوانی" کا بیان ہے وہ "روح" جس کو خدا نے اپنی طرف نسبت دی ہے، وہ روحِ حیوانی سے بہت اعلیٰ چیز ہے۔ اُس کا تعلق امرِ الٰہی سے ہے۔ وہ روح عالمِ امر سے متعلق ہے جو خدا کے حکم سے پیدا ہوتی ہے اور وہی انسان کو انسان کا اعلیٰ مقام عطا کرتی ہے۔ اور صفاتِ خداوندی کی جلوہ گاہ ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (مؤلف)

نتیجہ

عرفاء نے لکھا کہ خدا نے روح کو اپنی طرف نسبت دے کر یہ بتا دیا کہ روح اَسرارِ الٰہیہ میں سے ایک چھپا ہوا راز ہے۔ اِسی لیے فرمایا: "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" یعنی: "جس نے اپنے نفس (روح) کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔"

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

★ غرض روح کے متعلق ہمارا علم بہت محدود اور کم ہے۔ بس جتنا بتایا گیا ہے اتنا ہی ہم جانتے ہیں، اُس سے آگے جاننے کا کوئی امکان نہیں، سوا اِس کے کہ موت کے بعد انسان ان حقائق کو جان سکے گا۔ ...... (مؤلف)

روح عرفاء کے نزدیک

صوفیا اور عرفاء کا اتفاق ہے کہ روح ایک مجرّد یعنی بلاجسم موجود ہے۔ یہ بدن میں داخل نہیں ہوتی، بلکہ روح کا بدن سے ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسا عاشق کا معشوق سے تعلق ہوتا ہے۔ روح مدبّرِ جسم ہے۔ روح کس طرح کام کرتی ہے؟ .... اور کس طرح وجود میں آتی ہے؟ اس کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ البتہ روح کی دو قسمیں ہیں:

(۱) روحِ سلطانی (۲) روحِ حیوانی۔ روحِ سلطانی کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ یعنی یہ براہِ راست حکمِ خدا سے وجود میں آئی ہے۔ اِس لیے روح جسم سے الگ چیز ہے۔ اِسی لیے روح جسم کے گل سڑ جانے سے متاثر نہیں ہوتی۔ کیونکہ روح جسم پر تصرف کرسکتی ہے مگر جسم روح پر تصرف نہیں کرسکتا۔ روحِ اعظم بھی یہی روحِ انسانی ہے، یہی خدا کی ذات و صفات کی مظہر ہے۔ خدا کے جلال و جمال کی ادنیٰ سی جھلک اِسی روح میں پائی جاتی ہے۔

البتہ روحِ حیوانی کا تعلق عالمِ خلق و اسباب سے ہے۔ اِسی روحِ حیوانی کو قلب، نفس یا عقل بھی کہا گیا ہے۔ یہی روح جسم کے تمام اعضاء میں سرایت کیے ہوتے ہے۔ روحِ حیوانی کا مرکز دماغ ہے۔ یہ روحِ حیوانی اصل میں روحِ سلطانی کا جلوہ ہے۔ اِسی روحِ حیوانی سے انسانی افعال سرزد ہوتے ہیں بعض افعال دونوں روحوں کے اجتماع سے سرزد ہوتے ہیں۔ روحِ حیوانی روحِ سلطانی کے ساتھ بہت پہلے سے تعلق رکھتی تھی۔ اگر اِس روح سے غفلت دور ہوجائے تو وہ ذاتِ حق (خدا کی ذات) کا اِس طرح مشاہدہ کرے کہ اُسے یہ محسوس ہو کہ گویا وہ آنکھوں سے صاف صاف دیکھ رہی ہے، غفلت کے پردوں کی وجہ سے حجابات حائل ہیں۔ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

www.drhasanrizvi.com

"میں تمھیں اللہ کی ذات سے پہچانتا ہوں، اور اللہ کو تمھارے نفوس سے پہچانتا ہوں۔"

حاصلِ مطلب

غرض آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی استعداد مکمل کی۔ پھر اُس میں اپنی روح پھونکی، اُس روح کے اثرات انسان کے وجود کے ذرّے ذرّے میں اُتر گئے۔ اِس روح پھونکنے پر انسان میں احساس، عقل و فہم، حِس و حرکت سب پیدا ہو گئے۔

★ ..... (روح البیان)

★ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب انسان قرآن مجید کی تلاوت اور سجدہ کرتا ہے تو ابلیس اُس سے ہٹ کر بہت روتا ہے اور کہتا ہے کہ آدمؑ اور اُس کی اولاد کو سجدے کا حکم ملا تو اُنھوں نے سجدہ کر کے جنّت حاصل کر لی، اور میں نے سجدے سے انکار کیا اور مجھے جہنّم نصیب ہوئی۔ (الحدیث)

★ ..... (تفسیر روح البیان)

★ جمعہ کا دن یومِ عید کیوں قرار پایا؟

حدیث میں ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے پورے جسم میں روح داخل ہو چکی تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ جمعہ کا دن زوال کا وقت تھا پس فرشتوں کو سجدے کا حکم ہوا تو سب سے پہلے جبریلؑ، پھر میکائیلؑ، پھر عزرائیلؑ اور آخر میں اسرافیلؑ نے سجدہ کیا اُن کے بعد تمام ملائکہ مقربین سجدہ میں جھک گئے۔ اور عصر تک سر بسجود رہے پس اسی وجہ سے جمعہ کے دن کو اولادِ آدمؑ کے لیے عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ ★ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ (۳۰) پس تمام فرشتوں نے سجدہ
اَجْمَعُوْنَ ۙ ۳۰ کیا۔

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ (۳۱) سوائے ابلیسؑ کے، کہ اُس نے
يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ ۳۱ اِس بات سے اِنکار کر دیا کہ وہ سجدہ
کرنے والوں کا ساتھ دے۔

تکبّر اور تعصّب کی مذمّت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ابلیسؑ کو "عَدُوُّ اللّٰہِ" (دشمنِ خدا)، امام المتعصّبین (متعصّب اور ضدّی لوگوں کا پیشوا) اور سَلَفُ المتکبّرین (پُرانا تکبّر کرنے والا) کے القاب دیے ہیں کیونکہ اُس کے انکار کا سبب خدا سے دشمنی تھا اور تعصّب یعنی آگ سے پیدا ہونے پر فخر اور اپنی جھوٹی اَنا اور عبادتوں پر تکبّر تھا۔ آپؑ ابلیسؑ کے بارے میں فرماتے ہیں: "اِسی (تکبّر کی) وجہ سے خدا نے عزّت کا لباس اُس کے بدن سے اُتار دیا اور ذلّت کی چادر اُس کے سر پر ڈال دی۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کس طرح خدا نے اُسے اُس کے تکبّر کی وجہ سے حقیر و ذلیل کر دیا۔ اور اونچا بننے کے سبب سے نیچا کر دیا۔ وہ دنیا میں بھی خدا کا دھتکارا اور نکالا ہوا رہا اور آخرت میں اُس کے لیے سخت ترین سزا ہے۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲)

شیطانی صفات (۱) تعصّب (اپنے مادۂ تخلیق پر بیجا فخر و غرور) (۲) تکبّر (خود کو بڑا سمجھنا) (۳) حسد (یعنی اولادِ آدمؑ سے انتقام لینا) (۴) خدا کو گمراہ کرنے والا قرار دینا۔ (۵) دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا (۶) دھوکہ دینا۔ (۷) جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا (۸) خدا کی نافرمانی کرنا اور دوسروں کو بھی اُکسانا۔

نتیجہ ان صفاتِ رذیلہ کی وجہ سے انسان بُری طرح تباہ ہو جاتا ہے، اُسکی تمام ریاضتیں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔

★..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا (۳۲) (خدا نے) پوچھا: "اے ابلیسؑ!
تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ ۳۲ تجھے کیا ہو گیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے
ساتھ (شامل) نہ ہوا"؟

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ (۳۳) (ابلیس نے) کہا: "میرا یہ کام تو نہیں
خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ ہے کہ میں اُس بشر کو سجدہ کروں جس
حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ ۳۳ کو تُو نے سوکھی ہوئی مٹّی کے (خمیر شدہ)
گارے سے پیدا کیا ہے۔"[۱]

ابلیسؑ کی سطحی نگاہ

[۱] ابلیسؑ نے حضرت آدمؑ کی صرف ظاہری ساخت کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ تو صرف مٹّی سے بنائے گئے ہیں۔ اُس احمق نے حضرت آدمؑ کی روحانی اور حقیقی خصوصیات کی طرف توجّہ ہی نہ کی۔ وہ خاص روح جو خدا نے حضرت آدمؑ اور اُن کی اولاد میں امانتاً رکھی تھی اور اُس کو اپنی طرف نسبت دی تھی، اُس پر توجّہ نہ کی۔ حالانکہ حضرت آدمؑ اور اُن کی اولاد کو خدا نے اپنی روح کی شرافتوں اور بزرگیوں اور اپنے جلال و جمال کا مظہر بنایا تھا۔ اِسی لیے عرفاء ابلیسؑ کو بھینگا یا ایک آنکھ والا کہتے ہیں کہ اُس احمق نے حضرت آدمؑ کی صرف بشریّت کو دیکھا، اُن کی حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ * ملخص۔ (روح البیان)

وہابیّت کی سطحیّت

* اِسی طرح وہ تمام لوگ جو انبیاءؑ اور اولیاءؒ کرام کو "ہم جیسا انسان" سمجھتے ہیں۔ وہ فقط اُن کے ظاہری یا حیوانی پہلو کو دیکھتے ہیں۔ وہ بس اُن کے کھانے پینے، بازاروں میں چلنے پھرنے کو دیکھتے ہیں، وہ اُن کے اعلیٰ صفات، علم، تقویٰ، معرفت، عبادت ایثار اور خلوص اور خدا سے رابطہ کو نہیں دیکھتے کیونکہ ان اوصاف کا تعلق بصیرت سے ہے بصارت سے نہیں۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ (۳۴) (خدا نے) فرمایا: "اچھا تو پھر تُو
رَجِيمٌ ۝ ۳۴ یہاں سے نکل جا (کیونکہ)
حقیقتاً تُو رد کیا ہوا (مردود) ہے۔

وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ (۳۵) اور یقیناً تجھ پر روزِ قیامت
إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ ۳۵ تک لعنت (ہی لعنت) ہے۔"[۱]

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ (۳۶) اُس نے عرض کی: "مالک! مجھے
يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ ۳۶ اُس دن تک تو ڈھیل دے دے کہ
جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔

---

[۱] **شیطان کی ملعونیّت** (آیت ۳۵) بعض مفسّرین نے خداوند تعالیٰ کے اِس ارشاد سے کہ: "بیشک تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت برستی رہے گی۔" اِن الفاظ سے یہ سمجھا کہ ابلیسؑ قیامت کے بعد ملعون نہ رہے گا۔ جواب یہ ہے کہ: "یہاں "قیامت کے دن تک" سے مراد "ابدیّت" ہے۔ کیونکہ جب ابلیسؑ دنیا میں، جو دار العمل ہے، ملعون رہے گا، تو قیامت کے بعد مقبول کیسے بن سکتا ہے؟ جبکہ قیامت دار العمل نہیں، دار الجزاء ہے۔

★ - - - - (تھانوی)

(جو یہاں (دنیا میں) ملعون ہے وہ وہاں بھی ملعون ہی رہے گا) کیونکہ قرآن فرماتا ہے کہ: جو دنیا میں اندھا بنا رہا وہ قیامت میں بھی اندھا ہی محشور ہوگا... "(القرآن) (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ ۳۷ (۳۷) (خدا نے) فرمایا: "اب تو مہلت دیے جانے والوں میں سے ہے۔

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ ۳۸ (۳۸) اُس وقت تک جو ہمیں معلوم ہے۔" ؎۱

وقتِ معلوم ؎۱

وقتِ معلوم کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: "کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ یہ وہ وقت ہے جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ نے ابلیسؑ کو اُس دن تک کی مہلت دی ہے جس دن قائم آلِ محمدؐ (امام مھدیؑ) ظہور فرمائیں گے ظہور کے وقت وہ مسجدِ کوفہ میں ہوں گے اور ابلیس لعؑ اُن کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے گا اور وہ کہہ رہا ہوگا کہ آج کے دن چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

پس امام مھدیؑ اُس کی پیشانی پکڑ کر اُس کی گردن ماردیں گے۔ (خس کم جہاں پاک) بس یہی "وقتِ معلوم" ہے۔

★۔۔۔۔ (تفسیر صافی صـ ۲۷۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

★ تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: "ابلیسؑ نے چوتھے آسمان پر دو رکعت نماز پڑھی تھی جو چھ ہزار سال میں تمام ہوئی اِسی نماز کے بدلے میں خدائے تعالٰے نے اُس کو وقتِ معلوم تک مُہلت دی ہے۔

★۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

★ بعض مفسرینِ کے نزدیک "وقتِ معلوم" قیامت کے دن تک کی مہلت ہے

★۔۔۔ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ (۳۹) ابلیس بولا: "مالک! اب جب
لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ تو نے مجھے گمراہ قرار دے ہی دیا ہے
وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ (۳۹) تو اب میں زمین پر اُن (اولادِ آدمؑ)
کے لیے (گناہوں اور دنیا کی زندگی) خوب سجا بنا کر اُن سب کو گمراہ کردوں گا۔

شیطان کا مکر اور گمراہ کرنے کا طریقہ

شیطان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "اے خدا جس طرح تو نے اِس حقیر اور کمتر مخلوق یعنی آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر مجھے مجبور کر دیا کہ میں (اپنے تکبر کی وجہ سے) تیرا حکم نہ مانوں، اِسی طرح اب میں اُس کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔ میں دنیا کی زندگی کو ایسا سجا بنا کر دکھاؤں گا کہ وہ سب اُس سے دھوکہ کھا کر تیرے نافرمان بن جائیں گے۔ یعنی زندگی کی لذتوں اور عارضی فائدوں کو انسان کے لیے اتنا دلکش اور خوبصورت بنا دوں گا کہ وہ تیری اطاعت اور تیری مجازی خلافت اور امانت کی تمام ذمہ داریوں کو اور آخرت کے حساب کتاب کو بھول جائے گا، بلکہ خود تجھے بھی بھول جائے گا۔ اور پھر تیرے احکام کی خوب خوب خلاف ورزیاں کرے گا۔"

(تفہیم)

نتیجہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: یہ عقیدہ کہ "خدا گمراہ کرتا ہے" اِس کا بانی ابلیسؑ ہے۔ ابلیسؑ نے سب سے پہلے خدا سے یہ کہا کہ: "کیونکہ تُو نے مجھے گمراہ کیا ہے، اِس لیے اب میں تیری مخلوق کو گمراہ کرتا رہوں گا۔"

(تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

★ غرض "رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ" میں "ب" ہے وہ عوضیہ ہے۔ یعنی اے مالک! کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، اِس لیے اِس کے عوض میں، میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا۔"

★ ---- (فصل الخطاب، کاشفی)

خدا گمراہ نہیں کرتا

اسی لیے شاہ ولی اللہ صاحب نے اِس آیت کا ترجمہ یوں فرمایا: "بسبب اِس کے کہ گمراہ کیا تو نے" عام طور پر یہی ترجمہ کیا جاتا ہے تو شیطان کے اِس قول سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ خدا گمراہ کرتا ہے، البتّہ یہ بات ضرور ثابت ہوگئی کہ یہ عقیدہ کہ خدا گمراہ کرتا ہے اصل میں ابلیس لعین کی ایجاد ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ بیتِ رسول ؐ کے نزدیک خدا گمراہ نہیں کرتا، بلکہ (۱) گمراہیوں کو اختیار کرنے والوں کو گمراہیوں میں چھوڑ دیتا ہے۔ (۲) اُن کی گمراہیوں کی وجہ سے اُن کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ (۳) یا پھر اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ گمراہی کے طور طریقے اختیار کرنے والوں کو خدا اُن کی بدکاریوں کی سزا دیتا ہے۔

★ --- (لغات القرآن نعمانی، فصل الخطاب)

★ ابلیس لعین نے کہا کہ: "میں آدمؑ کی اولاد کے لیے دنیا کو ایسا سجاؤں بناؤں گا کہ اُن کا اُس میں خوب دل لگے گا۔ اور وہ یہ سمجھنے لگیں گے کہ اُنھیں بس یہیں رہنا ہے۔

★ ---- (تبیان - روح البیان)

ابلیس اور حضرت آدمؑ کی خطا کا فرق

حضرت آدمؑ سے خطا (ترکِ اَولیٰ) سرزد ہوئی، تو اُنھوں نے فوراً کہا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (یعنی مالک! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے (تو ہمیں معاف کردے۔

www.drhasanrizvi.com

جبکہ ابلیسؑ نے گناہ کیا تو کہا: "رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ" (مالک! تو نے مجھے گمراہ کیا۔)

اِس لیے حضرت آدمؑ کی عزتیں بحال ہوئیں کہ اُنھوں نے اپنی غلطی مان لی۔ اور ابلیسؑ پر اِس لیے لعنت کی گئی کہ اُس نے اپنی غلطی کا ذمہ دار خدا کو ٹھہرایا۔ (اور آخری وقت تک اپنی خطار کی معافی نہ مانگی) ٭۔۔۔۔(روح البیان)

ایک دلچسپ مکالمہ

★ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا:

"ابلیسؑ نے خدا کی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہا کہ "میں اولادِ آدمؑ کو اُس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک اُن کی ارواح کا تعلق اُن کے اجسام سے باقی رہے گا"۔

اِس پر خداوندِ کریم نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ "اولادِ آدمؑ جب تک مجھ سے اپنے گناہوں پر معافی مانگتے رہیں گے، میں اُن کی غلطیاں معاف کرتا رہوں گا"۔

اِس پر ابلیسِ لعینؑ نے کہا: "اے خدا! مجھے تیری عزت وجلال کی قسم ہے کہ "میں آدمؑ کی اولاد کے دلوں پر اُن کے مرتے دم تک قبضہ جمائے رکھوں گا"۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: "مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں اُن کی موت تک اُن کے لیے توبہ کا دروازہ کھُلا رکھوں گا"۔ (الحدیث)
٭۔۔۔۔(از روح البیان)

خدا کی پسندیدہ چیز توبہ بھی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

"بندہ اگر گناہ نہ کرے تو بہتر ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس گناہگار بندے کو بھی دوست رکھتا ہے جو گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ و استغفار کرے"۔ صـ ۲۶۵

٭۔۔۔۔(روح الحیات، اردو ترجمۂ عین الحیوٰۃ)

www.drhasanrizvi.com

ابلیسؑ کے اللہ سے سوالات

"جب ابلیسؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے نکالا اور لعنتی قرار دیا تو اُس نے پوچھا:

★ اے پروردگار! میرا ٹھکانا زمین میں کہاں ہوگا؟ فرمایا: مزابل پر یعنی گندی جگہوں پر۔
★ کہا: میں پڑھوں گا کیا؟ تو جواب ملا کہ تو شعر پڑھے گا۔
★ پوچھا: میرا مؤذن کون ہوگا؟ تو جواب ملا کہ: طبلہ و سارنگی۔
★ دریافت کیا: میری غذا کونسی ہوگی؟ فرمایا: ہر وہ چیز جس پر میرا نام نہ لیا گیا ہو۔
★ پھر پوچھا: میرا مشروب کیا ہوگا؟ فرمایا: ہر قسم کی شراب (خمر)
★ پوچھا: میرا گھر کہاں ہوگا؟ فرمایا: حمام
★ کہنے لگا: میری مجلس کہاں ہوگی؟ فرمایا: بازاروں اور عورتوں کے اجتماعات میں۔
★ کہنے لگا: میرا لباس کیا ہوگا؟ فرمایا: راگ و رنگ (راگنی)
★ پھر پوچھا: میری شکارگاہ کیا ہوگی؟ فرمایا: عورتیں۔
★ پس وہ خوش ہو کر چلا گیا تو حضرت آدمؑ نے عرض کی: میری اولاد کیا کریگی؟
★ اللہ نے ارشاد فرمایا: (اے آدمؑ!) تم کو تین چیزیں عطا کرتا ہوں۔ ایک چیز صرف میرے لیے، دوسری صرف تمہارے لیے، اور تیسری چیز میرے اور تمہارے درمیان مشترک ہوگی۔ وہ پہلی چیز جو صرف میرے لیے ہے، وہ عبادت ہے، اُس میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ دوسری چیز جو صرف تمہارے لیے ہے، وہ یہ کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دوں گا جس کا ایک ایک حصہ بڑے سے بڑے پہاڑ سے بھی وزنی ہوگا۔ اور تیسری چیز جو مشترک ہے، وہ یہ ہے کہ تمہارا کام ہے دعا مانگنا اور میرا کام ہے قبول کرنا۔"
★ پس ابلیسؑ سٹ پٹا کر وہاں سے چلا اور چلا کر کہنے لگا: ہائے اب میں بنی آدمؑ کو کیسے گمراہ کروں گا؟

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (۴۰) سوا تیرے اُن بندوں کے جنھیں تو نے خالص (اپنا) کرلیا ہو۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ ۴۱ (۴۱) (خدا نے) فرمایا: "یہ (خلوص کا) راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔

(آیت نمبر ۴۰)

خدا کے مخلص بندے

اِس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ "انبیاءؑ اور ائمۂ اطہارؑ" پر شیطان کا تسلط نہ ہوگا۔ ★ ... (روح البیان)

★ اسی کو عصمت کہتے ہیں۔ یعنی گناہوں سے محفوظ رہنا۔ ★ .... (مؤلف)

صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ " مناقب ابن شاذان سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ علیؑ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی"۔ حالانکہ ہارونؑ کا ذکر قرآن میں ہے، اور علیؑ کا نہیں؟ تو آپؐ نے جھڑک کر فرمایا کہ کیا اللہ نے نہیں فرمایا: هٰذَا صِرَاطٌ عَلِیٌّ مُسْتَقِیْمٌ۔" ★ .... (تفسیر انوار النجف بحوالہ تفسیر برہان)

★ خدا کے مخلص بندے وہ ہیں جو غیر خدا کی عبادت سے آزاد ہیں، نہ وہ خواہشِ نفس کے چنگل میں آتے ہیں اور دنیا میں اتنے کھو جاتے ہیں کہ انھیں آخرت یاد ہی نہ رہے۔ یہ لوگ خدا کی صفتِ لطف و رحمت کے مظہر ہیں۔ ★ ... (تاویلات نجمیہ)

خلوص کا راستہ

خداوندِ عالم کا فرمانا: "یہ خلوص کا راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ یعنی جسقدر تم اپنی نیت اور عمل کو خالص خدا کے لیے کرتے جاؤ گے اور جسقدر تمھارے اعمال صرف خدا کی رضامندی کے حصول کے لیے ہوں گے اسیقدر تم خدا کے اُس سیدھے راستے پر آتے چلے جاؤ گے جو سیدھا خدا تک پہنچتا ہے۔ یہ ہے خلوصِ دل والا راستہ۔ ؎ "تم زمانے کی راہ سے آئے ٭٭ ورنہ سیدھا تھا راستہ دل کا"

www.drhasanrizvi.com

خدا کی خالص بندگی صرف اُسی وقت ممکن ہوگی جب خدا کی عظمت اور احسانات کا احساس ہمارے اندر پیدا ہوتا جائے ..... اور ... اُس کا طریقہ ..... تلاوتِ قرآن ..... اور ..... خدا کے کاموں پر غور و فکر کرنا ہے .... جس قدر ہم ... خدا کے کاموں پر ..... غور کریں گے ..... اُس کی عظمت ہمارے دل پر بیٹھتی جائے گی۔

اِخلاصِ عمل کی بہترین مثال

مولانا روم نے فرمایا:

۱؎ از علیؑ آموز اخلاصِ عمل — شیرِ حق را داں مُنزّہ از دغل

یعنی: علیؑ سے اخلاصِ عمل (خدا کے لیے خالص عمل کرنا) سیکھو۔ شیرِ خدا (کے ہر قسم کے کام) کو دھوکے اور شرک سے پاک سمجھو۔

۲؎ او خدو انداخت بر روئے علیؑ — افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولیؑ

یعنی: علیؑ کے دشمن نے علیؑ کے چہرے پر اپنا لعابِ دہن پھینکا (تھوکا) وہ علیؑ جو ہر نبیؑ اور ولیؑ کے لیے باعثِ فخر ہیں۔

حضرت علیؑ نے اپنے دشمن کو زیر کر لیا اور اُس کا سر قلم کرنا چاہتے تھے تو اُس بدبخت سے اور تو کچھ نہ ہو سکا، اُس نے آپؑ کے چہرے پر تھوک دیا۔ فوراً ہی آپؑ اُس کے سینے سے اُتر کر وہاں سے ایک طرف ہٹ گئے اور اُس کو قتل نہ کیا۔ دشمن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا: تم نے مجھے کیوں قتل نہ کیا؟ اِس پر آپؑ نے فرمایا: "میں اِس تلوار کو اللہ کی رضامندی کے لیے چلاتا ہوں، جب تو نے یہ بُری حرکت کی تو مجھے غصہ آیا۔ اُس وقت اگر میں تجھے قتل کر دیتا تو اس قتل میں میرا نفس بھی شامل ہو جاتا جب کہ میں صرف خدا کی خوشنودی کے لیے جنگ کرتا ہوں، اپنے لیے نہیں۔

www.drhasanrizvi.com

یہ سن کر اُس پہلوان نے کہا:

میں تو تم کو ایک عام پہلوان سمجھتا تھا، مگر اب معلوم ہوا کہ آپ بہت بلند انسان ہیں:

۵۳ تیغِ حلمِ تو ز آہن تیز تر بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

یعنی: آپ کے حلم و صبر کی تلوار تو لوہے کی تلوار سے کہیں زیادہ تیز ہے۔ بلکہ آپ کے کردار کی تلوار سیکڑوں لشکروں پر بھاری ہے۔

(مولنا روم)

اخلاصِ عمل کی مثال قرآن مجید میں

قرآن مجید نے بھی اخلاصِ عمل کی مثال اہلِ بیتِ رسولؐ کے حوالے سے دی ہے۔ سورۃ الدھر میں حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، یہاں تک کہ ان کی کنیز جناب فضہؑ کے بارے میں فرمایا: " وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا "

یعنی: "وہ لوگ صرف اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"
(الدھر ۷۶:۸)

اور یہ کہتے ہیں کہ:

" إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا "

یعنی: "ہم تو صرف تم کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر (کھانا) کھلاتے ہیں۔ نہ تو ہم تم سے کسی قسم کی جزا (یا بدلا) چاہتے ہیں، اور نہ شکریہ چاہتے ہیں۔" (الدھر ۷۶:۹)

اِس کے جواب میں بطور شکریہ خداوندِ عالم خود ارشاد فرماتا ہے:۔

" إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا " (الدھر ۷۶:۲۲)

یعنی: "بےشک یہ جنت کی تمام نعمتیں تمھاری جزا ہیں اور تمھاری یہ کوشش قابلِ قدر ہے۔"

معلوم ہوا کہ جو عمل خالص اللہ کی خوشی کے لیے کیا جاتا ہے خدا اُس کی بڑی قدر فرماتا ہے۔

(مؤلف) ۔۔۔۔۔*۔۔۔۔۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ○ ۴۲

(۴۲) حقیقتاً جو میرے خالص بندے ہیں اُن پر تو تیرا کوئی قابو نہ ہوگا۔ سوا اُن گمراہوں اور بہکے ہوئے لوگوں کے جو تیرے پیچھے چلیں گے۔

★ مطلب یہ ہے کہ: میرے خالص اور حقیقی بندوں پر شیطان کا بس نہ چلے گا۔ صرف اُن بہکے ہوئے لوگوں پر شیطان کا بس چل سکے گا جو از خود شیطان کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔

★ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے تمام بندوں، یعنی تمام انسانوں پر بھی تجھے کوئی اقتدار حاصل نہ ہوگا۔ تو اُنھیں بھی زبردستی گمراہ نہ کر سکے گا۔ البتہ وہ لوگ جو خود اپنی مرضی سے تیری پیروی کرنا چاہیں گے، صرف اُنھیں تیرے راستے پر جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔ اُنھیں زبردستی سیدھے راستے پر لانے کی کوششیں نہ کی جائیں گی۔

★ ---- (تفہیم)

★ امام رازی نے لکھا کہ شیطان کے اِس دعوٰے پر کہ "میں لوگوں کو سبز باغ دکھا دکھا کر گمراہ کر دونگا"۔ یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شیطان کو بھی کچھ اقتدار حاصل ہے۔ تو خدا نے یہاں شیطان کی اِس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا۔ ★.... (تفسیر کبیر)

★ خدا کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ: میرے خالص مخلص بندوں کا منتخب ہو جانا ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے یعنی کیونکہ ان لوگوں نے میری کامل اطاعت والی زندگی اختیار کی اس لئے وہ میرے خالص بندے بن گئے یہی وہ سیدھا راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ میرے ایسے بندوں پر کبھی تیرا زور نہ چلے گا۔

★..... (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۴۳ (۴۳) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جہنّم ہی وہ جگہ ہے جس کا اُن سب سے (میرا ایکا) وعدہ ہے۔

حضرت آدمؑ و ابلیسؑ کے قصّہ کو بیان کرنے کی وجہ اور اس کے اسباق

(۱) اِس جگہ حضرت آدمؑ اور ابلیسؑ کا قصہ اِس لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ کافروں کو یہ بتایا جا سکے کہ تم اپنے ازلی دشمن ابلیسؑ کے پھندے میں پھنس گئے ہو۔ اِس لیے تم اپنے حسد، حرص اور تکبّر کی وجہ سے حق دشمنی پر اُتر آئے ہو جبکہ ہمارا نبیؐ تمھیں شیطان کے پھندوں سے نکال کر خدا کی طرف لے جانا چاہتا ہے لیکن تم عجب احمق ہو کہ اپنے دوست اور دشمن میں فرق ہی نہیں کر سکتے۔

(۲) اِس قصّے کے حوالہ سے کافروں کو دوسری بات یہ بتائی جا رہی ہے کہ راہِ نجات صرف اور صرف ایک ہے، اور وہ اللہ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اِس راستے کو چھوڑ کر تم جس راستے پر بھی جاؤ گے وہ شیطان کا راستہ ہوگا۔ اور وہ راستہ سیدھا جہنّم جاتا ہوگا۔

(۳) تیسری بات یہ سمجھائی جا رہی ہے کہ نبیؐ سے دشمنی کی غلطی کے تم خود ذمّہ دار ہو۔ شیطان صرف تم کو دھوکہ دے سکتا ہے، مگر دھوکہ تم خود کھا رہے ہو۔ اِس لیے اپنی گمراہی کے تم خود ذمّہ دار ہو۔ شیطان زبردستی تم کو غلط راستے پر نہیں لگا سکتا۔

* ..... (تفہیم)

★ اِس طرح حضرت آدمؑ اور شیطان کا واقعہ بیان کر کے برحق دشمن، ظالم، بدکار انسان پر حجّت تمام کی گئی ہے۔ اور اس کو اُس کی گمراہی اور ظلم کا ذمّہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور اس کو اُس کی اصل غلطی بھی بتا دی گئی ہے کہ جس طرح شیطان تکبّر کے سبب سے مارا گیا، تم بھی اپنے کبر و نخوت غفلت اور حرص کے سبب سے حق دشمنی اختیار کیے ہوئے ہو۔

* ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ۖ لِّكُلِّ (۴۴) اُس کے سات دروازے ہیں۔
بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۴۴ ہر دروازے کے لیے اُن لوگوں میں سے ہر ایک کا حصہ مقرّر کر دیا گیا ہے۔ (کہ خاص قسم اور درجے کے جہنمی کسی خاص دروازے سے داخل ہوں گے۔) ع ۳ ۱۹

جہنّم کے دروازے ؟

جہنّم کے دروازے اُن گمراہیوں اور گناہوں کے لحاظ سے ہیں جن پر چل کر انسان اپنے لیے جہنّم کے دروازے کھولتا ہے۔ مثلاً کوئی دہریّت کے راستے سے جہنّم کی طرف جا رہا ہے تو کوئی کفر اور شرک کے راستے سے جہنّم کا مستحق بن رہا ہے۔ کسی نے نفاق، حق دشمنی یا نفس پرستی کو اختیار کر کے اس دروازے سے جہنّم کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جبکہ کسی نے ظلم و ستم، مردم آزاری، بدمعاشی، بداخلاقی کے ذریعہ جہنّم میں خود کو داخل کر لیا ہے۔ یہی سب جہنّم کے دروازے ہیں۔

*۔۔۔۔۔۔ (تفہیم)

★ دوزخ کے لیے خدا فرما رہا ہے کہ: "اُس کے سات دروازے ہیں۔"

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: "جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے، ویسے ہی دوزخ کے سات دروازے ہیں بدعملوں پر بانٹے ہوئے بہشت کا ایک دروازہ زیادہ ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ صرف خدا کے فضل و کرم کی وجہ سے جنّت میں جائیں گے۔"

*۔۔۔ (موضح القرآن)

★ یا ممکن ہے کہ جنّت کے سات دروازے عام نیک لوگوں کے لیے ہوں جو حساب کتاب

www.drhasanrizvi.com

کے بعد جنت کے مستحق قرار پائیں گے ۔ اور ایک دروازہ اُن بلند مرتبہ نفوس کے لیے مخصوص ہو جن کے حساب کتاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ وہ لوگ دوسروں کے شفیع اور تمام اعمالِ صالح کی میزان ہوں گے ۔

★ ---- (فصل الخطاب)

؎ یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

★ ---- (اقبال)

★ دوزخ کے سات دروازوں سے متعلّق ایک تصوّر یہ بھی ہے کہ : یہ جہنّم کے سات طبقے ہیں جو عذاب کی شدّت میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں ۔

(بقول حضرت علیؑ والحسن وقتادہ وابنِ جریح از تفسیر تبیان)

★ حدیثِ قدسی میں جہنّم کے بارے میں ایک طویل حدیث ہے جس کا ابتدائی حصّہ یہ ہے :

" یَابْنِیْ اٰدَمَ کَیْفَ تَعْصُوْنِیْ وَاَنْتُمْ تَجْزَعُوْنَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ وَالرَّمْضَآءِ وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَھَا سَبْعُ طَبَقَاتٍ فِیْھَا نِیْرَانٌ یَاْکُلُ بَعْضُھَا بَعْضًا . . . "

یعنی : " اے اولادِ آدمؑ ! تم میری نافرمانی کیسے کرتے ہو حالانکہ اِس سورج اور تپتے ہوئے ریگستان کی حرارت سے تم جزع فزع کرنے لگتے ہو ۔ اور یقیناً دوزخ کے تو سات طبقے ہیں کہ اُن میں ایسی ایسی آگیں ہیں جو بعض آگ کو دوسری آگ کو کھانے لگتی ہے . . . "

حدیث کے آخری حصّے میں ہے کہ : " یہ آگیں میں نے نہیں پیدا کیں مگر ہر کافر ، بخیل ، چغلخور اور اپنے ماں باپ کے نافرمان اور زکوٰۃ نہ دینے والے ، سود خور اور زناکار اور حرام سے جماع کرنے والے اور قرآن کو بھلا دینے والے ، پڑوسیوں کو تکلیف دینے والے کے لیے ۔ لیکن جو سچّے دل سے توبہ کرے اور ایمان لائے اور عملِ صالح کرے (تو وہ بچ جائے گا) . . . . "

★ .... (حدیثِ قدسی سورۂ ھود عنوان ۲۶ ص ۵۰۱)

www.drhasanrizvi.com

★ "بحر العلوم" میں ہے کہ جہنم کے ساتوں طبقوں میں وہ داخل ہوگا جو اپنے ساتوں اعضاء سے گناہ کرے گا:

(۱) آنکھ (۲) کان (۳) زبان (۴) پیٹ (۵) پاؤں (۶) ہاتھ اور (۷) جنسی اعضاء۔ (مثلاً آنکھ[۱] سے نامحرم کو دیکھتا ہو۔ کانوں[۲] سے گانے وغیرہ سنتا ہو، زبان[۳] سے کسی کی دل آزاری کرے۔ پیٹ[۴] میں حرام سے کمائے ہوئے مال سے غذا کھاتا ہو، پاؤں[۵] سے کسی ایسی جگہ جاتا ہو جہاں جانے کے لیے خدا ورسول نے منع فرمایا ہے ہاتھوں[۶] سے کسی کو قتل کرے اور اس کے علاوہ دوسرے حرام کام (جوا کھیلتا ہو یا چوری کرتا ہو) جنسی[۷] اعضاء سے زنا وغیرہ کا مرتکب ہوتا ہو۔)

(بحر العلوم۔ فتوحات۔ روح البیان)

جہنم کے طبقات

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

"جہنم کے طبقات کی ترتیب اس طرح ہے: (۱) جحیم۔ (۲) لظیٰ (۳) سقر (۴) حطمہ (۵) ہاویہ (۶) سعیر (۷) جہنم۔ اور اسی میں وہ کنواں ہے جس کا ڈھکنا کھولنے سے دوزخ کے تمام طبقات بھڑک اٹھتے ہیں۔ اور اس کا عذاب سب درکاتِ جہنم سے زیادہ ہے۔"

(تفسیر انوار النجف)

★ نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے والا

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ عَامِدًا اَوْ مُتَعَمِّدًا اُلْقِيَ فِي النَّارِ ثَمَانِيْنَ حُقْبًا وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً"

یعنی: "جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دے وہ اسّی[۸۰] حقب دوزخ میں رہے گا، اور ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے (یعنی ۶۴۰۰ سال دوزخ میں رہے گا)" (از حدیث قدسی چہل حدیث)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ (۴۵) (اِس کے برخلاف) متقی لوگ (جو
وَّعُيُوْنٍ ؕ ۴۵ برائیوں سے بچتے ہوئے خدا کے مقرر کیے ہوئے
فرائض کو ادا کرتے ہیں) جنّت کے باغوں اور (بہتے ہوئے) چشموں میں
ہوں گے

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ ۴۶ (۴۶) (اُن سے کہا جائے گا کہ) اِن باغوں
میں اَمن و سلامتی، سکون و اطمینان کے ساتھ بےخوف و خطر داخل ہو جاؤ۔"

گناہوں سے پرہیز کرنے والے (متقین) جنّت میں جائیں گے ......

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنّت کے طبقات ایکدوسرے کے اوپر نیچے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے عرض (چوڑائی میں برابر برابر) ہوں گے۔

★ اور تفسیر برہان میں حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام مروی ہے کہ:

"جنّت کے آٹھ دروازے ہوں گے۔ (آٹھ طبقات ہوں گے) ایک دروازہ انبیاءؑ اور صدیقین کے لیے، دوسرا جملہ شہدا اور صالحین کے لیے۔ پھر پانچ دروازے ہمارے شیعوں اور محبّوں کے لیے ہوں گے۔ اور میں "صراط" پر کھڑے ہو کر کہوں گا: اے میرے پروردگار! میرے شیعوں، محبّوں، مددگاروں اور موالیوں کو بچالے۔" تو بطنانِ عرش سے آواز آئیگی "کہ تمہاری دعا قبول ہوئی۔" پس میرا ایک ایک شیعہ و موالی اپنے ہمسایوں اور قریبیوں میں سے ستّر ستّر ہزار آدمیوں کی شفاعت کر سکے گا، جنھوں نے میری مدد کی ہوگی اور میرے دشمنوں سے دشمنی رکھی ہوگی ــــ اور جنّت کا

www.drhasanrizvi.com

آٹھواں دروازہ عام مسلمانوں کے لیے ہوگا جن کے دلوں میں ایک مثقال برابر بھی اہلِ بیتؑ سے بُغض نہ ہوگا۔

(تفسیر انوار النجف)

جنّت کے آٹھوں دروازوں کی مفاتیح (کُنجیاں)

مُلّا صدر الدین شیرازیؒ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

"بفرمانِ رسولِ اکرمؐ: نماز مومن کی معراج ہے۔"

پس معراج (حاصل کرنے) کی تیاری کے لیے ظاہری نجاسات و کثافات کو بدن و لباس سے دور کرے تاکہ اس کی روح اس معراج پر فائز ہوسکے۔ پھر پورے سکونِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے توجہ کے ساتھ زبان سے "اَللّٰہُ اَکْبَر" کے کلمات جاری کرے اور دعائے توجہ جو مستحب ہے پڑھے: جو یہ ہے: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ یہ دعاء اور مقامِ ابراہیمؑ ہے اُنھوں نے یہی کلمات ادا فرمائے تھے۔

جب روحانیت کے منازل اس حد تک طے ہو گئے تو اب جنّت کے دروازے کھلنے لگے: ترتیب یہ ہے

پہلا دروازہ: بابُ المعرفۃ:- اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنے سے کھلتا ہے کیونکہ اس سے شیطان بھاگتا ہے اور تکبّر دور ہوتا ہے۔

دوسرا دروازہ: بابُ الذِّکر:- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ کے زبان پر جاری کرنے سے کھلتا ہے۔

تیسرا دروازہ: بابُ الشُّکر:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کے پڑھنے سے کھل جاتا ہے

www.drhasanrizvi.com

چوتھا دروازہ :- بَابُ الرَّجَاءِ :- یہ دروازہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ پڑھنے سے کھل جاتا ہے۔

پانچواں دروازہ :- بَابُ الْخَوْف :- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ کی تلاوت سے کھلتا ہے۔

چھٹا دروازہ :- بَابُ الْاِخْلَاص :- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کے پڑھنے سے کھل جاتا ہے۔

ساتواں دروازہ :- بَابُ الدُّعَاءِ :- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ کے زبان پر جاری کرنے سے یہ دروازہ بھی کھل جاتا ہے

آٹھواں دروازہ :- بَابُ الْاِقْتِدَاء :- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ کے پڑھنے سے کھلتا ہے۔

پس جس طرح جنّت الخلد کے آٹھ باب ہیں اسی طرح معارفِ ربّانیّہ کی جنّت کے بھی آٹھ باب ہیں اور یہ اُن کی روحانی کنجیاں ہیں۔ *.... (تفسیر انوار النجف جلد ۸)

کون ہے جو جنت کا طالب ہو؟

حدیثِ قدسی میں ہے کہ: "اے آدمؑ کے بیٹے! جب بادشاہ ظلم کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور عرب والے بیجا تعصّب کی وجہ سے اور عالم حسد کی وجہ سے، اور محتاج لوگ جھوٹ کی وجہ سے، اور تاجر خیانت کی وجہ سے، اور کسان جہالت کی وجہ سے، اور عابد ریا کی وجہ سے، اور رئیس وغنی لوگ تکبّر کی وجہ سے، اور قاری غفلت کی وجہ سے اور اشیاء میں ملاوٹ کرنے والے، دھوکے اور کھوٹ کی وجہ سے، اور زکوٰۃ روکنے والے زکوٰۃ روکنے کی وجہ سے (جہنّم میں جائیں گے) پھر اے آدمؑ کے بیٹے! پس کون ہے جو جنّت کا طالب ہو؟

*...... (حدیثِ قدسی سورۃ ۲۸)

www.drhasanrizvi.com

وَ نَزَعنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ (۴۷) اور ہم نے (اُن کی آپس کی)

مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سینے کے اندر کی دشمنی تک کو دور کردیا۔

سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ ۴۷ اب وہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی

ہیں۔ اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔

یہ ہمارے دوست ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا کی قسم، یہ تم لوگ (یعنی ہمارے دوست) ہو، جن کے متعلق اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ: "ہم اُن کے دلوں کے کینے (یعنی آپس کی نفرتوں) کو نکال دیں گے۔" خدا کی قسم خدا نے اِس آیت میں سوا تمہارے کسی اور کو مراد نہیں لیا ہے۔"

*۔۔۔۔ (تفسیر صافی صـ۲۷۱ بحوالہ کافی)

نوٹ: یعنی یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں ہے جنھوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت اور ولایت کو تسلیم کیا، اور اُن کے احکام کی پیروی کی۔

*۔۔۔۔ (القرآن المبین)

ے نیاز اندر قیامت بے سروساماں نہ خواہی شُد
کہ از حُبّ و تولّائے علیؑ داری تو سامانی

*۔۔۔۔ (نیاز بریلویؒ)

یعنی: (نیاز بریلوی، جو صوفیہ کرام میں نیازیہ سلسلے کے بانی ہیں، فرماتے ہیں کہ:

اے نیاز! قیامت کے دن تُو بے سروسامان نہ رہے گا، اِس لیے کہ تیرے پاس علیؑ کی محبت جیسی قیمتی چیز موجود ہے۔)

★ لیکن یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ یہ خفگی یا ناراضگی جو مومنین میں دنیا میں

www.drhasanrizvi.com

کسی وجہ سے ہوتی ہوگی، اور وہاں دور کردی جائے گی، اُس کا لازماً دینی نظریات سے کوئی تعلق نہ ہوگا، کیونکہ جہاں اختلاف حق و باطل کا ہو، کفر و شرک کا ہو، ایمان و نفاق کا ہو، یا پھر ایسے حضرات سے خفگی ہو جن کی رضا اور جن کا غضب خدا کی رضامندی اور غضبناک ہونے کا معیار ہو، اور جو ہلاکت اور نجات کا معیار ہو، ایسی خفگی اس میں شامل نہیں ہوسکتی۔ مثلاً حضرت علیؑ کی ناراضگی اس میں شامل نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"یَا عَلِیُّ حُبُّكَ اِیْمَانٌ وَّبُغْضُكَ کُفْرٌ وَّنِفَاقٌ"

(اے علیؑ! تمہاری محبت ایمان ہے اور تم سے بغض اور دشمنی کفر و نفاق ہے)

★ یا حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"حَرْبُكَ حَرْبِیْ وَ سِلْمُكَ سِلْمِیْ" (الحدیث)

(اے علیؑ! تم سے جنگ مجھ سے جنگ کرنا ہے، اور تم سے صلح کرنا مجھ سے صلح کرنا ہے)

★۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

★ یا حضرت فاطمہؑ کے لیے حضور اکرمؐ نے فرمایا:

"فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ وَمَنْ اَغْضَبَنِیْ فَقَدْ اَغْضَبَ اللّٰهُ وَمَنْ اَغْضَبَ اللّٰهُ فَقَدْ کَفَرَ" (الحدیث)

یعنی: "فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا، اُس نے مجھے غضبناک کیا، اور جس نے مجھے غضبناک کیا اُس نے خدا کو غضبناک کیا، اور جس نے خدا کو غضبناک کیا وہ کافر ہوگیا۔"

★۔۔۔۔ (صحیح بخاری شریف باب فضائلِ فاطمہؑ زہرا)

★ غرض ایسے افراد سے عداوت اور ناراضگی اِس آیت کا مصداق نہیں ہوسکتی۔ البتہ ہماری

www.drhasanrizvi.com

ذاتی قسم کی عداوتیں اور ناراضگیاں ضرور وہاں دور کردی جائیں گی، تاکہ جنّت کا پورا لطف اور لذّت حاصل ہوسکے، اور کسی قسم کی کوئی ذہنی یا قلبی خلش اور بدمزگی باقی نہ رہے۔

کیونکہ جنّت میں ایسی کوئی بیماری نہ ہوگی جیسے کینہ، حسد، بغض، حزن وملال جیساکہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ:

"وہ بہشتی وہاں نہ مریں گے، نہ روئیں گے، نہ رنج وغم کریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے نہ مریض ہوں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہوگی نہ وہ غمناک ہوں گے، نہ وہ لوگ کبھی وہاں سے نکالے جائیں گے۔

پس جو شخص میری رضا کا طالب ہو اور میرے معزز گھر اور پڑوس کو چاہتا ہے پس وہ صدقہ کے ذریعے اور دنیا کو معمولی سمجھنے سے، اور کم رزق پر قناعت کرنے سے اس جنّت اور نجاتِ ابدی کو طلب کرے۔" ...... (حدیثِ قدسی سورۃ ۲۷)

★ لیکن ایسے لوگوں کی خفگی یا ناراضی، جن کی ناراضگی خدا کے ناراض ہونے کے مترادف ہو، جیسے حضرت فاطمہ یا حضرت علی یا اہلِ بیتِ رسول سے عداوت یا اُن کو غضبناک کرنا، آپس کی روزمرّہ کی خفگی یا ناراضی کے حساب میں شمار نہیں ہوسکتی۔

★.... (فصل الخطاب)

تفسیرِ عرفانی

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ بغض اور کینہ بُرے اوصاف میں سے ہیں۔ دنیا میں ان کا نفسِ انسانی سے نکلنا محال ہے۔ ہاں خدا جس پر فضل وکرم کرے۔ جس طرح حضرت آدم تزکیۂ نفس کے بغیر جنّت میں داخل نہ ہوسکے تھے۔ اسی طرح ہمیں بھی خدا کے فضل وکرم کی مدد سے اپنے اندر سے بُرے صفات نکالنے ضروری ہیں، اِس کے بغیر جنّت میں دخول ممکن نہیں۔

★.... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّ (۴۸) نہ تو انھیں وہاں کسی قسم کی کوئی

مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ○ ۴۸ محنت مشقّت (کرنی) ہے، اور

نہ وہ وہاں سے (کبھی) نکالے جانے والے ہیں۔

جنّتی لوگوں کی کیفیّت

اِس آیت کی تشریح اِس حدیثِ رسولؐ سے ہوتی ہے کہ فرمایا: "اہلِ جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے۔ کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی موت تم کو نہ آئے گی، اب تم ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی تم پر بوڑھاپا نہ آئے گا، اب تم ہمیشہ ہمیشہ یہیں مقیم رہو گے، یہاں سے کبھی کوچ نہ ہوگا۔" (الحدیث)

★ اِس کے علاوہ اِس کی تشریح اُن آیتوں سے بھی ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ "جنّتیوں کو اپنی لذّتیں حاصل کرنے میں کسی قسم کی کوئی محنت یا زحمت اُٹھانی نہ پڑے گی اُن کو جو وہ چاہیں گے فوراً بلا سعی و مشقّت حاصل ہوتا رہے گا۔

* ..... (تفہیم)

★ جزاء مکمل اُس وقت ہو سکتی ہے کہ جب اُس میں چار شرطیں ہوں:

(۱) فائدہ ہو (۲) احترام کے ساتھ دیا جائے (۳) ہر قسم کی تکلیف سے خالی ہو (۴) دائمی ہو۔ اِن آیتوں میں اِن چاروں باتوں کو بیان کر دیا گیا ہے۔

* ..... (تفسیرِ کبیر)

★ جنّت میں کسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے گی نہ کوئی حیلہ کرنا پڑے گا۔ وہاں ہر چیز کثرت سے ہوگی اور سوچتے ہی مل جائے گی۔

* ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ جنّت میں کسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑیگی نہ کوئی حیلہ کرنا پڑے گا۔ وہاں ہر چیز کثرت سے ہوگی، اور سوچتے ہی مل جائے گی۔

★ --- (روح البیان)

★ جنّتیوں کو دوسروں پر اُن کے بلند درجات کی وجہ سے حسد بھی نہ ہوگا۔ وہاں جو شخص جس درجے میں ہوگا بیحد خوش اور مطمئن ہوگا۔ کیونکہ وہاں حسد یا طمع کی جڑ ہی کاٹ دی جائے گی

★ ------ (تاویلات نجمیہ)

★ جنّت میں تسبیح پڑھنا واجب نہ ہوگا، اور نہ اُس کے پڑھنے میں کسی قسم کی زحمت ہوگی کیونکہ جنّت میں نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ کوئی مشکل یا زحمت۔ وہاں لوگ اس طرح تسبیح پڑھیں گے جیسے اچھے اچھے خیالات از خود دماغ میں آتے رہتے ہیں، وہی خیالات اور تصوّرات نہایت پرلطف اور پُرکیف ہوں گے۔

★ ------ (قرطبی)

خدا فرماتا ہے:-

★ "بہشتی لوگوں کو خدائے بزرگ و برتر قیامت کے دن کی تکالیف سے محفوظ رکھے گا، اُن کو تازگی اور خوش دلی عطا فرمائے گا، دنیا میں جو اُنھوں نے مصائب اور دکھ تکلیف پر صبر کیا ہوگا اُس کے بدلے بہشت کے باغات اور ریشم کی پوشاک عطا فرمائے گا وہاں وہ لوگ (اونچے اونچے) تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ وہاں دھوپ دیکھیں گے نہ شدّت کی سردی۔ اور گھنے درختوں کے اُن پر جھکے ہوں گے، میووں کے گچھے اُن کے بہت قریب ہوں گے جن پر انھیں ہر طرح کا اختیار ہوگا۔ اُن کے سامنے چاندی کے ساغر اور شیشے کے نہایت شفاف گلاس ہوں گے۔ جو چاندی کے ہوں گے، اور وہاں انھیں ایسی شراب و مشروبات پلائی جائیں گی جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی، جن میں نہ نشہ ہوگا نہ چکر آئیں گے۔ اُن کی خدمت کیلئے غلمان ہوں گے، حوریں اُن کی دلجوئی کے لیے موجود ہوں گی، پرندوں کے بھنے ہوئے گوشت ہوں گے جب چاہیں گے استعمال کریں گے۔"

(القرآن)

www.drhasanrizvi.com

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا (۴۹) (تو تم) میرے بندوں کو خبر دے
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ ۴۹ دو کہ میں بہت زیادہ معاف کرنے
والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہوں۔

مومن کی کیفیّت

★ خدا سے خوف اور اُمید کا رکھنا ہی ایمان کا جوہر ہے
★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تبیان)

★ بندہ جب خدا کی رحمتِ بےکراں دیکھتا ہے، تو اُسے نجات کی اُمید ہی اُمید نظر آتی ہے مگر جب اپنے گناہوں کی کثرت اور شدّت کو دیکھتا ہے تو اُس کا دل بیٹھنے لگتا ہے اور خدا کے عذاب کے تصوّر سے کانپ کانپ اُٹھتا ہے۔ یہی چیز اُس کی اصلاح کا سبب بنتی ہے، اور یہی ایمان کی پہچان اور معیار ہے۔

بہر حال یہاں پر خدا نے اپنی رحمت اور مغفرت پر تاکید کے تین تین طریقے جمع کر دیے ہیں۔
(اَنِّيْ - اَنَا - ال)
★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر کبیر)

گناہگار مومنین کے لیے خوشخبری

اب جبکہ جنّت کی نعمتوں کو نہایت مؤثّر طریقے سے بیان کیا جا چکا، اور یہ بھی بتایا جا چکا کہ جنّت متقین کے لیے ہے، تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ گناہگاروں کو غم ہوگا کہ ہم بھلا ایسی عظیم نعمتوں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اِس لیے محبّت بھرے لہجے میں خداوندِ عالم فرما رہا ہے کہ اے نبیؐ! میرے گناہگار بندوں کو بتا دو کہ "میں بڑا معاف کرنے والا (غفور) اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا (رحیم) ہوں۔" اِس لیے اگر تم نے گناہ کیے ہیں تو مجھ سے

www.drhasanrizvi.com

سچے دل سے معافی مانگو اور اپنی اصلاح کی کوششیں کرو تو تم بھی جنّت کی نعمتیں پا سکتے ہو۔

اِس پر مزید احسان یہ فرمایا کہ ہم گناہگاروں کو "عِبَادِیْ" (میرے بندے) ارشاد فرمایا ۔۔۔ سبحان اللہ: ؎ دوستاں را کجا کنی محروم ٭ تو کہ بر دشمناں نظر داری

؎ میں گنہگار، سیہ کار، خطا کار سہی
کس کو بخشے تری رحمت جو گنہگار نہ ہو

گنہگار مومنوں پر اللہ اور فرشتے درود بھی بھیجتے ہیں

کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے اسی لیے وہ گنہگار مومن بندوں پر خود بھی دُرود بھیجتا ہے اور فرشتوں کو بھی اِس کارِ خیر میں اپنے ساتھ شامل کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝" (سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۴۱-۴۲-۴۳)

(یعنی) "اے مومنو! اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو" اور صبح و شام اُس کی تسبیح (بھی) کرتے رہا کرو۔ وہ (اللہ) وہی (پاک و منزّہ ذات ہے) جو تم پر درود (رحمتیں) بھیجتا ہے، اور اُس کے فرشتے بھی، تاکہ تمھیں ظلمتوں (گناہوں) سے نکال کر نور (ہدایت) کی طرف لے آئے اور وہ تو مومنوں کے لیے رحیم (بہت رحم کرنے والا) ہے۔" (القرآن)

★ لیکن قرآن ہمیشہ رحمت کے ذکر کے ساتھ ساتھ اُس کے سوءِ استفادہ کو ضرور روکتا ہے تاکہ خوف اور اُمید کے درمیان اعتدال برقرار رہے، تاکہ ہماری صحیح تربیت ہو سکے۔ لہٰذا بغیر کسی فاصلے کے سزا کا بھی ذکر فرما دیتا ہے۔ ★ ---- (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ○ (۵۰) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میری سزا بھی بڑی سخت تکلیف دینے والی سزا ہے۔ ۵۰

خدا سے خوف اور اُمید رحمت

گزشتہ آیت میں خدا سے معافی اور رحمت کی اُمید کا سبق دیا گیا ہے اور اب خدا کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔ یہی اُمید اور خوف کا اجتماع ایمان کا جوہر ہے۔ یہی خوف اور اُمید ایمان کی تکمیل کرتے ہیں۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ: اے لوگو! فقط میری معافیوں پر اُمید رکھتے ہوئے گناہوں پر گناہ نہ کرتے چلے جانا اور میرے عذاب کے خوف کے سبب گناہوں سے بچنا، اور میری اطاعت کرتے رہنا۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر تبیان)

★ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اگر مومن کے دل میں خدا کے خوف اور رحمت کی اُمید کو تولا جائے گا، تو دونوں پلّے برابر ہوں گے۔"

★ ۔۔۔۔ (الکافی)

★ عرفاء کے نزدیک خدا کا خوف اتنا ہونا چاہیئے کہ اگر قیامت میں خدا یہ اعلان فرمائے کہ آج میں ہر شخص کو معاف کر دوں گا سوا ایک آدمی کے۔" تو ہم یہی سمجھیں کہ وہ آدمی صرف میں ہوں جو لائقِ سزا ہوں۔ اور اگر خدا قیامت میں یہ اعلان فرمائے کہ "آج میں کسی کو نہیں بخشوں گا سوا ایک آدمی کے" تو میں یہ سمجھوں کہ بس وہ میں ہی ہوں کہ جس پر خدا مہربانی فرمائے گا۔

www.drhasanrizvi.com

نوٹ : خدا نے اِس آیت میں اپنے عذاب کو اپنی صفت فرما کر صراحۃً نہیں فرمایا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ مغفرت اور رحمت خدا کی ذات اور رحمت کا تقاضا ہے لیکن عذاب اور سزا اُس کا ذاتی تقاضا نہیں۔ عذاب اُس کے عدل کا تقاضا ضرور ہے۔ مگر خدا کے قول کے مطابق خدا کی رحمت اُس کے غضب پر وسیع ہے، اِس لیے خدا اپنی رحمت اور معافی کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ صفتِ عفو سے خدا کو پیار ہے۔

(روح البیان) - - - - ★

★ روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ کے درمیان ملاقات ہوئی، کسی بات پر حضرت عیسیٰؑ ہنسے۔ حضرت یحییٰؑ نے ارشاد فرمایا: "مجھے آپ کی ہنسی پر تعجب ہوتا ہے۔ "کیا آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہیں؟" حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ: "میں آپ کو ہمہ وقت غمگین پاتا ہوں کیا آپ اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں؟

پھر دونوں نے یہ طے کیا کہ: ہم خداوندِ عالم سے اِس بات کا فیصلہ کروائیں۔

اللہ نے پیغام بھیجا کہ: "آپ دونوں میرے محبوب ہیں۔ کیونکہ آپ دونوں کا میرے بارے میں اچھا گمان ہے لیکن مجھے خوش، مطمئن، ہنستا، کھلتا، مسکراتا چہرہ زیادہ پسند ہے، جبکہ اُس کو میری رحمت سے وابستگی اور اُمید ہو۔"

(روح المعانی) - - - - ★

★ حضرت مسروقؒ فرمایا کرتے تھے کہ: "خدا کا خوف اُمید سے پہلے ہونا چاہیے۔ اِس لیے کہ خدا نے جنّت کو اُس جگہ بنایا ہے کہ وہاں جانے کے لیے پہلے جہنّم کو عبور کرنا پڑے گا۔"

(روح البیان) - - - - ★

★ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمتِ خدا سے مایوس اور اُس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے نا اُمید نہ کرے، اور نہ اُنھیں عذابِ خدا سے بالکل مطمئن کر دے۔"

(نہج البلاغہ اردو ترجمہ صفحہ ۸۳) - - - - - ★

www.drhasanrizvi.com

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ ۵۱

(۵۱) اور اُن سے ابراہیمؑ کے مہمانوں کا واقعہ تو بیان کیجیے۔

وقفِ لازم

إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ ۵۲

(۵۲) جب وہ اُن کے پاس آئے اور سلام کیا تو ابراہیمؑ نے کہا: ہمیں تو تم سے ڈر لگ رہا ہے۔

فرشتے حق لے کر اُترتے ہیں

۱ یہاں حضرت ابراہیمؑ اور قومِ لوط کا قصہ اس لیے سنایا جا رہا ہے کہ کفار، رسولِ خدا ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر تم سچے رسول ہو تو فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جا رہا ہے کہ "فرشتے خواہ مخواہ نہیں اُترتے۔"

پہلے فرمایا تھا کہ "فرشتے حق لے کر اُترا کرتے ہیں" اب بتایا جا رہا ہے کہ: ایک حق (حقیقت) تو وہ ہے جو فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری کی شکل میں لیکر آئے تھے، اور دوسرا حق (حقیقت) وہ عذاب تھا جو فرشتے قومِ لوط پر لائے تھے۔ اب تم خود سوچ لو کہ تمہارے پاس کونسا حق لے کر فرشتے آسکتے ہیں۔ ابراہیمؑ والے حق کے تو تم لائق نہیں ہو تو اب کیا اُس حق کے ساتھ فرشتوں کو بلوانا چاہتے ہو جسے وہ قومِ لوط کے پاس لے کر نازل ہوتے تھے۔ یعنی خدا کا دردناک عذاب؟ ★... (تفہیم)

حضرت ابراہیمؑ کا خوف کھانا

۲ اگرچہ بظاہر فرشتوں کے بیان میں کوئی خوف کا ذکر نہ تھا، مگر کیونکہ ساتھ میں لوط کی قوم پر عذاب کا ذکر بھی تھا اس لیے حضرت ابراہیمؑ کے دل پر اس کا اثر پڑا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے دل کی صفائی تھی کہ اُن کو عذاب آنے کی خبر کا پہلے ہی سے اندازہ ہو گیا۔ ★... (موضح القرآن)

★ فرشتوں نے کھانا کھانے سے انکار کیا تو ابراہیمؑ ڈرے کہ اُس زمانے میں کوئی کسی کو قتل کرنے آتا تو اُس کے گھر کھانا نہ کھاتا تھا، یا ڈاکہ ڈالنے کی نیت سے آتے تو وہ بھی کھانا نہ کھاتے تھے۔ ★... (جلالین)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ (۵۳) اُنھوں نے کہا: "ڈریے نہیں۔
بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ ۵۳ ہم تو آپ کو ایک صاحبِ علم لڑکے[1]
(کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دیتے ہیں۔

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ (۵۴) ابراہیمؑ نے کہا: "ارے کیا تم
مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ مجھے بڑھاپے میں[2] اولاد ہونے کی خوشخبری دیتے
تُبَشِّرُوْنَ ۝ ۵۴ ہو؟ بھلا یہ کیا خوشخبری ہے جو تم مجھے سنا رہے ہو؟

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا (۵۵) اُنھوں نے کہا: "ہم آپؑ کو سچی
تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ ۵۵ خوشخبری دے رہے ہیں۔ آپؑ
نا اُمید[3] نہ ہوں۔"

---

۱ ★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ" (عالم لڑکے) سے مراد حضرتؑ اسماعیلؑ ہیں۔" ★ (تفسیر صافی ص ۲۷۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

۲ ★ حضرت ابراہیمؑ کا اس بات پر تعجب کرنا کہ "اس بڑھاپے میں اولاد کیسے ہوگی"۔ اس کے بارے میں
شاہ عبدالقادر صاحب نے نتیجہ نکالا کہ: "کاملین بھی ظاہری اسباب سے متاثر ہوتے ہیں۔" ★ (موضح القرآن فصل الخطاب)

۳ ★ فرشتوں کا مقصد یہ تھا کہ: "اے ابراہیمؑ! آپؑ نا اُمید نہ ہوں"۔ یعنی اپنے بڑھاپے پر نظر نہ فرمائیں۔ کیونکہ فقط
اسبابِ عادیہ پر نظر رکھنے سے وسوسے اور نا اُمیدی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ حضرتؑ ابراہیمؑ نے فرمایا: "بھلا اپنے پالنے والے عظیم
مالک کی رحمت سے کون مایوس اور نا اُمید ہو سکتا ہے؟ فقط گمراہ لوگ ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔" ★... (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ (۵۶) ابراہیمؑ نے کہا: "اپنے پالنے والے
رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ○ ۵۶ مالک سے بھلا کون ناامید ہوگا سوائے
گمراہ لوگوں کے۔"

خدا کی رحمت اس کے غضب سے وسیع ہے

جب اللہ نے قومِ لوط پر عذاب بھیجنا چاہا تو ساتھ ساتھ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کی دلداری بھی فرمائی۔ اسی لیے عذاب لانے والے فرشتوں کو عذاب لانے سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بیٹے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا، پھر بعد میں حضرت لوطؑ کی قوم کی ہلاکت کی خبر دی۔ (عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی رحمت اُس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔)

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن کی تعلیم میں رجائیت (اُمید) کا عنصر ہمیشہ غالب رہتا ہے، ناامیدی کی جڑیں بار بار کاٹی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام کو حضرت ابراہیمؑ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔

★ ..... (ماجدی)

★ اسی لیے خدا کی رحمت سے ناامید ہونے کو اکبر الکبائر (یعنی سب سے بڑے گناہوں) میں شمار کیا گیا ہے۔ خدا کا ارشاد واضح اور دلیلِ قاطع ہے۔ کہ: "اے میرے وہ بندو! کہ جنھوں نے (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (یعنی خود کو نقصان پہنچایا ہے) اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا۔ اللہ تمھارے تمام گناہ معاف فرما دے گا (کیونکہ) وہ بڑا معاف کرنے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔"

★ ..... (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسول ؐ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں کہ:

" ہمارے گناہ کتنے بھی زیادہ کیوں نہ ہوں، مگر اے خدا! تیری رحمت سے کبھی وسیع نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ تیری رحمت ہر چیز سے وسیع اور سب پر حاوی ہے۔"

★ . . . . (صحیفۂ سجادیہ)

★ خاص طور پر اللہ کی رحمت اُن لوگوں کے شاملِ حال ضرور ہوتی ہے جو خدا سے رحمت اور معافی کا سوال کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہم کو یہ دعا تعلیم کی گئی ہے کہ:

" اے ہمارے مالک! ہم نے تجھے دل سے مان لیا، اس لیے تو ہمیں اپنی رحمت میں ڈھک لے، ہم پر رحم فرما، ہمیں معاف کر دے۔ حقیقتاً تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

★ . . . . (القرآن)

★ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کو جو دعا تعلیم کی گئی ہے ہمیں بھی اُس کا سہارا لینا چاہیے۔ فرمایا:

" رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ " (الاعراف آیت ۲۳)

یعنی: "اے ہمارے پالنے والے مالک! ہم نے اپنا نقصان آپ ہی کر لیا۔ اور (اب) اگر تُو ہمیں معاف نہ فرما دے گا، اور ہم پر رحم نہ کرے گا، تو ہم سخت گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

★ اسی طرح قرآن نے ہمیں ایک نہایت جامع دعا تعلیم فرمائی ہے:

" رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ " (بقرہ ۲۰۱)

یعنی: "اے ہمارے مالک! ہمیں دنیا کی بھی نیکی و اچھائی عطا فرما، اور آخرت کی نیکی (کا کثیر ثواب) عطا فرمانا، اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچائے رکھنا۔"

www.drhasanrizvi.com

★ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی جناب کمیلؓ کو ایک دعا تعلیم فرمائی جس میں دعا فرماتے ہیں کہ:

"(اے میرے) مالک! میں تو اتنا کمزور ہوں کہ تیری دُنیوی بلاؤں تک کو برداشت نہیں کرسکتا، حالانکہ وہ تو تیری رحمت اور امتحان کا ذریعہ ہیں، تو بھلا میں تیری سزاؤں اور عذاب کو کس طرح برداشت کرسکوں گا، جو تیرے غضب کا نتیجہ ہوگا..." (دعائے کمیل)

★ اِس قسم کی دعائیں اور جذبات یقیناً خدا کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہیں، جبکہ انسان اپنے گناہوں پر شرمندہ بھی ہو، اور اپنی اصلاح کے لیے کوشاں بھی ہو۔

★.... (مؤلف)

★ رہا حضرت ابراھیمؑ کا یہ فرمانا کہ: "اپنے پالنے والے مالک سے بھلا کون نااُمید ہوگا؟" یہ استفہامِ انکاری ہے۔ یعنی مجھے خدا کی رحمت پر کسی قسم کا شک نہیں، وہ جس طرح چاہے اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ ہاں گمراہ لوگ جنھیں خدا کی رحمت کی معرفت نہیں وہی لوگ خدا کی رحمت سے مایوس ہوسکتے ہیں۔

محقّقین نے نتیجے نکالے

(۱) اگر بندہ خدا سے اُمید رکھے تو ناممکن حالات میں بھی مطلوب حاصل ہوسکتا ہے۔ (۲) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۳) وہ اسباب کا محتاج نہیں۔ (۴) لہٰذا کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے خواہ بظاہر حالات کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں۔ (۵) خدا طالبِ صادق کو ضرور نوازتا ہے۔ (۶) بعض اوقات خدا کی رحمت اور عظیم کامیابیاں بڑھاپے میں حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے عظیم عارف قفال اور قدروں اگرچہ بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکے تھے پھر بھی عرفان و کمال سے نوازے گئے، اور اس طرح نوازے گئے کہ لوگ حیران ہوگئے۔

★.... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا (۵۷) پھر ابراہیمؑ نے پوچھا: "اے
الْمُرْسَلُوْنَ ○ ۵۷ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمھاری
اصل مُہم (مقصد) کیا ہے"

قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ (۵۸) انھوں نے کہا: "ہم ایک مجرم
مُّجْرِمِيْنَ ○ ۵۸ اور گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

فرشتے انسانی شکلوں میں حضرتؑ ابراہیمؑ کی طرف بھیجے گئے

محققین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال سے نتیجہ نکالا کہ "فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا کسی غیر معمولی کام ہی کے لیے ہوا کرتا ہے۔ کوئی بڑی مُہم درپیش ہوتی ہے تب فرشتے انسانی شکل میں بھیجے جاتے ہیں"۔ ★---- (تفہیم)

★ یہ نبوّت کی فراست تھی کہ حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ فرشتے انسانی شکل میں صرف اتنے سے کام یعنی مجھے خوشخبری دینے کے لیے تو نہیں آسکتے، اس لیے پوچھا کہ آخر آپ لوگوں کا اصل مقصد، مہم یا مشن کیا ہے؟ ★.... (ماجدی)

(جیسا کہ ماجدی نے لکھا)

★ بڑھاپے میں بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دینا کوئی اتنا سا کام نہ تھا جبکہ اسی کام کے لیے انسانی شکل میں خدا نے جبرئیل کو بھیجا۔ سورۃ مریم کی آیت ۱۹ کی تفسیر میں ہے، کہ: "حضرتؑ جبرئیل ایک بے ریش نوجوان مرد کی شکل میں اُن کے پاس آئے"۔ (تفسیر انوار النجف) ..... جبرئیلؑ نے کہا: میں خدا کا فرستادہ ہوں اور تجھے ایک پاکیزہ بچے کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ★ (انوار النجف) اس لیے ماجدی کا یہ خیال باطل ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ (۵۹) سوائے لوطؑ کے گھر والوں کے، کہ
اَجْمَعِيْنَ ۙ ۵۹ اُن سب کو تو ہم ضرور بچا لیں گے۔
اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا (۶۰) سوائے اُن کی بیوی کے۔ اُس کے
لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۠ ۶۰ لیے تو ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ تو
ضرور اُن سے چھوٹ کر پیچھے رہ جانے والوں ہی میں شامل ہوگی۔ ع ۴
فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ (۶۱) پھر جب یہ (خدا کے) بھیجے ہوئے (فرشتے)
اِۨلْمُرْسَلُوْنَ ۙ ۶۱ لوطؑ کے گھر والوں کے پاس آئے

---

[1] ملائکہ کا یہ فرمانا کہ "ہم نے طے کر لیا ہے کہ حضرت لوطؑ کی بیوی ضرور اُن سے چھوٹ کر پیچھے رہ جانے والوں میں شامل ہوگی"۔ کیونکہ ملائکہ کو خدا کا قربِ خاص حاصل ہے اور وہ خدا کے خاص بندوں میں شامل ہیں۔ اِس لیے وہ اپنے مالک کے بجائے اپنا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ: "ہم نے طے کر لیا ہے"۔

جس طرح بادشاہ کے مقرّب اور خاص نوکر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ "ہم نے اِس بات کا حکم دیا ہے" حالانکہ وہ حکم اُن کا نہیں ہوتا، بلکہ اُن کے مالک کا ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ مقرّب بندوں کا اِس طرح کہنا خدا کا کہنا ہوتا ہے۔ یہ کمالِ قُرب کا نتیجہ ہے۔

★ مثلاً اللہ کا یہ فرمانا: "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" [2]..... (روح البیان) "اے رسولؐ! اور وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکیں، بلکہ اللہ نے پھینکیں" [3] (حالانکہ کنکریاں آنحضرتؐ نے پھینکی تھیں لیکن اللہ... منسوب کر لیا)

[2] الانفال ۸ آیت ۱۷

[3] (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ ۝ (۶۲) تو لوطؑ نے کہا: "آپ لوگ تو اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔[۱]

قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰكَ بِمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ ۝ (۶۳) انھوں نے کہا: "(نہیں) بلکہ ہم تو وہی (عذاب) لے کر آئے (کے آنے) میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔

وَاَتَيۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّا لَـصٰدِقُوۡنَ ۝ (۶۴) اور ہم آپ کے پاس ایک ٹھوس حقیقت[۲] لے کر آئے ہیں اور حقیقتاً ہم بالکل سچّے ہیں۔

حضرت لوطؑ کی پریشانی کا سبب

[۱] حضرت لوطؑ کی گھبراہٹ کی وجہ خود قرآن سے اور روایات یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرشتے نہایت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ اور حضرت لوطؑ اپنی قوم کی حرکتوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس لیے سخت پریشان تھے کیونکہ آئے ہوئے مہمانوں کو واپس کرنا جائز نہیں، اور اُن کو اُن بدمعاشوں سے بچانے کی کوئی صورت بظاہر ممکن نہ تھی۔ ★ ... (تفہیم)

[۲] ★ "بِالۡحَقِّ" حق کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے۔ (۱) امرِ واقع (۲) صدق (۳) ذاتِ پروردگار (۴) دینِ اسلام (۵) قیامت (۶) موت (۷) عذاب (۸) حکمت وغیرہ۔ اور یہاں "حق" سے مراد عذاب ہے ★ ... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾

(۶۵) اب آپؑ، رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے جائیے، اور آپؑ خود ان کے پیچھے پیچھے چلیئے گا اور آپؑ میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ بس سیدھے چلتے ہی چلے جائیے گا جہاں جانے کا آپؑ کو حکم دیا جائے۔

حضرت لوطؑ کو مع اہل و عیال بستی چھوڑ دینے کا حکم

حضرت لوطؑ کو خدا کا یہ حکم دینا کہ: "پیچھے پلٹ کر کوئی نہ دیکھے" یعنی قوم لوطؑ پر جو گذرے، اُس سے بے پرواہ ہو کر جاؤ۔ اُن سے ہر قسم کی ہمدردی اور تعلق کو ختم کر دو۔ (یہ بھی ایک قسم کا علمی تبرّا تھا۔ یعنی بدمعاشوں اور ظالموں سے لاتعلقی اور بیزاری)

★ ..... (تفسیر انوار النجف، فصل الخطاب)

★ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ ظالموں سے کسی قسم کا قلبی تعلق خدا کو پسند نہیں۔

★ مگر اس سلسلے میں شاہ عبدالقادر صاحب نے خوب نکتہ لکھا:

"(حضرت لوطؑ کی) عورت دل سے منافق تھی، لیکن حق تعالیٰ بغیر تقصیرِ ظاہر کے عذاب نہیں کرتا۔ (اس لیے) ایک ایسا حکم بھیجا کہ اُس سے نہ ہو سکا (اور اس طرح اُس کی منافقت ظاہر ہو گئی)، حکم یہ تھا کہ پیٹھ پھیر کر نہ دیکھنا۔ پھر اِس گناہ میں (کہ اُس عورت نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا تو خدا نے اُس کو) عذاب میں پکڑا۔"

★ ..... (موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ دوسرا خیال یہ بھی ہے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنے کا کوئی مستقل حکم نہ تھا۔ بس مقصد صرف اتنا تھا کہ خدا کے حکم پر بلا چون وچرا روانہ ہو جاؤ۔ جیسے محاورے میں کہا جاتا ہے کہ اِدھر اُدھر نہ دیکھو، بس سیدھے چلے جاؤ۔

★۔۔۔۔ (تفسیر تبیان)

★ محقّقین نے اِس آیت سے (۱) ظالموں، جابروں، بدکاروں، فاسقوں، فاجروں سے برأت اور تبرّے کو ثابت کیا ہے۔

★۔۔۔۔ (ماجدی)

(۲) حضرت لوطؑ کی بیوی کے بُرے انجام سے ثابت ہوا کہ کسی نبیؐ سے ازدواجی رشتہ یا کوئی اور قریبی رشتہ بغیر قلبی تعلق اور نبیؐ کے اتّباع کے مفید نہیں ہوتا۔

★۔۔۔۔۔ (روح البیان)

★ عرفاء نے اِس حکم سے یہ نتیجہ نکالا کہ:

(۳) سالک کے لیے لازم ہے کہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے، بس اپنی زندگی خدا کی اطاعت کے لیے وقف کر کے اطاعت کی زندگی گذارتا چلا جائے۔

؎ مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

★۔۔۔۔۔۔ (اقبال)

★ حضورِ اکرمؐ کا مرتبہ اسی لیے اور بلند ہوا کہ شبِ معراج آپؐ نے کسی جانب توجّہ نہ فرمائی صرف اور صرف خالق اور مالک کی طرف متوجّہ رہے۔ اِسی لیے قابَ قوسَینِ اَو اَدنیٰ کے کمالِ قرب کے درجے پر فائز ہوئے، یہی عالَمِ ذات ہے۔ کوئی چیز آپؐ کی توجّہ اپنی طرف مبذول نہ کر سکی آپؐ ذاتِ خداوندی کی طرف متوجّہ رہے۔

★۔۔۔۔ (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ (٦٦) (غرض اس طرح) ہم نے لوطؑ کو
الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ اپنے اس فیصلے کی اطلاع دے دی[1]
مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝ ٦٦ کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ بنیاد، اصل نسل کاٹ کر رکھدی جائے گی۔

وَجَاۗءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ (٦٧) (اُدھر) شہر کے لوگ بہت
يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ ٦٧ خوش خوش (لوطؑ کے گھر) آپڑے۔[2]

---

[1] "قَضَيْنَا" یعنی ہم نے لوطؑ کو اطلاع دے دی تھی کہ صبح تک یہ سب عذاب میں گرفتار کرلیے جائیں گے اور ان سب میں سے جو بعد میں معذّب ہوگا وہ بھی صبح تک ختم ہوجائے گا، یا یہ کہ اُن کی پوری نسل ختم کردی جائے گی۔
* ..... (تفسیر انوار النجف)

[2] ★ یہاں "مدینہ" یعنی شہر سے مراد "شہرِ سدوم" ہے۔ * ... (تفسیر صافی ص۲۷۳)

★ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ سدوم کے لوگ جن کا تعلّق قومِ لوط سے تھا کسقدر بے شرم، اور بے حیا تھے کہ (۱) یہ سنتے ہی کہ چند خوبصورت لڑکے حضرت لوطؑ کے گھر مہمان اُترے ہیں پورا شہر ٹولیوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے گھر چڑھ دوڑا۔ (۲) اس پر مزید یہ کہ وہ لوگ ایکدوسرے کو خوشخبری دے رہے تھے۔ (یستبشرون) ایسے شرمناک عمل کو اگر کوئی انجام بھی دیتا ہے تو چھپ چھپا کر۔ لیکن کسقدر بے شرم تھے وہ لوگ کہ کھلم کھلا ایکدوسرے کو خوشخبریاں دے رہے تھے کہ چلو شکار ملا۔ یعنی کسی قسم کی کوئی حیا، شرم، غیرت نام کی کوئی چیز اُن میں باقی نہ رہی تھی۔ * .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ (۶۸) لوطؑ نے کہا: "یہ تو میرے مہمان
فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ ۶۸ ہیں، تم مجھے رُسوا نہ کرو۔ [1]"

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ (۶۹) اور اللہ سے ڈرو۔ مجھے ذلیل تو نہ کرو۔"

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ (۷۰) وہ بولے: "ہم نے تم کو بار بار
عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۷۰ منع کیا ہے کہ تم دنیا بھر کے ٹھیکیدار نہ بنو۔ [2]"

---

[1] حضرت لوطؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ: "اے قوم! میرے مہمانوں پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کر رہے ہو، اس سے میری سخت ذلّت اور رُسوائی ہوگی۔ میرے مہمان یہ سمجھیں گے کہ میری قوم میں میری کوئی عزّت نہیں ہے۔
*---- (روح المعانی)

★ اس سے معلوم ہوا کہ (۱) مہمان کی عزّت میزبان کی عزّت ہوتی ہے۔ اور مہمان کو ذلیل کرنا میزبان کو ذلیل کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔

(۲) نیز یہ کہ مہمان کو ہر قسم کی ذلّت اور نقصان سے بچانا واجب ہے۔
*---- (مؤلف)

[2] ★ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ:

حضرت لوطؑ کی قوم نے حضرت لوطؑ کو منع کر دیا تھا کہ وہ لوگوں کو مہمان نہ بنایا کریں اور نہ اُن کی مہمانی کیا کریں۔ *.... (تفسیر صافی ص۲۷۳)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (۷۱) (آخر لوطؑ نے تنگ آکر) کہا: "اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری (قوم کی) بیٹیاں) موجود ہیں (ان سے شادیاں کرلو)"

ہم جنس پرستی باعثِ عذاب ہے

اُمّت کی بیٹیاں بھی ہر نبیؑ کے لیے اپنی بیٹیوں ہی کی طرح ہوتی ہیں، اس لیے کہ ہر نبیؑ اُمّت کے باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت لوطؑ کی مراد اپنی طبعی بیٹیاں تو ہو ہی نہیں سکتیں، اس لیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ چار مذکور ہوئی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف سارا شہر گھر پر دھاوا بول رہا تھا۔

(ماجدی)

★ حضرت لوطؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر تم کو اپنی جنسی تسکین کی خاطر کچھ کرنا ہی ہے، تو اُس کو جائز طریقے سے تسکین دو۔ حرام کام کیوں کرتے ہو؟ اللہ نے عورتوں کو مردوں کی جنسی تسکین کے لیے پیدا فرمایا ہے (جن سے نسل کی افزائش بھی ہے۔) لڑکوں سے یہ کام لینا جائز نہیں، بلکہ غیر فطری ہے

(روح البیان)

نتیجے بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کے دو لیڈروں کو اپنی بیٹیوں سے شادی کی پیش کش فرمائی تھی اور اس پیش کش سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ "(۱) ہر مومن کو برائی کو روکنے کے لیے ہر ممکن امکانی کوشش کرنی چاہیئے۔ (۲) جنسی تسکین عورتوں کے ذریعے حاصل کرنی چاہیے، لڑکوں کے ذریعے حاصل کرنا حرام ہے۔ (۳) ہم جنس پرستی اکبر الکبائر گناہوں میں سے ہے۔

(روح) (بقول حضرت امام علی رضاؑ)

www.drhasanrizvi.com

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ (۷۲) آپؐ کی جان کی قسم، اُس وقت
سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ ۷۲ تو وہ لوگ (اپنی بدمعاشی اور مستی کے)
نشے میں اندھے اور آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: "خدا یہ فرمارہا ہے کہ "اے رسولؐ! تیری جان کی قسم! قومِ لوط اسقدر مست اور دیوانہ ہو رہی تھی کہ حضرت لوطؑ کی بات تک سننے کو تیار نہ تھی۔"
★ ---- (موضح القرآن)

★ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ: "قصہ کے درمیان اِس جملے کا آنا، اصل میں مکّہ والوں کو تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ اے مشرکینِ مکّہ! تمہارا بھی وہی حال ہے جو قومِ لوط کا تھا۔ (وہ جنسی بدکاری کی مستی میں تھے اور تم تکبّر کے نشے میں رسولِ اکرمؐ کی بات سننے کو تیار نہیں ہو۔)

حضور اکرمؐ کی فضیلت

شاہ ولی اللہ

حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ: "خدا کو حضورِ اکرمؐ کی جان سے زیادہ کوئی جان عزیز نہیں ہے۔ اِسی لیے شاید خدا نے سوا ہمارے رسولؐ کے کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی۔"
★ ---- (روح البیان)

قسم کھانے کا فلسفہ

عربی ادب میں قسم کھانے کا ایک مقصد بات کو موکّد کرنا بھی ہوتا ہے یعنی۔ جو بات کہی جارہی ہے وہ بہت اہم ہے۔ (اِس لیے یہاں پر حضورِ اکرمؐ کی قسم کھا کر یہ بتایا گیا کہ یہ بات بہت اہم ہے کہ لوط کی قوم والے ہم جنس پرستی میں بدمست ہو رہے تھے، اور تم لوگ اپنے تکبّر کی مستی کی بے راہ روی سے تباہی کے راستے پر جارہے ہو۔ اور حضورؐ کی جان کی قسم کھا کر یہ بتایا کہ خدا کے نزدیک حضورؐ کی جان سب جانوں سے زیادہ عزیز ہے)
★ ---- (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ مُشۡرِقِيۡنَ ۙ (۷۳) بس پھر (کیا تھا) سورج کے نکلتے ایک زبردست دھماکہ نے اُنھیں دلوچ لیا۔

فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ (۷۴) پھر تو ہم نے اُس بستی کے اوپر کے حصّے کو (اُٹھاکر) نیچے دبادیا اور

اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ؕ ۷۴ اُس پر (بہ کیاکہ) پکّی ہوئی مٹّی کے پتّھروں[۱] کی موسلا دھار بارش برسادی۔

---

[۱] "پکّی ہوئی مٹّی کے پتّھر" ممکن ہے کہ شہاب ثاقب ہوں یا آتش فشاں کی آگ کے پتّھر ہوں جو زمین سے نکل کر اُڑے ہوں اور پھر اُن پر بارش کی طرح برسے ہوں۔ ممکن ہے کہ سخت تیز آندھی نے اُن پر یہ پتّھراؤ کیا ہو۔

٭ - - - - - - (تفہیم)

★ موجودہ نشانات بھی اس تباہی کے گواہ ہیں۔ توریت میں ہے کہ:
"تب خداوند نے سدوم اور عمورہ (کے شہروں) پر گندھک اور آگ آسمان پر سے برسائی۔ اور اُس نے اُن شہروں، بلکہ اُس سارے میدان کو، اور اُس کو جو زمین سے اُگا تھا نیست و نابود کردیا۔" (خس کم جہاں پاک)

٭ - - - - - - (پیدائش ۱۹ : ۲۴، ۲۵)

★ "سِجِّيۡلٍ" بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ فارسی سے عربی میں منتقل ہوا ہے۔ پس سنگ سے سجّیل بنا لیا گیا۔ بعض نے کہا: سجّیل سے مراد آسمانِ اوّل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خدا نے اُن کے سروں پر ایک بادل بھیج دیا جس سے اولوں کی طرح اُن پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ حقیقتاً اِس قصّے میں سمجھ دار پہچان والوں اور غور سے دیکھنے والوں کے لیے عبرت کی بڑی نشانیاں ہیں۔

★ "متوسمین" کے معنی ہیں "بڑے سمجھ دار" اور فراست رکھنے والے" یعنی: ایسے لوگ جو نشانیاں دیکھ کر حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ ★..... (تفسیر صافی صـ ۲۷۳)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: "آنحضرتؐ "متوسّم" (یعنی حقیقی اور اوّلین معنی میں صاحبِ فراست انسان) تھے۔ اور آپؐ کے بعد میں "متوسّم" ہوں۔ اور میرے بعد ائمۂ اہلِ بیتؑ جو میری اولاد میں ہوں گے، وہ "متوسّم" ہوں گے۔
★..... (الکافی - تفسیر عیاشی)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ"۔ یعنی: "مومن کی فہم و فراست سے ڈرو! کیونکہ وہ نورِ خدا کے ذریعے سے دیکھتا ہے" (اور خدا کی توفیق سے بولتا ہے۔) ★... (تفسیر عیاشی، تفسیر روح البیان)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "علماء کی فراست سے بچو! کہ اگر کہیں انھوں نے تمہارے جرائم کی گواہی دے دی تو پھر تم جہنّم میں اوندھے ڈالے جاؤ گے۔ خدا کی قسم "فراست" حقیقت ہے جو خدا اپنے خاص بندوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ یا (چھپے ہوئے حقائق کو) اُن کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے۔" (الحدیث)
★..... (روح البیان)

★ "فِرَاسَۃٌ" کے معنی: کسی چیز پر ظاہری نظر کر کے اُس کے باطن کا حال معلوم کرنا۔ ★..... (المنجد)
(خط کا مضمون بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھ کر)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝ (۷۶) (کیونکہ) وہ علاقہ (جہاں قومِ لوط کو سزا دی گئی تھی) عام راستے پر واقع اور اب تک برقرار بھی ہے۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۷۷) غرض ایمانداروں کے لیے تو حقیقتاً اس میں بڑا سبق اور عبرت کا سامان ہے۔[۱]

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝ (۷۸) اور ایکہ[۲] (گھنے جنگل) والے تو بڑے ہی ظالم لوگ تھے۔

★ [۱] مطلب یہ ہے کہ حجاز سے شام، اور عراق سے مصر جاتے ہوئے لوط کی قوم کی تباہ حال بستیاں اور اُن کے آثار قافلے والے دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ علاقہ بحرِ لوط (بحیرۂ مردار۔ dead sea) کے مشرق اور جنوب میں واقع ہے اور جغرافیہ والوں کا بیان ہے کہ یہاں اس درجہ ویرانی پائی جاتی ہے جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے حصّے میں نہیں ملتی۔ ★ ...... (تفہیم)

★ [۲] "اَیکَۃ" کے معنی "ایسا جنگل جس میں درخت بہت گھنے ہوں"، اور "اَصحابُ الاَیکَۃِ" سے مراد "حضرت شعیبؑ کی قوم کے لوگ" ہیں۔ جو گھنے جنگلوں میں رہتے تھے لیکن انھوں نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا۔ اس لیے اُن پر اللہ کا عذاب سائبان (چھت) کی شکل میں اترا اور اُسی سے وہ سب ہلاک ہوئے۔ ★ ...... (تفسیر ثنائی ص ۲۷۳)

★ "ایکہ" کے بڑے شہر کا نام "مدین" تھا۔ "ایکہ" "تبوک" کا پرانا نام ہے۔

(تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا (۷۹) تو ہم نے اُن سے بدلہ لے لیا۔
لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۭ ۷۹ اور اُن دونوں قوموں کے (اُجڑے ہوئے سزا یافتہ علاقے آج بھی) کھلے ہوئے عام راستے پر واضح طور پر بالکل نمایاں ہیں۔

وقف لازم ۵ ع ۱۹ ۵

★ "قوم لوط" اور "اصحاب ایکہ"

"قومِ لوط" اور "اصحابِ ایکہ" دونوں قوموں کے شہر عام گذرگاہ پر واقع ہیں۔ جس سے مشرکینِ مکّہ بار بار شام جاتے آتے گذرتے تھے۔ مگر یہ لوگ اُن تباہیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی سبق حاصل نہیں کرتے تھے۔
★ ..... (جلالین)

★ "ایکہ" کے رہنے والے حضرت شعیبؑ کی قوم تھے اور "مَدْیَن" میں رہتے تھے۔ اُن کے شہر کے پاس درختوں کا بڑا جنگل تھا۔
★ .... (موضح القرآن، جلالین، تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ ایک خیال یہ بھی ہے کہ حضرت شعیبؑ دو قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ ایک اہلِ مدین جو آسمانی چیخ سے ہلاک ہوئے اور دوسرے ایکہ کے رہنے والے، جو آگ کے بگولے سے ہلاک ہوئے۔
★ ..... (تفسیر تبیان)

★ غرض مَدْیَن والوں کو صَیْحہ (چیخ یا گرج) اور "ایکہ" والوں کو آگ کی سزا سے مارا گیا۔ ایکہ والوں پر سات دن مسلسل سخت گرم ہوا چلتی رہی۔ اُس گرمی سے تنگ آکر وہ لوگ گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور جنگل کے درختوں کے نیچے پناہ لی۔ اِس پر خدا نے آگ کی ہوا بھیجی جس سے وہ سب کے سب جل کر راکھ ہوگئے۔ (خس کم جہاں پاک)
★ .... (تبیان۔ روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ (۸۰) اور حجرؑ کے لوگوں نے بھی رسولوں
الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ۸۰ کو خوب جھٹلایا تھا۔

وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا (۸۱) جبکہ ہم نے تو اُن کو اپنی نشانیاں
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ ۸۱ بھی دیں، مگر وہ تو اُن سے منہ پھرائے
اُن کو بالکل نظرانداز ہی کرتے چلے گئے۔

وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ (۸۲) جبکہ وہ پہاڑوں کو تراش کر
الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ ۸۲ (اپنے) گھر بناتے، اور بڑے سکون سے
زندگی گذار رہے تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (۸۳) آخر کار ایک زبردست دھماکے
مُصْبِحِيْنَ ۝ ۸۳ نے انھیں صبح ہوتے ہی پکڑ لیا۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا (۸۴) اور اُن کی کمائی نے انھیں کوئی
يَكْسِبُوْنَ ۝ ۸۴ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔

★ [1] "حِجْر" ایک وادی کا نام ہے جو مدینے اور شام کے درمیان واقع ہے۔ اور
★ "اصحابِ حجر" سے مراد قوم ثمود ہے جو اِسی وادی میں رہتی تھی۔ اور اُنھوں نے حضرت صالحؑ
کو جھٹلایا تھا۔ ★ ..... (تفسیر صافی صفحہ ۲۷۳)

www.drhasanrizvi.com

★ "حجر" قومِ ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ اِس کے کھنڈر مدینہ منوّرہ کے شمال مغرب میں موجود شہر "العلاء" سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام شاہراہِ عام پر ملتا ہے۔ اور قافلے والے اِس وادی میں قیام نہیں کرتے۔ کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ نے یہاں قیام کرنے سے منع فرمایا تھا۔ آٹھویں صدی کا سیّاح ابنِ بطوطہ جب یہاں پہنچا تو وہ لکھتا ہے کہ:

"یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قومِ ثمود کی عمارتیں موجود ہیں۔ اُنھوں نے چٹانوں کو تراش کر اُن کے اندر عمارتیں بنائی تھیں، اُن کے نقش و نگار آج بھی ایسے تازہ ہیں جیسے آج ہی بنائے گئے ہوں، اُن کے مکانوں میں آج بھی سڑی گلی انسانی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔"

★ ..... (سفر نامہ ابنِ بطوطہ)

★ غرض "حجر" والوں سے قومِ ثمود مراد ہے اور "حجر" اُس جگہ کا نام ہے جہاں وہ آباد تھے

★ ..... (جلالین)

★ اس قوم کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ "حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا" اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حضرت صالح ہی نہیں بلکہ اُن کے پاس برابر پیغمبر آتے رہے ہونگے جن کو وہ جھٹلاتے رہے ہوں گے۔ آخری پیغمبر جن کو اُنھوں نے جھٹلایا، وہ حضرت صالح تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف حضرت صالح ہی کو جھٹلایا ہو اور خداوندِ عالم نے اِس بات کو یوں فرمایا ہو کہ "اُنھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا" کیونکہ تمام پیغمبر ایک ہی پیغام لائے ہیں اور اِس لیے ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانے کے مترادف ہوتا ہے۔

★ ..... (تفسیر جلالین)

★ جناب جابر رضی انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جب ہم غزوۂ تبوک کے لیے جا رہے تھے، اور راہ میں حجر کے مقام سے گذرنے لگے تو فرمایا: "اِن کافروں کے گھروں سے روتے ہوئے گذرو، اِس خطرے سے کہ کہیں تم بھی انکی طرح خدا کی سزا میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔" پھر حضور نے اپنی سواری کو تیز کر دیا۔ ★ ..... (روح البیان)

★ **نتیجہ** ایسے مقامات کو آباد نہ کیا جائے، خالی رکھا جائے، تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ ★ ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ (۸۵) اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور
الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کو
بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ بالکل ٹھیک ٹھیک ایک حقیقی مقصد
لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ کے سوا کسی اور بنیاد پر پیدا نہیں کیا۔
الْجَمِيْلَ ۝ ۸۵ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قیامت اور

فیصلے کی گھڑی تو لازمی طور پر آ کر ہی رہے گی۔ تو (فی الحال) اِن لوگوں کو اچھے شریفانہ طریقے سے معاف کرتے رہیئے۔

پچھلی آیتوں سے ربط

(۱) یہ بات حضور اکرمؐ کو تسلّی دینے کے لیے فرمائی گئی ہے کہ بظاہر باطل کا جو غلبہ تم دیکھ رہے ہو اور جن سخت مشکلات کا تم مقابلہ کر رہے ہو، اُس سے گھبراؤ مت۔ یہ ایک عارضی کیفیّت ہے۔ اِس لیے کہ زمین و آسمان کا یہ پورا نظام حق پر تعمیر ہوا ہے نہ کہ باطل پر۔ کائنات کی فطرت حق کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے، نہ کہ باطل کے ساتھ۔ لہٰذا یہاں اگر قیام و دوام ہے تو حق کے لیے ہے، نہ کہ باطل کے لیے۔
(تفہیم)

(۲) قومِ لوطؑ، قومِ شعیبؑ اور قومِ صالحؑ کی بداعمالیوں کو بیان کرنے کے فوراً بعد توحید کی حقیقت اِس لیے بیان کی جا رہی ہے کہ اُن قوموں کی تمام خرابیوں کی جڑ عقیدۂ توحید کا نہ ہونا تھا۔ اگر عقیدۂ توحید صحیح معنی میں انسان کے دل و دماغ میں اُتر جائے تو پھر خدا کی عظمت کا احساس

www.drhasanrizvi.com

اور خدا کے سامنے جوابدہی کا عقیدہ اُس کو ہر بُرائی سے روک دیتا ہے۔ پھر نہ تو وہ جنسی بدکاری، بے حیائی اور بے شرمی کے کام کرتا ہے، اور نہ تجارتی اور معاملاتی بے ایمانی کی جرأت کر سکتا ہے۔

اِسی لیے شاید توحید کے ساتھ ساتھ قیامت کے آنے کا ذکر فرمایا تاکہ احساسِ ذمّے داری بیدار ہو سکے۔

توحید کے بعد قیامت کا ذکر اس لیے بھی فرمایا، تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ دنیا کی دُکھ بھری زندگی بے مقصد نہیں، بے معنی یا عبث نہیں۔ بلکہ یہ دنیا کی زندگی نہایت اعلیٰ مقاصد اور اہداف رکھتی ہے۔ اِس لئے زمین و آسمان کا ہونا ہی بتا رہا ہے کہ قیامت آنے والی ہے، حساب کتاب ضرور ہونا ہے۔ جزا سزا لازماً ملنی ہے۔ ورنہ زمین و آسمان کی تخلیق بے مقصد، فضول اور بے معنی ہو جائے گی۔

اصل پیغام

اِن عظیم حقیقتوں کو بیان کرنے کے بعد خدا اپنے رسولؐ کو حکم دے رہا ہے کہ منکرینِ حق کے تعصب، انکار، تکذیب، مخالفت اور بدمعاشیوں سے آپؐ متاثر نہ ہوں۔ اپنا دل نہ توڑیں۔ انھیں معاف کر دیں، وہ بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ۔ کیونکہ آپؐ کے پاس اپنے پیغام کو پہنچانے کی مستحکم دلیلیں موجود ہیں، جو اوپر بیان ہوئیں۔

لہٰذا آپؐ کو سختی کرنے، غصہ فرمانے یا جُھنجلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عقل اور منطق آپؐ کے ساتھ ہے۔ مستحکم دلیل اور حجت آپؐ رکھتے ہیں۔ پھر اگر یہ جاہل نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ آپؐ اُن کی کوئی پرواہ ہی نہ کریں۔ بس اُن کو اچھی طرح سے معاف فرما دیں۔

٭..... (تفسیر نمونہ)

صفحِ جمیل

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ: (صفحِ جمیل) یعنی اچھی طرح سے معاف کرنے کے معنی "اِس طرح معاف کرنا کہ (۱) نہ اُن کا مواخذہ فرمائیں اور (۲) نہ انھیں بُرا بھلا کہیں۔ (اَلْعَفْوُ بِغَیْرِ عِتَابٍ)

٭..... (تفسیر نور الثقلین جلد ۳)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ ۸۶ (۸۶) (کیونکہ) حقیقتاً آپؐ کا پالنے والا مالک سب کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور سب کچھ خوب اچھی طرح جاننے والا بھی ہے

آیت کا پیغام مطلب یہ ہے کہ خدا خالق کی حیثیت سے اپنی ساری مخلوقات پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے، اور اُن کے تمام حالات سے پوری طرح واقف بھی ہے۔ جو کچھ بھی تم اُن کی اصلاح کے لیے کام کر رہے ہو، اُسے خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔ اور جن ہتھکنڈوں کے ذریعے سے یہ لوگ تمھاری تبلیغ اور اصلاح کے کاموں کو خراب اور ناکام بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں، اُن کو بھی خوب جانتا ہے۔ لہٰذا تمھیں گھبرانے اور بے صبر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وقت آنے پر ٹھیک ٹھیک جزا اور سزا کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ ٭....... (تفہیم)

آیت کا حاصل آیت کا حاصل یہ ہے کہ (۱) اُن بدمعاشوں کی شرارتوں کی سزا دینا ہم پر چھوڑ دیجیے۔ (۲) پھر دعوتِ فکر دی کہ یہ کائنات کا عظیم نظام جس کے ذرہ ذرہ میں حکمت اور رحمت بھری ہوئی ہے، بے مقصد بھی نہیں ہو سکتا اور از خود بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ساری کائنات ایک حکیمانہ جچے تُلے نظام کے تحت متعیّن مقصد کی طرف جا رہی ہے۔ اور وہ منزل آخرت کی منزل ہے۔ یہاں ہر چیز کو اِس ٹیکنیک سے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ فنا پذیر ہے اِس لیے آخرت یا روزِ حساب کا آنا صاف دکھائی دے رہا ہے۔ جہاں سب کو اپنے کیے کا حساب دینا ہوگا۔ اِس لیے: اے رسولؐ ! آپؐ اِن لوگوں کی بدمعاشیوں پر زیادہ غم نہ فرمائیں، کیونکہ بالآخر ہر شخص کو اپنے کیے کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا۔ ٭.... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ○ (۸۷) اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے آپؐ کو (سورۂ حمد کی) سات

ایسی آیتیں عطا کی ہیں جو بار بار دُہرائی جانے کے لائق ہیں۔ اور تمہیں قرآنِ عظیم (جیسی بڑی چیز) بھی عطا کی ہے۔

رسول اکرمؐ پر خدا کا احسان عظیم

اِن آیتوں میں جناب رسولِ خداؐ کو تسلّی دی گئی ہے کہ دشمنوں کی کثرتِ تعداد اور بے پناہ مادّی وسائل سے آپؐ پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ خدا نے آپؐ کو وہ انعامات عطا فرمائے ہیں کہ جن کے مقابلے میں کافروں کی تعداد اور مال و دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتے مثلاً خدا نے آپؐ کو سورۂ حمد جیسی عظیم سورت اور قرآن عظیم جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی ہے

سبع مثانی سے مراد

"سورۂ حمد" کو "سبع مثانی" اِس لیے فرمایا کہ "سبع" کے معنی سات کے ہیں۔ اور سورۂ حمد میں سات آیتیں ہیں۔ اور "مثانی" کے معنی "دو مرتبہ" کے ہیں سورۂ حمد کو "مثانی" اِس لیے فرمایا کہ یہ سورت رسولِ اکرمؐ پر ۲ دو مرتبہ نازل ہوئی تھی۔ اور اِس لیے بھی فرمایا کہ یہ سورہ ۲ دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ آدھی سورت خدا کی حمد و ثنا پر مشتمل ہے اور آدھی سورت بندوں سے متعلق ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ سورۃ ہر نماز میں ۲ دو مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔

------ (تفسیر نمونہ)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نماز (مراد سورہ حمد) کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان ۲ دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصّہ مجھ سے

www.drhasanrizvi.com

متعلّق ہے اور دوسرا حصّہ میرے بندوں سے متعلّق ہے"

٭...... (تفسیر مجمع البیان)

★ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"میں نے خود جناب رسولِ خدا ؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "خدا نے فرمایا: اے محمدؐ! ہم نے تم کو "سبع مثانی" یعنی سورۂ فاتحہ عطا فرما کر تم پر احسان کیا ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کو پورے قرآن کا مدِّ مقابل (برابر) قرار دیا ہے۔"

نوٹ: یاد رہے کہ سورۂ فاتحہ میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو ملا کر کل سات آیتیں ہیں۔

٭..... (تفسیر صافی ص۲۷۳ بحوالہ عیون اخبار الرضا)

(اس سے ثابت ہوا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہر سورے کا جزو ہے)

٭..... (مؤلف)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"سبع مثانی" سے مراد سورہ حمد ہے۔ اس میں سات آیتیں ہیں۔ اور "مثانی" (دوبارہ) اس کا نام اس لیے ہوا کہ یہ ہر نماز میں دونوں رکعتوں میں پڑھی جاتی ہے۔"

٭...... (تفسیر عیاشی)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: "خداوندِ عالم نے اپنے رسول ؐ کو مثانی (دو دفعہ پڑھی جانے والی سورت) عطا فرمائی اور اس کے اصلی مصداق ہم (اہلِ بیتؑ) ہیں۔"

٭..... (تفسیر قمی و تفسیر عیاشی)

تشریح

یہ اس لیے کہ سورۂ حمد کا حاصل یہ دعا ہے کہ: خدایا! "ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما تا رہ (یعنی) اُن لوگوں کا راستہ دکھاتا رہ جن پر تو نے نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔" اور صاحبانِ نعمت اوّلین معنی میں محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ اسی لیے ہر نماز میں ان پر درود پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے

www.drhasanrizvi.com

محمدؐ و آلِ محمدؐ سورۂ حمد کا حاصل اور ماحصل ہیں۔ اسی لیے نماز میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھا جاتا ہے۔ * ..... (مؤلف)

★ امام شافعیؒ نے فرمایا:

"اے اہلِ بیت رسولِ اللہؐ تمھاری فضیلت کے لیے بس یہی بہت کافی ہے کہ

" مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ "

یعنی: "جو تم پر دُرود نہ پڑھے اُس کی نماز نہیں ہوتی" (امام شافعی)

★ شیخ صدوقؒ نے اِس حدیثِ رسولؐ کا مطلب یہ لکھا کہ امام محمد باقرؑ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ہم (آلِ محمدؐ) کو قرآن کے ساتھ ملایا ہے۔ اور اُمت کو قرآن اور اہلِ بیتؑ دونوں کے ساتھ تمسک رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (اِس لیے سورۂ حمد کا حاصل محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔)

* ..... (الخصال۔ صحیح مسلم شریف)

★ سورۂ فاتحہ کو سبع مثانی کہنے کی وجوہات

(۱) قرآن مجید کے تمام مضامین اس سورے میں مجملاً مذکور ہیں۔ اور پھر دوبارہ پورے قرآن میں اُن کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ گویا پہلے پورے قرآن کے لیے سورۂ حمد اجمالی خاکہ ہے اور پھر پورا قرآن اُس کی تفصیل ہے۔

(۲) یہ سورہ دو دفعہ نازل ہوا، اِس لیے بھی اِس کو "مثانی" کہا گیا ہے۔

(۳) اِس سورے کے دو حصّے ہیں۔ ایک حصّہ حمد و ثنائے الٰہی پر مشتمل ہے اور دوسرا حصّہ دعاء ہے۔

(۴) اِس سورے میں بعض الفاظ کی تکرار ہے: جیسے رحمٰن، رحیم وغیرہ۔

www.drhasanrizvi.com

(۵) تثنیہ کے معنی موڑنے کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ سورہ ہمیں ظالموں، فاسقوں اور خدا کے معذب لوگوں سے موڑ دیتا ہے۔

★- - - - - (تفسیر انوار النجف)

خدا کی تسلی

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"جس کو اللہ کی تسلی سے تسلی حاصل نہ ہو، وہ ہمیشہ دنیا کی حسرتوں، ارمانوں، اور مایوسیوں میں گرفتار رہے گا۔ جو شخص دنیاوی حالات پر غمگین اور ناراض ہو تو وہ اللہ سے ناراض ہے۔ اور جو شخص مصائب کا شکوہ کرتا پھرتا ہے وہ مزید مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ کیونکہ مصائب پر دوسروں سے شکوہ کرنا خدا سے ناراض ہونا اور خدا کی شکایت کرنا ہے۔ اور میری اُمت میں جو شخص قرآن پڑھنے کے باوجود جہنم میں داخل ہوگا، وہ وہی شخص ہوگا جو (۱) اللہ کی آیتوں کا مذاق اُڑاتا ہوگا۔ (۲) امیروں اور رئیسوں کے سامنے کچھ لینے کے لیے جھکے گا، اور اُن کی خاطر تواضع کرے گا، اور اُن کی خوشامد کرے گا۔ ایسا کرنے سے اُس کا دو تہائی دین جاتا رہے گا۔" (الحدیث)

★- - - - - (تفسیر برہان)

★ اگرچہ بعض لوگوں نے اِن سات آیتوں سے سات بڑی بڑی سورتیں بھی مراد لی ہیں جن میں دو دو سو آیتیں ہیں۔ جیسے سورۂ بقرہ، آلِ عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس انفال اور سورۂ توبہ۔ لیکن سلف کی اکثریت اِس بات پر متفق ہے کہ اِس سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔

امام بخاری نے تو دو مرفوع روایتوں سے اِس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے سبع من المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ کو بتایا ہے۔

★- - - - - (صحیح بخاری)

★ اِس آیت کا مقصد مسلمانوں کو اُن سخت تکلیف دہ حالات میں تسلی دینا ہے جبکہ کفار

www.drhasanrizvi.com

ہر قسم کا عیش اُڑا رہے تھے۔ خدا مسلمانوں سے فرما رہا ہے کہ تم دل نہ توڑو۔ ہم نے تم کو وہ دولت عطا کی ہے کہ جس کے مقابلے پر دنیا کی ساری نعمتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں، تمھاری دولت، علم، اخلاق اور عرفان قابلِ رشک ہیں۔ کافروں کی ساری دولت جو وہ حرام طریقوں سے کما رہے ہیں اور حرام ہی پر اڑے ہوئے ہیں، سب فنا ہونے والی ہے اور ان سب کو خدا کی سخت سزا ہمیشہ ہمیشہ بھگتنی ہے۔

★ ..... (تفہیم)

نتائج

محققین نے نتیجہ نکالا کہ

★ (۱) قرآن کا ایک چھوٹا حصہ بھی قرآن ہے۔ اس لیے کہ خدا نے سورۂ محمد کو قرآنِ عظیم کہا ہے۔

★ ... (موضح القرآن)

★ مگر زیادہ رُجحان یہی ہے کہ "قرآنِ عظیم" سے مراد سورۂ حمد کے علاوہ پورا قرآن ہے۔ تفسیر تبیان

★ (۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: جسے قرآن کی سی عظیم نعمت نصیب ہو (یعنی جو قرآن پڑھتا، سمجھتا، غور کرتا اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش (کرتا ہو) اور اس کے باوجود وہ یہ سمجھے کہ فُلاں فُلاں کو مجھ سے زیادہ عزّت، مقام، اور مال ملا ہے، تو وہ بیوقوف ہے۔ کیونکہ وہ عظیم دولت کو حقیر، اور حقیر چیز کو عظیم سمجھ رہا ہے۔

★ ..... (روح البیان)

★ "سبع من المثانی" اس میں تین اقوال ہیں (۱) مثانی سے مراد پورا قرآن ہے جس طرح کہ ارشاد ہوا كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ (۲) اِس سے پہلی لمبی سات سورتیں مراد ہیں۔ جن کو سبع طوال بھی کہا جاتا ہے۔ (۳) سورۂ فاتحہ کا سبع مثانی ہونا، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے جزوِ سورۃ ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ اس کے بغیر آیاتِ فاتحہ کی تعداد سات نہیں بنتی۔ ★ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَٱخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ ۸۸

(۸۸) (اس لیے) آپ دنیا کے اس تھوڑے سے چند روزہ فائدوں کی طرف، جو ہم نے اُن میں کے مختلف لوگوں کو دے دیے ہیں اپنی نظریں نہ بڑھائیے۔ اور اُن کے حال پر رنج نہ کیجیے (البتہ) ایمانداروں اور حق کے ماننے والوں سے جُھک کر ملیے۔

★ مقصد یہ ہے کہ اے رسولؐ! آپؐ کافروں اور منکرینِ حق کی حالت پر افسوس نہ فرمائیں جو اپنے خیر خواہ کو اپنا دشمن سمجھ رہے ہیں۔ اپنی گمراہیوں اور خرابیوں کو اپنی خوبیاں اور ہنر سمجھ کر خود کو اور اپنی پوری قوم کو اُس راستے پر لے جا رہے ہیں جس کا یقینی انجام ابدی تباہی اور بربادی ہے۔

★..... (تفہیم)

★ رسولِ اکرمؐ سے دنیا کی اُن ظاہری عارضی نعمتوں پر شوق کی نظریں بڑھانے کا تصوّر بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بس صرف اِس بات کا اِمکان تھا کہ آپؐ اور آپؐ کے سچّے ساتھی دشمنانِ خدا کو اِن نعمتوں میں دیکھ کر کُڑھیں اور یہ سوچیں کہ مومنین تو تکلیفوں میں ہیں اور یہ بدمعاش عیش اُڑا رہے ہیں۔ پھر یہ سوچیں کہ اگر اِن بدکاروں سے یہ نعمتیں چھین لی جائیں تو شاید یہ کمبخت حق کی طرف متوجّہ ہو جائیں۔ غرض اِس آیت نے ہر قسم کے رنج وغم کو دور کر دیا۔

★..... (ماجدی)

آیت کا پیغام

(۱) جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جو شخص ان نعمتوں پر نظریں جما کے

www.drhasanrizvi.com

رکھے گا جو خدا نے دوسروں کو عطا فرمائی ہیں، وہ ہمیشہ غمگین رہے گا، اور اُس کے دل کی آتشِ غضب کبھی نہ بجھے گی۔" (الحدیث)

★..... (تفسیر صافی)

(۲) دوسرے یہ کہ اِس آیت میں رسولِ اکرمؐ کو مومنین سے تواضع اور انکساری سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اِس لیے کہ ہر رہبر کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی عزّت کرے اُن سے محبّت اور نرمی سے پیش آئے۔ اور یہ مقصد تواضع، انکساری اور خیر خواہی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

★... (تفسیر نمونہ)

؎ یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

★ "معلوم ہوا کہ ہر انسان کی عزّت کرنا دین کی اوّلین تعلیم ہے۔"

؎ اصلِ مذہب احترامِ آدمی است

(اصل دین یہی ہے کہ خدا کے بعد انسان کا احترام کیا جائے)

★ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مصر کے گورنر حضرت محمّد ابنِ ابوبکر کو خط لکھا:

"تم اپنے بال و پر عوام کے لیے جھکا دو۔ اُن سے نرمی سے پیش آؤ، ہر ایک سے مسکرا کر بات کرو۔ اُن کے درمیان مساوات سے پیش آؤ اور سب کو برابر کا درجہ اور مقام عطا کرو۔" (نہج البلاغہ مکتوب ۲۷)

★ (۱) غرض آیت میں مومنین کی تعظیم کرنے کا حکم خود رسولؐ کو دیا گیا ہے۔ اِس سے مومنین کی عظمت ظاہر ہے۔ (۲) آیت کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ نکلا کہ مومنین میں سے جو فقیر ہیں اُن کی زیادہ تعظیم کرنی چاہیئے۔ ★ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "جو شخص کسی دولتمند کی تعظیم اُس کی دولت کی وجہ سے کرتا ہے اُس کا دو تہائی ایمان وہیں ختم ہو جاتا ہے۔" ★ (الحدیث) ۔(از تحف العقول)

www.drhasanrizvi.com

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۚ (۸۹) اور (حق کو نہ ماننے والوں سے بالکل صاف صاف) کہہ دیجیے کہ میں تو آنے والے خطرات سے واضح طور پر کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔

كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۙ (۹۰) ویسا ہی خطرۂ عذاب یا ڈراوا (وارننگ) جیسا ہم نے فرقے بنانے والوں (یا) قوم کو تقسیم کرنے والے (یہودیوں) کی طرف اُتارا تھا۔

یہودیوں اور مشرکوں کا خدا کی کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا

یہودیوں نے خدا کی کتاب کے مضامین کو تقسیم کر دیا تھا کسی ٹکڑے کو مانا اور کسی کا انکار کیا۔

مشرکوں نے بھی قرآن کو کئی حصّوں میں بانٹا تھا۔ کسی حصّے کو شعر کہتے تھے اور کسی حصّے کو جادو کہتے تھے، اور کسی حصّے کو افتراء کہتے تھے۔ ولید بن مغیرہ نے سولہ آدمیوں کو مقرر کیا۔ جو لوگوں کو حضرت رسالت مآب ص کی تعلیمات سے برگشتہ کریں۔ پس وہ تقسیم ہو کر مکّہ کے گلی کوچوں میں پھیل گئے اور ایامِ حج میں لوگوں کو حضور اکرم ص سے برگشتہ کرنے کے درپے ہوئے۔ پس خدا نے اُن کو بدترین عذاب میں گرفتار کیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے قرآن مجید کے حصّے کر دیے۔ کسی حصّے کو جادو، کسی کو شعر اور کسی کو افتراء کا نام دیا۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

تقسیم کرنے کے دوسرے معنی

تقسیم کرنے کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ:

" نُؤمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ " (یعنی) "ہم کسی حصّے پر ایمان لائے (اور اُس پر عمل کرتے ہیں) اور کسی حصّے کو نہیں مانتے یا اُس پر عمل نہیں کرتے" (سورۃ النسا آیت ۱۵۰)

★..... (موضح القرآن)

تیسرے معنی

شیخ الطائفہ لکھتے ہیں کہ:

" اِس آیت سے قومِ ثمود کے لوگ مراد ہیں۔ جن کے لیے قرآن میں دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ: "اُنھوں نے آپس میں قسمیں کھا کھا کر حضرت صالح ؑ کی مخالفت کی اور اُن کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔"

★..... (تفسیر تبیان)

★ اصل میں خدا کے کچھ احکام تو ہمارے مفاد میں ہوتے ہیں لیکن کچھ احکامات ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے ہمارا مادّی یا مالی نقصان ہوتا ہے۔ اب جو سچے مومن ہوتے ہیں وہ تو دونوں قسم کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں، مگر مفاد پرست قسم کے لوگ صرف اُن احکام کو قبول کرتے ہیں جن سے اُن کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور اُن احکام کو رد کر دیتے ہیں جن سے اُن کو نقصان ہوتا ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے، وہ یہی چاہتے ہیں کہ دینِ خدا کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کریں۔

؎ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنّت نہ گئی

اِس لیے وہ دینِ خدا کا صرف وہی حصّہ مانتے جس میں اُن کا فائدہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایک ہی آیت کے ایک حصّے کو مانتے ہیں، اور دوسرے حصّے کو رد کر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں "نومن ببعض و نکفر ببعض"

★..... (تفسیر نمونہ)

؎ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ٭ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق ٭..... (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ ۹۱ (۹۱) جنھوں نے اپنے قرآن یا خدا کی کتاب تک کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔[1]

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۹۲ (۹۲) تو قسم ہے آپؐ کے مالک کی کہ ہم ضرور اُن سب سے (خوب اچھی طرح سے) پوچھ گچھ کریں گے۔[2]

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۹۳ (۹۳) کہ وہ کیا کچھ (بدمعاشیاں) کیا کرتے تھے۔

---

[1] اِس سے مراد یہودی ہیں جنھوں نے دینِ کو تقسیم کر ڈالا۔ اور اپنے آپ کو کئی کئی فرقوں میں تقسیم کر لیا۔ "اُن کے قرآن" سے مراد تورات ہے، جو اُن کو اسی طرح دی گئی تھی جس طرح اُمتِ محمدیہؐ کو قرآن دیا گیا ہے اِس طرح مسلمانوں کو تنبیہ کی جارہی ہے، کہ وہ یہودیوں کی حالت سے سبق سیکھیں۔ کیونکہ اگر مسلمانوں نے بھی وہی کچھ کیا جو یہودیوں نے کیا تھا تو اُن کا انجام بھی یہودیوں والا ہی ہوگا۔ ★... (تفہیم)

[2] **اعتراض** خداوندِ عالم یہاں تو یہ فرما رہا ہے کہ: "ہم اُن سے اُن کے کیے پر ضرور سوال کریں گے" جبکہ سورہ رحمٰن میں فرمایا: "اُس دن انسانوں اور جنّوں سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔" بظاہر اس میں تضاد ضرور دکھائی دیتا ہے لیکن درحقیقت آخرت کے کئی مراحل اور منازل ہیں کسی موقع پر تو لوگوں سے سوال اور حساب کیا جائے گا لیکن جہاں بے پناہ جرائم ہوں گے جو از خود واضح ہو جائیں، وہاں بظاہر زبانی سوال کر کے وقت ضائع نہیں کیا جائیگا۔ علاوہ ازیں اُن کے منھ پر مہر لگا دی جائے گی اور اُن کے اعضاء و جوارح سب کچھ بتا دیں گے۔ (تفہیم نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ (۹۴) تو اب جس چیز کا آپؐ کو حکم دیا
اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ ۹۴ جا رہا ہے اُس کو ڈنکے کی چوٹ پر
ظاہر کر دیجیئے اور مشرکوں کی ذرا پرواہ نہ کیجیئے۔

حضور اکرمؐ کو علانیہ تبلیغ کا حکم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ پانچ سال تک خائف رہے اور خفیہ بھی رہے (یعنی تقیہ فرمایا) آپؐ نے پانچ سال تک امرِ رسالت کو علی الاعلان ظاہر نہیں فرمایا۔ اُن پانچ سالوں میں صرف حضرت علیؑ اور حضرت خدیجہؑ حضور اکرمؐ کا ساتھ دینے والے تھے، پھر اللہ نے حکم دیا کہ "جو پیغام آپؐ کو دیا گیا ہے اُس کا علی الاعلان اظہار فرمائیں"۔ تب آپؐ نے پیغامِ رسالت کو عام فرمایا۔
★.... (اکمال الدین)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ "اِس آیت نے اُس آیت کو، کہ: "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ "... یعنی "اپنی نماز کو باآوازِ بلند نہ پڑھو" کو منسوخ کر دیا"۔
★.... (تفسیر صافی ص۲۷۴ بحوالہ تفسیر عیاشی)

★ اعلانِ رسالت پر مکّہ کے مشرکوں نے رسولِ خداؐ کو الٹی میٹم دیا تھا کہ اگر آپؐ نے اسلام کی تبلیغ کی تو ہم آپؐ کو قتل کر دیں گے۔ آپؐ غمزدہ ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد جبریلؑ آئے اور فرمایا کہ خدا حکم دیتا ہے کہ آپؐ کو جو حکم دیا گیا ہے اُس کو ظاہر فرمائیں۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اے جبریلؑ! اُن لوگوں نے تو مجھے قتل کی دھمکی دی ہے"۔ اِس پر جبریلؑ نے یہ آیت پڑھی: یعنی: "ہم نے مسخری کرنے والوں سے آپؐ کی کفایت کر لی"۔ یعنی "ٹھکانے لگا دیا گیا"۔ حضورؐ نے فرمایا: "وہ تو ابھی ابھی یہاں موجود تھے"۔ جبریلؑ نے عرض کی: "میں ابھی ابھی اُن کو ٹھکانے لگا کر آ رہا ہوں"۔ پھر آپؐ نے علانیہ تبلیغ شروع فرمائی۔
★.... (تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ (۹۵) تمھاری طرف سے توہم خود اُن مذاق اُڑانے والوں (سے نمٹنے) کے لیے بہت کافی ہیں۔ [۱]

الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ (۹۶) جو لوگ کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ ۹۶ معبود قرار دیتے ہیں، تو بہت جلد اُنھیں (اُنکا بُرا انجام) معلوم ہوجائے گا۔

حضورؐ اکرم کا مذاق اُڑانے والوں کا بُرا انجام

[۱] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"خداوندِ عالم نے حضورِ اکرمؐ کا مذاق اُڑانے والوں کو بدترین موت کا مزا چکھایا۔ (یہ چھ آدمی تھے جو بات بات پر آپؐ کا مذاق اُڑاتے اور رنجیدہ کرتے تھے (۱) عاص بن وائل (۲) ولید بن مغیرہ۔ (۳) ابو زمعہ اسود بن مطلب (۴) اسود بن عبد یغوث (۵) حارث بن قیس (۶) حارث بن طلاطلہ)

(۱) عاص بن وائل پہاڑی سے پھسلا اور نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ (۲) ولید بن مغیرہ کے پیر میں تیر کی نوک چُبھ گئی جس سے اُس کی رگ کٹ گئی اور اس طرح وہ تڑپ تڑپ کر مرا۔ (۳) ابو زمعہ کو جبریلؑ نے درخت کے تنے سے ٹکرا ٹکرا کر مار دیا۔ (۴) اسود بن مطلب حضورؐ کی بددعا سے نابینا ہو کر مرا۔ (۵) حارث بن طلاطلہ گھر سے نکلا، بادِ سموم (لُو) چل رہی تھی جس سے اُس کا چہرہ سیاہ (منھ کالا) ہوگیا اور گھر والوں نے اُسے پہچاننے سے انکار کر دیا اور پھر قتل کر دیا۔ اور بروایت مجمع البیان (۶) حارث بن قیس نے مچھلی کھائی اور پیاس کے غلبہ سے پانی پی پی کر مر گیا۔ اور

www.drhasanrizvi.com

ان میں سے ہر ایک مرتے وقت یہی کہتا تھا کہ "مجھے محمدؐ کے خدا نے مارا ہے"۔ اور اِن سب کی موت ایک گھنٹہ کے اندر واقع ہوئی۔

*۔۔۔۔ (تفسیر صافی بحوالہ احتجاج ، تفسیر انوار النجف)

★ اِن بدمعاشوں کے ایک گھنٹہ کے اندر اندر مرنے کے بعد جبرئیلؑ حضورِ اکرمؐ کے پاس آئے اور فرمایا کہ "اب آپؐ اعلانِ نبوت علی الاعلان فرمائیں"۔ تب آپؐ نے میدان میں کھل کر قدم رکھا، اور فرمایا: "اے گروہِ مردم! میں تم کو کلمۂ توحید اور اپنی رسالت کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں تم کو بُت پرستی سے بچنے کا پیغام دیتا ہوں۔ اگر تم میری بات مان لوگے تو پورے عرب پر تمہاری حکومت کا جھنڈا لہرائے گا۔ عرب و عجم تمہارے سامنے جھک جائیں گے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ خدا تمہیں جنّت جیسی عظیم الشان نعمت بھی عطا فرمائے گا"۔

یہ سُن کر عرب کہنے لگے "یہ دیوانہ ہے، شاعر ہے، خبطی ہے"۔ (معاذ اللہ)

لیکن حضرتِ ابوطالبؑ کے بلند وقار اور رُعب و دبدبہ کی وجہ سے حضورؐ کو کوئی اذیت نہ پہنچا سکا۔

*۔۔۔۔ (تفسیر صافی)

حضرت ابوطالبؑ کی خدمات

خداوندِ بزرگ و برتر نے حضرت ابوطالبؑ کے ذریعے حضورِ اکرمؐ کی کفایت فرمائی۔ جب حضورؐ نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو قریش کے تمام سردار حضرت ابوطالبؑ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہم کو بے وقوف بنا رہا ہے وہ ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے۔ ہمارے جوانوں کو گمراہ کر رہا ہے، ہماری اجتماعی زندگی میں اختلاف اور انتشار پیدا کر رہا ہے۔ اگر وہ مال کا طلبگار ہے تو ہم چندہ ڈال کر اُس کو مالدار کیے دیتے ہیں۔ اگر شادی کرنا چاہتا ہے تو جس عورت سے چاہے ہم اُس کی شادی کر دیتے ہیں۔ اگر حکومت چاہتا ہے تو ہم اُس کو سردار تسلیم کر لیتے ہیں"۔

www.drhasanrizvi.com

حضرت ابوطالبؑ نے حضور اکرمؐ کے سامنے تمام عربوں اور قریشیوں کی درخواست دہرائی۔

آپؐ نے فرمایا: "مجھے خدا نے اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے۔ میں کفارِ قریش کو خوش کرنے کے لیے خدا کو ناراض نہیں کروں گا۔"

اس پر قریش کے سرداروں نے کہا کہ "آپ محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دیں۔"

یہ سُن کر حضرت ابوطالبؑ نے انھیں سخت جواب دے کر رخصت کر دیا۔ جب قریش نے آپؐ کو قتل کرنے کے لیے ایک عہد نامہ پر دستخط کیے تو حضرت ابوطالبؑ نے تمام بنی ہاشم کو بلا کر کعبہ کے اندر رکن و مقام اور بیت اللہ کی قسم دے کر کہا کہ "اگر میرے بیٹے محمدؐ کو کسی نے کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچائی تو میں تم سب کو قتل کر ڈالوں گا۔"

پھر چار سال تک شعبِ ابوطالبؑ میں رہ کر مکہ کے لوگوں کے بائیکاٹ کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے حضور اکرمؐ کی حفاظت اور کفایت کا فریضہ انجام دیا۔ جب حضرت ابوطالبؑ کی موت کا وقت آیا تو جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "چچا جان! آپ نے میری تربیت، کفالت اور حفاظت کا بہترین کردار ادا فرمایا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔" اب آپ کلمۂ اسلام کا اظہار فرمائیں۔" اس پر حضرت ابوطالبؑ نے کلمۂ اسلام کا اظہار فرمایا۔

اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا: "جب میں مقامِ محمود پر ہوں گا تو اپنے والدین اور چچا کی شفاعت کروں گا۔"

(تفسیر برہان، تفسیر علی ابن ابراہیم، تفسیر انوار النجف) .....

ایمان ابوطالبؑ

نوٹ:۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے خلفاء نے حضرت علیؑ کی دشمنی میں یہ روایتیں گھڑی ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے آخر وقت کلمہ نہ پڑھا۔ بنی عباس نے اس روایت کو اس لیے گھڑوایا تھا تاکہ کسی طرح سے اُن کی کوئی فضیلت آلِ علیؑ پر ثابت ہو سکے۔

www.drhasanrizvi.com

مثلاً یہ کہ حضرت علیؑ کے والد نے اسلام قبول نہیں کیا تھا جبکہ ہمارے جدِّ اکبر حضرت عباسؓ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

لیکن یہ روایت سراسر عقل و منطق کے خلاف ہے۔ جو شخص اتنے سخت حالات میں اتنی سخت تکالیف کو اتنے طویل عرصے تک برداشت کرتے ہوئے حضورؐ کی کفالت اور حفاظت کررہا ہو، اور خود خدا اُس کی حفاظت کو اپنی حفاظت بتلا رہا ہو، اُس کے بارے میں یہ سوچنا بھی سراسر عقل دشمنی ہے کہ وہ اسلام نہ لایا تھا، بلکہ معاذاللہ مشرک تھا۔ اور اُس نے آخرِ وقت کلمہ پڑھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ ابوطالبؑ نے تقیّہ فرماتے ہوئے حضورِ اکرمؐ کی حفاظت اور کفالت کا فریضہ انجام دیا، اور جب حضورِ اکرمؐ نے آخر وقت اظہارِ اسلام کا حکم دیا تو آپؑ نے تقیّہ کو ترک فرماکر اسلام کا اعلان فرمایا۔

(مؤلف) ------

★ نتائج اور تعلیمات

(۱) خدا، انبیاءؑ سے مذاق کرنے سے سخت ناراض ہوتا ہے۔ اور

(۲) دین کا مذاق اُڑانے والوں کو سزا دیے بغیر نہیں چھوڑتا۔

(روح البیان) ----

(۳) انبیاء کرامؑ یا دینِ خدا کا مذاق اُڑانا بہت عظیم گناہ ہے۔

(۴) خدا دین کی تبلیغ کرنے والوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ البتہ اُس کی حفاظت کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی اُن مبلّغینِ دین کی شہادت کے ذریعہ اُن کے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

لیکن دینِ خدا یا انبیاء کرامؑ کا مذاق اُڑانے والوں کو دوہری سزا ملتی ہے۔ دنیا کی سزا اور آخرت کی سزا۔ --- (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ ۹۷ (۹۷) اور ہمیں معلوم ہے کہ اُن کی باتوں پر جو وہ لوگ کرتے ہیں آپؐ کا دل تنگ ہوتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ ۹۸ (۹۸) (تو اس کا علاج یہ ہے کہ): (۱) آپؐ اپنے پالنے والے مالک کی حمد و تعریف کے ساتھ اُس کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کو بیان کرتے رہیں۔ (۲) اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

غم و اندوہ کا قدرتی علاج

دوبارہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی اور تسلی کے لیے خداوندِ عالم فرما رہا ہے کہ: "ہم یہ جانتے ہیں کہ حق دشمنوں اور منکروں کی باتیں آپؐ کے سینے کو تنگ کر دیتی ہیں، اور آپؐ پریشان ہو جاتے ہیں لیکن آپؐ پریشان نہ ہوں۔ اِن کی گھٹیا باتوں پر توجہ ہی نہ دیں۔ بلکہ اِن کی باتوں کے اثرات کو کم کرنے کے لیے آپؐ اپنے پالنے والے مالک کی پاکیزگی اور بے عیبی کو بیان کریں، اور اُس کی بارگاہ میں شکر کے سجدے بجا لائیں اِس لیے کہ خدا کا ذکر و فکر و نماز انسان کو روحانی قوت عطا کرتی ہے، دماغ کو منور کر دیتی ہے۔ دل کو زندہ کر دیتی ہے۔ بندے سے خدا کے رشتے کو مضبوط کرتی ہے مومن کے ارادے کو قوی کرتی ہے، قوتِ برداشت کو کئی کئی گنا بڑھا دیتی ہے، جہاد پر آمادہ کرتی ہے"۔ اِسی لیے جنابِ رسولِ خداؐ جب زیادہ غمگین ہو جاتے تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے اور نماز کے ذریعہ اپنے غم کو دور فرماتے۔

*..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

سجدہ نماز کی معراج ہے

سجدہ کرنے سے بندے کی توجہ خدا کی طرف ہوجاتی ہے۔ اور اِس طرح سجدہ کرتے کرتے سالک دائم الحضور ہوکر اپنے ظاہر اور باطن کو برابر پاتا ہے۔ اِس طرح روز و شب از خود دل میں سر بسجود رہتا ہے، پھر اُسے سجدوں سے قلبی سکون اور راحت ملنے لگتی ہے۔ کیونکہ اُس کا سجدہ قلب و روح کے ساتھ ہوتا ہے۔

(روح المعانی) ....*

کیا نمازِ شاہ تھی ارکانِ ایمانی کے ساتھ
دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ

کی ادا شہؑ نے نماز اِس کیفِ وجدانی کے ساتھ
کعبہ مس ہوتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں مسجد و محراب

(اقبال) ....*

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(اقبال) ....*

عرفانی تفسیر

آیت کا عرفانی مطلب یہ ہے کہ اے رسول ص! ہمیں معلوم ہے کہ دشمنوں کی حرکتوں سے آپ ص کو دُکھ ہوتا ہے۔ اِس لیے آپ ص حضورِ قلب سے نماز پڑھیے۔ کیونکہ نماز میں مشاہدہ یار ہوتا ہے اور دیدارِ یار سے تمام دُکھ درد دور ہوجاتے ہیں۔

(کشف الاسرار، روح البیان) ....*

www.drhasanrizvi.com

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۹۹ (۹۹) اور (عملاً) اپنے پالنے والے مالک کی بندگی (اطاعت) کرتے رہیں، یہاں تک کہ موت کا یقینی وقت آجائے۔ ع ۶

نماز سے حوصلہ بلند ہوتا ہے

یعنی دین کی تبلیغ کے سلسلے میں اور قوم کی اصلاح کے لیے تمھیں جو مصیبتیں اُٹھانی پڑ رہی ہیں، اُن کے مقابلے کی طاقت اگر تمھیں مل سکتی ہے تو صرف نماز اور خدا کی بندگی، اطاعت اور اُس سے لَو لگانے سے مل سکتی ہے۔ یہی چیز تمھیں تسلّی بھی دے گی، تم میں حوصلہ اور صبر کی قوّت بھی پیدا کرے گی، اور پھر تمھیں اِس قابل بنا دے گی کہ تم زمانے بھر کی گالیاں سن کر بھی دینِ خدا کی خدمت پر ڈٹے رہو جس کا انجام خدا کی رضامندی ہوگا جس سے بڑی کوئی کامیابی ممکن نہیں۔

*...... (تفہیم)

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے

*...... (اقبال)

آیت کا پیغام

یہ ہے کہ اے رسولؐ! آپؐ اپنے فرائضِ بندگی کو اپنے آخری سانس تک انجام دیتے رہیے۔ لوگوں کی کوئی پرواہ نہ کیجیے کہ وہ آپؐ کے لیے کیا بکتے ہیں۔ اسی بات کو سورۂ کوثر میں یوں فرمایا: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝" (یعنی) آپؐ نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کا فرض ادا کرتے رہیے۔ جو آپؐ کا دشمن ہے اُسی کی نسل قطع ہوگی۔

*.... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

★ موت کو "یقین" اِس لیے کہا گیا ہے کہ موت قطعًا یقینی چیز ہے۔ اِس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ تمام علماء نے یہی لکھا ہے۔

★ ..... (تفسیر تبیان۔ جلالین)

★ امام رازی نے لکھا کہ "جب دنیا سے دل تنگ اور غمگین ہونے لگے تو انسان کو چاہیے کہ خدا کے ذکر وفکر اور عبادت ومطالعے میں لگ جائے۔ ایسا کرنے سے اُس پر عالمِ قُدس کے انوار کا فیضان شروع ہو جاتا ہے۔ پھر دنیا اور اُس کی نعمتیں یا محرومیاں اُس کو بالکل حقیر اور ہیچ نظر آنے لگتی ہیں۔ اِس طرح قلب پر جو شیطانی وسواس کی وجہ سے جو غم والم طاری ہو جاتا ہے، وہ دور ہو جاتا ہے اور طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے۔ غرض دنیوی غموں اور محرومیوں کا بہترین علاج ذکر وفکر اور توجہ اِلَی اللہ ہے۔

★ ..... (تفسیر کبیر۔ امام رازی)

★ عرفاء اور محققین نے لکھا کہ یہ آیت رد ہے اُن غالی مصنوعی صوفیوں کی، جو یہ کہتے ہیں کہ "راہِ سلوک میں ایک مرتبہ ایسا بھی آتا ہے کہ تکلیفاتِ شرعی ساقط ہو جاتی ہیں۔

★ ..... (ابنِ کثیر)

★ بعض صوفیوں نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ:

"یقین آجانے کے بعد عبادت کی ضرورت نہیں"۔ یہ استنباط اِس لیے غلط ہے۔

(۱) اوّلاً یہاں "یقین" سے مراد موت ہے۔ جو دوسری آیات سے ثابت ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ حکم رسولِ اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے دیا جا رہا ہے۔ اب کون مان سکتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے ایمان کی حالت میں یقین کی منزل پر فائز نہ تھے، کہ اُن سے یہ کہا جائے کہ یقین آنے تک عبادت کیے جائیے۔

(۳) تیسرے یہ کہ تمام تواریخ گواہ ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ نے زندگی کے آخری لمحات تک عبادت کا

www.drhasanrizvi.com

حق ادا فرمایا۔ کبھی عبادتِ الٰہی کو ترک نہ فرمایا۔

(۴) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تو محرابِ عبادت ہی میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

(۵) سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں سر کٹایا۔

نتائج غرض اِن دلائل سے ثابت ہوگیا کہ (۱) اِس آیت میں یقین سے مراد موت ہے۔ اور (۲) عبادت زندگی کی آخری سانس تک کرنا ضروری ہے۔

عبادت کے فائدے (۱) عبادت انسان کی روح میں ایمان کی تازگی اور قوتِ ارادی کو قوت بخشتی ہے۔ (۲) انسان کی فکر کو بلند اور بیدار کرتی ہے۔ اور اُس کی فکر کو لامتناہی منزل کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ (۳) پچھلے گناہوں کے غبار کو صاف کرتی ہے اور آئندہ گناہوں کی نجاست سے بچاتی ہے۔

(۴) قلب و روح سے غفلت کا گرد و غبار جھاڑ دیتی ہے، توجہ اِلَی اللہ اور زندگی کے مقصد کی لگن اور تڑپ کو بیدار کرتی ہے۔ (۵) انسان کے اندر آگاہی اور احساسِ ذمہ داری کو جگا دیتی ہے۔

(۶) انسان کی تکمیل کرتی ہے اِس طرح کہ اُس کا تعلق خدا سے جوڑ دیتی ہے۔

(۷) خدا کی محبت اور اطاعت اور شکر کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔

(۸) انسان کی بہترین اور مسلسل تربیت کرتی ہے۔ * .... (تفسیر نمونہ)

(۹) عبادت نیک اعمال اور انسان کی اعلیٰ صلاحیتوں کے حصول کا سرچشمہ ہے۔

عبادت انسان کے اندر ایسا ملکہ پیدا کر دیتی ہے کہ پھر وہ ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال انجام دینے کو زندگی کا حاصل سمجھتا ہے اور نیکیوں کے میدان میں آگے بڑھتا جلا جاتا ہے۔

* .... (تفسیر المیزان علامہ طباطبائی)

www.drhasanrizvi.com

سُورَۃُ النّحل

(رُوحانی خصوصیات)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"جو شخص سورۃُ النّحل پڑھتا رہے گا" (۱) قیامت میں دُنیا کی نعمتوں کے بارے میں اُس سے حساب کتاب نہ لیا جائے گا۔ اور

(۲) نیک وصیت کر کے مرنے والے کے برابر اُس کو اَجر دیا جائے گا۔"

*...... (مجمع البیان)

★ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

(۱) "جو شخص ہر مہینے اس سورے کو ایک دفعہ پڑھتا رہے گا تو وہ دُنیا میں ہر تاوان (ہر نقصان) سے بچا رہے گا اور ستّر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار نہ ہو گا، جن میں کم از کم دیوانگی برص اور جذام ہیں۔ اور بروزِ قیامت اُس کا ٹھکانہ جنّتِ عدن میں ہو گا۔"

*...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

آیاتہا ۱۲۸ سُورَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتہا ۱۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(شروع کرتا ہوں) اُس اللہ کے نام کے ساتھ مدد طلب کرتے ہوئے جو سب کو فیض پہنچانے والا، مسلسل بے حد رحم کرنے والا ہے۔

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ ۱

آگیا اللہ کا حکم (اسلام کی تبلیغ کرنے یا عذابِ خدا کے آنے کا) تو اب اِس کے متعلق جلدی نہ مچاؤ (کیونکہ) خدا ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ اور بلند و بالا ہے اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

شانِ نزول

جب مکہ کے قریش نے جنابِ رسولِ خدا ؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ چلیئے ہم آپ کو نہیں مانتے۔ آپ ہم پر خدا کا عذاب نازل کر کے دکھائیں۔ اِس کے جواب میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر عیاشی۔ تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جنابِ رسولِ خدا ؐ نے فرمایا:
"جب اللہ کسی بات کے ہونے کی خبر دے دیتا ہے تو گویا یوں سمجھو کہ وہ کام ہو چکا"۔
(کیونکہ ایسے کام کے نہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس آیت میں ماضی کے صیغے استعمال ہوئے ہیں کہ گویا یہ کام ہو ہی چکا ہے)۔

★ ...... (تفسیر صافی ص۲۳۴)

★ "اَتٰیٓ اَمۡرُ اللّٰہِ" "یعنی" اللہ کا حکم آگیا" کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کا فیصلہ کہ اسلام کی اشاعت ہونی چاہیئے، اب خدا کے اس فیصلے کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا۔

★ .... (جلالین)

★ تیسرے معنی یہ بھی لکھے گئے ہیں کہ "اللہ کے حکم" کے آنے کے معنی یہ ہیں کہ ہجرت کرنے کا حکم آگیا۔ قرآن کے گہرے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم انکارِ حق کی آخری حدوں کو چھونے لگتی ہے تو انبیاءؑ کو وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہی حکم قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ پھر یا تو عذابِ الٰہی کے ذریعہ اُس قوم کا تیا پانچا کر دیا جاتا ہے، یا نبیؑ کے ماننے والوں کے ہاتھوں اُس قوم کی جڑ بنیاد کاٹ کر رکھ دی جاتی ہے۔ یہی حال ہجرت کے حکم کا ہوا۔ کفارِ مکّہ تو یہ سمجھے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہوا، مگر آٹھ دس سال ہی میں دنیا نے دیکھ لیا کہ صرف مکّہ ہی نہیں، سارے کے سارے عرب سے کفر و شرک کی جڑ بنیاد کاٹ کر رکھ دی گئی۔
(خس کم جہاں پاک)

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا ؐ نے فرمایا کہ: "جب امام مہدیؑ ظاہر ہونے والے ہوں گے تو جبرئیلؑ ایک قدم کعبہ پر اور دوسرا بیت المقدس پر رکھ کر آواز دیں گے "اَتٰی اَمرُ اللّٰہ" (اللہ کا حکم آگیا) پھر امام مہدیؑ تشریف لائیں گے اور مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز ادا کریں گے اور ۳۱۳ ساتھی آپ کے ساتھ ہوں گے جن میں کچھ تو ایسے ہوں گے کہ راتوں رات اپنے بستروں سے اُٹھ کر یہاں پہنچیں گے"۔

★ .... [illegible]

www.drhasanrizvi.com

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ (۲) مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۲

وہی (خدا) اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فرشتوں کو "رُوح" کے ساتھ اُتارتا ہے۔ تاکہ تم آگاہ کردو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو (یا) میری ناراضگی سے بچنے کا انتظام کرو۔

"الرُّوح" بھی ایک مخلوق ہے

فرزندِ رسولؐ جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت امامؑ نے فرمایا: "جبرئیلِ امین تو وہ فرشتہ ہیں جو انبیاء کرامؑ کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن "الروح" خدا کی وہ مخلوق ہے جو ہر وقت انبیاء کرامؑ اور اُن کے اوصیاءؑ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ اِسی وجہ سے انبیاءؑ اور اُن کے اوصیاءؑ ہر بات کو بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں۔

* .... (تفسیر صافی ص ۲۷۲ بحوالہ البصائر)

"روح" کے معنی وحی کے بھی لکھے گئے ہیں۔ قرآن کے بھی لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کی بدولت انسان کا دل و دماغ زندہ ہو جاتا ہے۔

* .... (تفسیر انوار النجف)

"روح" کے ایک معنی یہ بھی لکھے گئے ہیں کہ "روح" ملائکہ کے علاوہ ایک اور مخلوق ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ "روح" کو انبیاءؑ کے پاس لے کر آتے ہیں اور یہی روح انبیاءؑ، اوصیاءؑ اور آئمہؑ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

* .... (تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

شانِ نزول

اصل میں یہ آیت مشرکوں کا جواب ہے جو قرآن کے لیے یہ بکتے تھے کہ "یہ سب بناوٹی باتیں ہیں"۔ اللہ اُن کو جواب دے رہا ہے کہ "نہیں۔ یہ ہماری بھیجی ہوئی روح ہے جس سے لبریز ہوکر یہ شخص نبوّت کا پیغام پہنچا رہا ہے۔

پھر یہ بھی بتایا گیا کہ خدا اپنے جس بندے پر چاہتا ہے یہ "روح" نازل فرماتا ہے۔

یہ بات بھی مشرکین کے اُس اعتراض کا جواب ہے کہ وہ کہتے تھے کہ: "کیا نبوّت کے کام کے لیے بس عبداللہ کا یتیم محمدؐ ہی رہ گیا تھا۔ آخر مکّے اور طائف کے یہ بڑے بڑے سردار کہاں مرگئے تھے کہ خدا کی نظر اُن پر نہ پڑی؟"

اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ: "خدا اپنا کام کرنا خوب جانتا ہے۔ اُسے تم سے مشورے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جس بندے کو مناسب سمجھتا ہے، اپنے کام کے لیے منتخب کرلیتا ہے۔"

نتائج اور تعلیمات

محققین نے اس آیت سے نتیجہ نکالے کہ نبوت جہاں بھی آئی ہے اُس کا ایک ہی بنیادی پیغام رہا ہے کہ:

(۱) خدائی صرف ایک اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ وہی اکیلا خدائی کا مستحق ہے۔

(۲) اُسی سے ڈرنا اور اُسی کی ناراضگی سے بچنا ضروری ہے۔

(۳) خدا کی نافرمانی کا نتیجہ انسان کی مکمل تباہی ہے۔ اُسی تباہی سے ڈرنا اور بچنا چاہیئے۔

*...... (تفہیم القرآن)

* نبیوںؑ اور رسولوںؑ کی بعثت کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ کی مخالفت سے ڈرائیں پس اے انسانو! تم کو ڈرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اپنی خالقیت اور جملہ احسانات کا ذکر فرمایا۔ جبکہ کسی اور نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔

*...... (ملخص از تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۳) (کیونکہ) اُسی (خدا) نے آسمانوں اور
بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ ۳ زمین کو ٹھیک ٹھیک مقصد کے ساتھ پیدا
کیا وہ بہت ہی بلند و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

توحید کی گواہی

بتایا جا رہا ہے کہ توحید جس کا سبق پچھلی آیت میں دیا گیا، اُس فلسفۂ توحید کی گواہی زمین و آسمان کا پورا انتظام اور کارخانۂ تخلیق دے رہا ہے۔

کائنات اور اُس کا نظام ایک بہت بڑی ٹھوس حقیقت ہے۔ اس میں جہاں چاہو دیکھ لو، توحید ہی کی گواہیاں ملیں گی۔ خدا کے سوا کسی دوسرے خدا کی خدائی کہیں چلتی ہوئی نظر نہ آئے گی۔ ہر چیز کی ساخت، تربیت اور تنظیم اِس بات کی منہ بولتی گواہی دے گی کہ اُس کا وجود کسی قادرِ مطلق اور حکیمِ مطلق کی عطا ہے۔

پھر جب ساری کائنات پر توحید کا سکّہ چل رہا ہے تو تمہارے اِس شرک کے ڈھکوسلے کا سکّہ کہاں چل رہا ہے؟ تمہارا شرک صرف تمہارا دماغی خلجان ہے۔

(کہتے ہیں جس کو شرک، خلل ہے دماغ کا)

پھر اگلی آیتوں میں خود انسان کے اپنے وجود کے اندر توحید کی شہادتیں بیان کی جائیں گی۔ ----- (تفہیم القرآن)

★ خدا نے کسی غیر کو خالق ماننے والوں کو صریح الفاظ میں مشرک کہدیا کہ آسمانوں اور زمین کا سچا خالق اللہ ہے اور وہ مشرکوں کی بکواسوں سے بلند و بالا ہے۔ پھر اگلی آیت انسان کی تخلیق کو بیان کر رہی ہے۔[۱]

[۱] (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ○ (۴) اُس نے انسان کو چھوٹے سے قطرے سے پیدا کیا۔ اور اب دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک کھلا ہوا جھگڑالو (انسان) نظر آرہا ہے۔

انسان کو غور و فکر کرنا چاہیئے

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان اپنی خلقت ہی پر غور کرے تو بے جا تکبّر اور تفاخر سے کام نہ لے۔ کیونکہ انسان اپنی اصلیّت اور خلقت کو بھلا بیٹھا ہے اس لیے سینہ تانے اِترا رہا ہے اور خدا سے جھگڑے کر رہا ہے۔

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر انسان اپنی تخلیق کے عمل پر ہی غور کرلے تو یہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ جو خدا اُس کو لاشئی سے شئی بنا سکتا ہے، وہ اُس کو دوبارہ شئی سے شئی بنا سکتا ہے۔ یعنی جب خدا اُس کو اُس وقت پیدا کر سکتا ہے جب وہ کچھ نہ تھا، تو اب جبکہ وہ کچھ ہے، اُس کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا؟

اگر اس بات پر غور کرے تو پھر اس بات پر جھگڑا نہ کرے گا کہ وہ دوبارہ کیسے پیدا کیا جائے گا۔

*...... (فصل الخطاب، جلالین)

★ پھر نطفہ سے انسان کی پیدائش کو بیان کیا اور فرمایا کہ کس قدر ناسپاس گذار واقع ہوا ہے یہ انسان، کہ وہ بجائے شکر گذاری کے میرے حقِّ خالقیت کا انکار کرتے ہوئے میری مخلوق کو میرے برابر ٹھہراتا ہے؟ *...... (تعبیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ (۵) اُسی (خدا) نے جانور بھی پیدا
فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَ کیے، جن میں تمھارے لیے لباس کا
مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ سامان بھی ہے، اور طرح طرح کے
دوسرے فائدے بھی ہیں۔ اور اُن سے تم غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ (۶) اُن میں تمھارے لیے خوبصورتی اور
تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ شان وشوکت کا سامان بھی ہے اُس
وقت کہ جب صبح کو تم اُنھیں چرانے کے لیے بھیجتے ہو اور شام کو اُنھیں
واپس لاتے ہو۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: جانوروں، چوپایوں میں کوئی خدائی شان نہیں ہے۔ وہ تو ہمارے فائدے اور خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اُن کو پوجنا نظامِ فطرت کی نفی ہے۔

دوسرے یہ کہ خدا نے نفع اور فائدوں کے ذکر کے بعد حُسن وجمال کا ذکر فرمایا ہے۔ اِس سے نتیجہ نکلا کہ: فائدوں کے بعد حُسن وجمال خدا کو عزیز ہے۔ بشرطیکہ حُسن وجمال کا مقصد فخر وکبر نہ ہو، بلکہ اُس کا مقصد حصولِ مسرت، دفعِ ذلت، شکرِ نعمت، یا پھر خدا کی رضامندی حاصل کرنا ہو۔ ★ .... (تفسیر ماجدی)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب شام کے وقت تم اُن چوپایوں کو چراگاہوں سے واپس لاتے ہو اور جب صبح کے وقت اُن کو چراگاہوں کی طرف لے جاتے ہو، اِن دونوں اوقات میں تمھاری شان بان دکھائی دیتی ہے۔ چوپائے جب شام کو لوٹتے ہیں تو اُن کے تھن دودھ سے اور پیٹ چارے سے بھرے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو۔
★ ..... (تفسیر صافی ص ۲۷۵)

www.drhasanrizvi.com

وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى (۷) وہ تمہارے بوجھوں کو بھی اٹھا
بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا کر ایسے ایسے (دور دراز) مقامات تک
بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ ۷ اور محنت کے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے۔
حقیقتاً تمہارا پالنے والا مالک بڑا ہی شفیق اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ (۸) اور (اُس نے) گھوڑے، خچر
الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ اور گدھے بھی (پیدا کیے) تاکہ تم
وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۸ اُن پر سوار ہو اور وہ تمہاری
آرائش اور زندگی کی رونق بنیں۔ اور وہ بہت سی اور (دوسری سواریاں) بھی پیدا کرے گا جنہیں تم ابھی جانتے تک نہیں ہو[1]۔

---

[1] اِس سے مراد وہ عجائبات ہیں جو خدا نے خشکی اور سمندر میں پیدا کیے ہیں۔ (تفسیر صافی ص۲۷۵ بحوالہ تفسیر قمی)

★ خدا کا یہ فرمانا کہ "وہ ایسی سواریاں بھی پیدا کرے گا کہ جنھیں تم ابھی نہیں جانتے۔" یہ آیت دلیل ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اُس زمانے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انجانی عجیب و غریب نئی نئی سواریاں ایجاد کی جا سکتی ہیں۔ البتہ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ: "میں آسمان پر لوہا اُڑتے ہوئے اور زمین پر لوہے کے گھوڑے تیزی سے دوڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔" (الحدیث)

★ .... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ (۹) اور اللہ ہی کے ذمے ہے
وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۗ وَلَوْ شَآءَ سیدھا راستہ دکھانا۔ جب کہ
لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ع ۹ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔ اگر وہ
چاہتا تو تم سب کے سب کو سیدھے راستے ہی پر لگا دیتا۔

اللہ تو سب کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے

★ اللہ سیدھا راستہ اِس طرح دکھاتا ہے کہ وہ سیدھے راستے کو بیان کردیتا ہے۔
★---- (تفسیر جلالین)

★ آیت کے دوسرے معنی یہ بھی لکھے گئے ہیں کہ سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے
★----- (بقول ابنِ عباس رض از شاہ ولی اللہ)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی ذمے داری ہے کہ وہ سب کو سیدھا راستہ دکھائے۔ خدا اپنی ذمے داری کو ضرور پورا کرتا ہے۔ مگر اکثر لوگ خدا کی رہنمائی کو قبول نہیں کرتے۔ وہ غلط راستے اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر اللہ جبر سے کام نہیں لیتا۔ اگر خدا جبر سے کام لیتا تو سب کے سب سیدھے راستے پر آجاتے۔ مگر خدا نے اِس دنیا کو امتحان کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اِس لیے اُس کی حکمت اور عدل کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ کسی کو سیدھے راستے پر چلنے پر مجبور نہیں کرتا۔
★------ (فصل الخطاب)

★ تم یہ غور کرو کہ خدا نے تمھیں وجود میں لانے سے پہلے تمھارے لیے کتنے سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ جس خدا نے تمھاری حیوانی اور ظاہری دنیوی عارضی زندگی کے لئے اتنے بڑے

www.drhasanrizvi.com

پیمانے پر اسقدر انتظامات کیے ہوں، کیا تم اُس سے یہ توقّع رکھتے ہو کہ اُس نے تمھاری زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اور مقصد کو پورا کرنے کے لیے کوئی بندوبست نہ کیا ہو گا؟ ۔ یہی بندوبست تو ہے جو نبیؐ کو بھیج کر کیا گیا ہے ۔ اگر تم نبوّت کو نہیں مانتے تو پھر بتاؤ کہ آخر خدا نے انسانی ہدایت کا کیا انتظام فرمایا ہے؟ اب اگر تم یہ کہو کہ عقل دے دی ہے، تو عقل تو بے شمار راستے ایجاد کر بیٹھی ہے ۔

؎ عقل عیّار ہے، سو بھیس بدل لیتی ہے

؎ راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کارِ حیات

.....(اقبالؔ)

عقل کا غلطیاں کرنا، ٹھوکریں کھانا، اختلاف کرنا مسلّم حقیقت ہے ۔ اب اگر تم یہ کہو کہ خدا نے ہماری ہدایت کا کوئی انتظام نہیں فرمایا، تو خدا کے ساتھ اس سے بڑی بدگمانی کا کوئی تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ۔ وہ خدا جو جانور ہونے کی حیثیت سے تو تمھاری پرورش اور نشو و نما کا اتنا مکمّل، مفصّل اور زبردست انتظام فرمائے، مگر انسان ہونے کی حیثیت سے جو تمھاری تخلیق کا اصل مقصد ہے، اُس تک پہنچنے کا کوئی انتظام نہ فرمائے ۔ تم کو یونہی اندھیروں اور گمراہیوں میں بھٹکنے کے لیے ٹھوکریں کھاتا چھوڑ دے ۔!

اب اگر تم یہ کہو کہ ہم تو مجبور ہیں ۔ اگر خدا ہمیں ہدایت کرنا چاہتا تو ہم سب کو سیدھا راستہ دکھا دیتا ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: خدا کی مشیّت (مرضی) یہ تھی کہ ایک صاحبِ عقل با اختیار مخلوق کو پیدا کیا جائے جو اپنی پسند اور عقل کو استعمال کر کے صحیح اور غلط راستے کا خود انتخاب کرے ۔ اُس کو ہر طرح کے راستوں پر جانے کی پوری پوری آزادی ہو ۔ پھر اُس کو اپنے اختیار استعمال کرنے کے لیے عقل و فکر کی صلاحیتیں دی جائیں، خواہشوں، ارادوں اور فیصلے کرنے

www.drhasanrizvi.com

کی طاقتیں بخشی جائیں۔ بے شمار چیزوں پر تصرف کرنے کے اختیارات عطا کیے جائیں۔ پھر اُس کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی ہدایتوں سے سرفراز کیا جائے۔ اگر خدا جبراً اسب کو سیدھے راستے پر لگا دیتا تو یہ سارے کا سارا انتظام ہی باطل ہو جاتا۔ پھر انسان کے لیے ترقی کی اُن بلند منزلوں اور درجوں تک پہنچنا ممکن ہی نہ رہتا جو اُس کو عقل و فکر اور آزادی کے ساتھ اپنے اختیارات کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اِسی لیے خدا نے جبری ہدایت کا طریقہ چھوڑ کر رسالت کے ذریعے ہدایت کا کام انجام دیا۔ تاکہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے اور اُس کو اپنی عقل و فکر کی خفیہ صلاحیتیں استعمال کرنے کا پورا پورا موقع مل جائے۔ اِس طرح اُس کا امتحان بھی ہو جائے اور وہ خود اپنی کوششوں سے اعلیٰ ترین مراتب کو حاصل کر سکے۔ (تفہیم القرآن)

★ خدا نے ارشاد فرمایا: "لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ" (انسان کے لیے کچھ نہیں ہے سوا اُس کے جس کے لیے وہ کوشش کرے"۔ (القرآن) (سورۃ النجم ۵۳ آیت ۳۹)

فرمایا: "الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ"

(وہی خدا ہے جس نے موت اور زندگی (کے اِس نظام) کو اِس لیے پیدا کیا تاکہ وہ تمھارا امتحان لے کہ تم میں سے کون بہترین عمل کرنے والا ہے۔)
(القرآن۔ سورۃ الملک ۶۷ آیت ۲)

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیں سیدھا راستہ دکھائے۔ مگر اِس طرح کہ ہم اُس پر چلنے پر مجبور نہ ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ پر سیدھا راستہ دکھانے اور بیان کرنے کی ذمے داری ہے۔ اور یہ ذمے داری خود خدا نے اپنے اختیار سے اپنے اوپر عائد فرمائی ہے۔ ★..... (جلالین)

www.drhasanrizvi.com

نتیجہ

(۱) اسی لیے خدا کے بھیجے ہوئے انبیاءؑ اور اولیاءؒ ہدایت پر لانے کے لیے لوگوں کو مجبور نہیں کرتے۔ اور (۲) اسی لیے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ حضرت علیؑ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے تلوار کیوں نہ اُٹھائی۔ جو کام نبیؐ نہیں کرتا، وہ وصیؑ کیسے کرسکتا ہے۔ خود خدا بھی ہدایت پر لانے کے لیے کسی کو مجبور نہیں فرماتا۔

٭..... (مؤلف)

★ خدا نے ہر ایک کو زبردستی ہدایت اس لیے نہیں فرمائی کہ یہ دنیا دارِ امتحان ہے اور امتحان کا دارمدار اختیار پر ہوتا ہے۔ اگر خدا زبردستی ہدایت فرماتا تو پھر امتحان، جزاء سزا باطل ہوجاتے۔

نیز یہ کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے اختیار اور کوشش سے ہدایت حاصل کرے، تاکہ اجر کا مستحق بنے۔ جب انسان اپنے جُزئی اختیار سے ہدایت چاہتا ہے، تب خدا بھی اُس کے لیے ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے۔

★ اِسی لیے حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں اللہ کا رسولؐ ہوں، مگر ہدایت (تخلیقی) میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔
اگر میرے ہاتھ میں ہوتی تو ساری زمین پر کوئی کافر نہ ہوتا، سب مسلمان ہوتے۔
اِس میں شک نہیں کہ ابلیسؑ گمراہی کو اچھا کرکے دکھاتا ہے، مگر کسی کو گمراہ کرنا اُس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر اُس کے ہاتھ میں ہوتا تو سارے انسان گمراہ ہوتے"

٭..... (الحدیث)

★ غرض ہدایت و گمراہی انسان کے ارادے اور کوشش پر منحصر ہے۔ جیسا انسان ارادہ اور کوشش کرتا ہے، ویسے ہی خدا اُس کو ہدایت کی توفیق دیتا ہے۔ جب انسان ہدایت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا تو خدا اپنی توفیقات سلب کرلیتا ہے۔

٭..... (تلقیح الاذہان ۔ روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ (۱۰) (اِس کا ثبوت یہ ہے کہ) وہی خدا تو ہے
مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ جس نے تمھارے لیے آسمان سے پانی اُتارا۔
مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ۝ ۱۰ جسے تم خود بھی پیتے ہو اور تمھارے جانوروں
کے لیے چارہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ (۱۱) اُسی پانی کے ذریعہ سے خدا تمھارے
الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ لیے کھیتیاں اُگاتا ہے۔ اور زیتون،
الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ کھجور، انگور اور طرح طرح کے دوسرے
الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ تمام پھلوں کو اُگاتا ہے۔ حقیقتاً اِس
لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۱۱ میں ایک بڑی نشانی ہے اُن لوگوں کے
لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ (۱۲) (جبکہ) اُسی (خدا) نے تمھارے
وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ قبضے میں دے دیے ہیں رات اور دن،
وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ سورج چاند ستارے، جو اُسی خدا
مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ کے حکم سے تمھارے قابو میں ہیں اور

www.drhasanrizvi.com

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ۱۲

تمھیں فائدے پہنچاتے ہیں۔[1] یقیناً اِس میں (حقیقت کو سمجھنے کی) بڑی نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ ۱۳

(۱۳) اور جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں تمھارے لیے پیدا کی ہیں، اُن میں بھی حقیقتاً نشانی (دلیل) ہے اُن لوگوں کے لیے جو سبق لینے والے ہیں۔

---

۱ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رات دن، سورج وغیرہ ہمارے قبضے میں تو نہیں ہیں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ انسان ابھی تک ترقّی کے اُس نقطے پر نہیں پہنچا ہے، جہاں قرآن اُس کو دیکھنا چاہتا ہے۔ یا پھر یہ ماننا پڑے گا کہ کچھ بلند ہستیاں ہر زمانے میں ہوتی ہیں کہ جو دن رات چاند سورج سب پر حکمرانی کر سکتی ہیں۔ ★ ..... (فصل الخطاب)

(نوٹ: حضور اکرمؐ نے چاند کے دو ٹکڑے کیے، حضرت علیؑ نے سورج کو انگلی کے اشارے سے پلٹایا۔)

۲ حضرت فضل بن سہل نے کہا کہ زبانی ذکر گناہوں کا کفّارہ ہوتا ہے اور قلبی ذکر خدا کی قربت کا باعث ہوتا ہے۔ ★ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اگر شیاطین انسانوں کے دلوں پر گھیرا نہ ڈالے ہوتے تو انسان ملکوتِ آسمان و زمین کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔" (الحدیث) (از روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ (۱۴) اور وہی (خدا) تو ہے جس نے
لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا دریا کو بھی تمہارے قابو میں دے
وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً دیا ہے تاکہ تم اُس میں سے تازہ گوشت
تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ کھاؤ اور اُس میں سے وہ زیور نکالو
مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ جنھیں تم پہنا کرتے ہو۔ اور تم
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۱۴ دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر میں (اُس کا
سینہ چیرتی ہوئی کیسے) چلتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اِس لیئے ہے
تاکہ تم اللہ کے فضل وکرم (روزی) کو تلاش کرو اور (اس طرح خدا کے)
شکر ادا کرنے والے بن جاؤ۔

دریا اور سمندروں کے فوائد

تازہ گوشت سے خاص طور پر مراد مچھلی کا گوشت ہے۔ ★... (تفسیر تبیان)

★ اور زیور سے مراد موتی اور مونگے خاص طور پر لیے گئے ہیں اور دیگر تمام جواہرات بھی مراد لیے گئے ہیں جو سمندر سے برآمد ہوتے ہیں۔ ★.... (تفسیر علی بن ابراہیم)

★ اور خدا کا فضل تجارت کے ذریعہ تلاش کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔
★.... (تفسیر جلالین)

★ مطلب یہ ہے کہ حلال طریقوں سے اپنا رزق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔
★.... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

نتیجۂ عرفانی

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "پُر زینت لباس اگر شکرِ نعمت کے طور پر پہنا جائے، جس میں فخر و کبر کا شائبہ نہ ہو، اور خدا سے غافل بھی نہ کرتا ہو، تو اُس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے تجارتی کاروبار اور اُن سے نفع اُٹھانا بھی منافیِ تقویٰ نہیں۔ کیونکہ خدا کے فضل کو تلاش کرنے سے مراد تجارت کرنا ہے۔"

(کشّاف) ----- *

تین قسم کے درسِ معرفت

خداوندکریم نے درسِ معرفت کے لیے ان تینوں آیتوں (آیت ۱۲، آیت ۱۳، آیت ۱۴) میں تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی قسم کے درس سے ہر صاحبِ عقل کے لیے درسِ معرفت نہیں، بلکہ صرف وہی فائدہ اُٹھاتے ہیں جو غور و فکر کے میدان میں عقول کی پشت پر سوار ہو آگے بڑھیں۔ لہٰذا وہاں وہ بیان فکر کرنے والوں کے لیے مختص فرمایا۔

(۲) دوسری قسم لیل و نہار (رات دن) کا اختلاف اور چاند سورج کی گردش اور تسخیر کو ظاہری طور پر بغیر غور و خوض کے ہر آدمی سمجھتا ہے۔ لہٰذا ہر صاحبِ عقل و دانش کے لیے اُس کو اپنی معرفت کا زینہ قرار دیا۔

(۳) تیسری قسم میں اُس کی خورد و نوش اور بود و باش کے لوازم اور اسبابِ زندگی کا ذکر کیا جو دعوتِ شکر و حمد کی متضمّن ہے۔ پس اس سے فائدہ اُٹھانا چونکہ بیدار مغز اور احسان شناس طبقہ کا ہی کام تھا، لہٰذا اُنہی کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ پس یَتَفَکَّرُوْنَ ۔ یَعْقِلُوْنَ ۔ یَذَّکَّرُوْنَ کی جدا جدا فصلیں اسی مناسبت سے ہیں۔ * .... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ (۱۵) اُسی (خدا) نے زمین میں پہاڑ
رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ ڈال دیے تاکہ زمین تمھیں لیے
وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ ہوئے ڈانواں ڈول نہ ہو جائے۔
تَهْتَدُوْنَ ۝ ۱۵ اور اُسی نے دریا بہا دیے اور
قدرتی راستے بنائے تاکہ تم ہدایت اور راستہ پاؤ۔

پہاڑوں اور دریاؤں کی غرضِ خلقت

خدا نے پہاڑوں کو اس لیے جمایا ہے تاکہ زمین تمھیں لیے ہوئے ڈانواں ڈول نہ ہو۔
★ .... (تفسیر تبیان)

★ زمین پر پہاڑوں کے دباؤ اور اُبھار کا اصل فائدہ یہ ہے کہ اِس سے زمین کی گردش اور اُس کی رفتار میں نظم وضبط پیدا ہوتا ہے۔ پہاڑوں کا یہی فائدہ اصلی ہے، باقی دوسرے فوائد ضمنی ہیں۔ پہاڑوں کی وجہ سے زمین کی حرکت میں اضطراب نہیں پیدا ہوتا۔ اور اِن کی وجہ سے زمین کی گردش منضبط (Regulate) ہو جاتی ہے۔

★ دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ وہ راستے جو ندی نالوں، دریاؤں کے ساتھ ساتھ بنتے چلے جاتے ہیں اُن کی اہمیت پہاڑی اور میدانی علاقوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

★ زمین پر پہاڑوں کا وجود زمین کے اضطراب کو ختم کر دینے کے لیے ہے تاکہ انسان کی زندگی پُرسکون ہو، اور پھر اُن کے دامن کو قسم قسم کی معدنیات سے بھر کر انسان کے لیے منافع خوری کے طریقے آسان فرما دیے۔ ★ .... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ (۱۶) اور (اُس نے زمین راستہ بتانے والی) هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ ۱۶ علامتیں (بنادیں)۔ اور ستاروں سے بھی لوگ ہدایت اور راستے پالیتے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا (۱۷) پھر (بتاؤ کہ) کیا جو پیدا کرتا ہے يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۱۷ وہ بھلا اُس جیسا ہوسکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتا؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے؟ (یا) کیوں تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟

ہدایتوں کے حقیقی علامات

ان علامتوں سے اوّلین مراد جنابِ رسولِ خدا ہیں۔ جو عالمین کے لیے ھادی ہیں۔ خاص طور پر "النجم" ستارہ سے مراد جنابِ رسولِ خدا ہیں۔ ★ ۔۔۔۔ (تفسیر صافی ص ۲۷۵، تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی)

★ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت بھی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا:

"النجم" سے مراد ستارۂ جدی (قطب ستارہ) بھی ہے۔ جو ہمیشہ اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ قبلہ کی شناخت اِسی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ اور خشکی وتری کے مسافر اِسی کے ذریعہ سے راستہ معلوم کرتے ہیں۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر عیاشی)

★ "النجم" سے مراد ستارے بھی لیے گئے ہیں۔ ★ ۔۔۔۔ (جلالین)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے ساری زمین بالکل یکساں ایک جیسی

www.drhasanrizvi.com

نہیں بنائی۔ زمین کے مختلف حصّوں کو الگ الگ شکلیں عطا فرمائی ہیں۔ اِس کے بڑے فائدے ہیں۔ (۱) حُسن کا پیدا ہونا۔ (۲) منزلوں راستوں کا پہچان سکنا۔ (۳) منزل تک آسانی سے پہنچ سکنا۔ اِن نشانات کا احساس صحرائی اور سمندری سفر میں ہوتا ہے۔ جہاں ایسے نشانات موجود نہیں ہوتے وہاں اللہ نے ستاروں کے ذریعے راستہ بتانے کا بندوبست فرمایا ہے۔

پھر اِن راستوں' نشانیوں کے حوالوں سے اشارہ رسالت کی طرف کیا گیا ہے کہ جب مادّی زندگی میں بھٹکنا سخت خطرناک ہے تو اخلاق، فکری اور روحانی زندگی میں بھٹک جانا کتنا خطرناک ہوگا۔ جب مادّی زندگی میں خدا نے بھٹکنے کو روکنے کے لیے ہدایت کا بندوبست فرمایا ہے، تو کیسے ممکن ہے کہ اُس نے اخلاق، فکری، اور روحانی زندگی میں بھٹکنے سے بچنے کا کوئی انتظام نہ فرمایا ہو۔ جو خدا پہاڑوں میں راستے بناتا ہے، میدانوں میں نشانات کھڑے کرتا ہے، صحراؤں، سمندروں میں سمتِ سفر بتانے کے لیے آسمان پر ستارے چمکاتا ہے، اُس سے یہ بدگمانی کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ ہمارے مقصدِ حیات کی طرف بتانے والے ھادی نہ بھیجے گا۔

* ...... (تفہیم القرآن)

★ "وَبِالنَّجْمِ" مطلق جنسِ ستارگان مراد ہے کیونکہ سمتوں اور وقتوں کے تعیّن میں اِن کا بڑا دخل ہے۔ اور اِس کی تاویل میں ائمہ علیہم السّلام سے مروی ہے کہ: ہم علامات ہیں' اور جناب رسول خداؐ "نجم" تھے۔ اور حضور سرورِ کائنات ؐ نے فرمایا تھا کہ: "خداوندِ کریم نے ستاروں کو آسمان والوں کے لیے باعثِ امان بنایا اور میرے اہلِ بیتؑ زمین والوں کے لیے باعثِ امان ہے۔"

* ..... (تفسیر مجمع البیان' تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ (۱۸) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا
لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ بھی چاہو تو اُن کا احاطہ تک نہیں
رَّحِيمٌ ۝ ۱۸ کر سکتے (یعنی اُس کی حد و انتہا،
اہمیت اور حقیقت کو سمجھ تک نہیں سکتے) حقیقت یہ ہے کہ اللہ
بڑا ہی معاف کرنے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

آیت کا پیغام

یہ بھی ہے کہ ہمارے گناہوں، سرکشیوں کے باوجود بھی خدا کی نعمتوں اور عطاؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اِس سے بڑھ کر خدا کی بخشش اور رحم فرمانے کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے؟
* ..... (فصل الخطاب)

★ اپنے بے پایاں احسانات بیان کرنے کے بعد خود کو غفور و رحیم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ: اے انسان! تیرا تو بال بال میرے احسانات میں بندھا ہوا ہے۔ اِس کے باوجود تو اپنے محسن کی نعمتوں کا جواب کیسی کیسی نمک حرامیوں، بے وفائیوں، غدّاریوں، سرکشیوں سے دے رہا ہے۔ مگر اِس کے باوجود وہ محسن کسقدر معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے کہ سالہا سال کی نمک حرامیوں کے باوجود وہ اپنی بے شمار نعمتیں پے در پے دیئے ہی چلا جا رہا ہے۔ * .... (تفہیم القرآن)

تخلیقِ انسانی :- ایسی عظیم خدا کی تخلیق ہے کہ جس میں بے پناہ اَسرار اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ انسان خود اپنے وجود کی سیر زندگی بھر نہیں کر سکتا، تو بھلا وہ خدا کی باقی تخلیقات اور نعمتوں کا ادراک کیسے کر سکتا ہے۔ زمین کے اوپر نیچے، پہاڑوں، وادیوں، صحراؤں، جنگلوں میں، دریاؤں، سمندروں، آبشاروں میں ہر جگہ خدا کی کرشمہ سازیوں کے نمونے بیشمار دکھائی دیتے ہیں، ان تمام چیزوں سے خدا کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ؎۱

؎۱ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ (۱۹) حالانکہ اللہ اُسے بھی جانتا ہے
مَا تُعْلِنُوْنَ ۝ ۱۹ جو (گناہ) تم چھپاتے ہو، اور اُنھیں
بھی جانتا ہے جنھیں تم ظاہر کرتے ہو۔[1]

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ (۲۰) رہے وہ جنھیں وہ لوگ اللہ کو
دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا چھوڑ کر پکارتے ہیں[2]، وہ تو کچھ بھی پیدا
وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ ۲۰ نہیں کرتے، وہ تو خود پیدا کیے جاتے ہیں۔

آیت کا پیغام یہ[1] ہے کہ کوئی احمق یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان کے شرک، کفر، نفاق اور گناہوں کے باوجود خدا کی نعمتوں کا سلسلہ بند نہیں ہوتا، تو وہ اِس لیے بند نہیں ہوتا کہ خدا کو ہماری بدمعاشیوں کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔ یہ کوئی اندھی بانٹ یا غلط بخشی نہیں ہے جو بیخبری کی وجہ سے ہو رہی ہے، یہ تو خدا کا حلم، درگذر، رحم و کرم اور خدا کا قانونِ مہلت ہے، کہ وہ اصلاح کے لیے وقت پر وقت دیے جا رہا ہے تاکہ امتحان کی مدّت بھی پوری ہو جائے اور اتمام حجت بھی ہو جائے، ورنہ خدا تو مجرموں کے دلوں کی نیّتوں تک کو جانتا ہے۔ باقی یہ اُس کی عالی ظرفی اور عالمینی رحمانیّت اور رحیمیّت ہے کہ وہ گناہوں پر گناہ کرنے والوں کو معافی پر معافیاں دیے ہی چلا جا رہا ہے۔ ★.... (تفہیم القرآن)

[2] ★ "خدا کے ساتھ پکارنے" کے معنی کسی کو خدا سمجھ کر پکارنا ہے۔ یا پھر "خدا کے ساتھ کسی اور کو پکارنے" کے معنی خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا ہے۔
★.... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ۚ وَمَا (۲۱) وہ (بُت) تو مُردہ ہیں۔ زندہ
يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۲۱ تک نہیں ہیں۔ اُن کو تو یہ بھی خبر
نہیں ہے کہ وہ کب زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ ع ۲ ۸

مجسّموں کے پجاریوں کی فہمائش

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا:
"شاید یہ اُن کو فرمایا جو مرے بزرگوں کو پوجتے ہیں"
* ..... (موضح القرآن)

★ اِس کے برخلاف صاحبِ تفسیرِ جلالین نے اس آیت کو بُت پرستی سے متعلق قرار دیا۔
* ...... (تفسیر جلالین)

★ پُرانی شیعہ تفسیر میں بھی اس سے مراد بُتوں کو پوجنا ہے۔
* ..... (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ البتّہ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ مشرکوں کے بڑے بڑے بُت وَدّ، سُواع یغوث، یعوق، نسر، یہ سب نیک بندوں کے نام ہیں جن کے مجسّمے بعد کے لوگوں نے بنائے اور پھر پوجنا شروع کر دیا۔
* ...... (بخاری شریف)

★ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ لات و عزّیٰ اللہ کے پیارے بندے تھے۔ اللہ میاں سردیاں لات کے ہاں اور گرمیاں عزّیٰ کے ہاں بسر فرماتے تھے۔
* ...... (تفہیم القرآن)

بُت پرستی کی رسم کیسے شروع ہوئی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ قوموں کے اندر بڑے بڑے نیک و باکردار لوگ تھے۔ اُن کے مرنے کے بعد لوگوں نے اُن کے مجسّمے بنائے۔ جب

www.drhasanrizvi.com

بارشیں ہوتیں تو مجسّموں کو بارش سے بچانے کے لیے گھروں کے اندر لے آتے۔ جب عبادتِ خدا کا وقت آتا تو اُن مجسّموں کو سامنے رکھکر عبادت کرنے لگتے تاکہ اُن جیسا خضوع خشوع پیدا ہوسکے۔ بعد کی نسلیں یہ سمجھیں کہ یہی مجسّمے لائقِ عبادت ہیں۔ اِس طرح بُت پرستی کی رسم پڑی۔

*..... (الکافی)

★ غرض آیت میں مشرکین کی حماقت اور حق دشمنی کی انتہا بتائی جارہی ہے کہ مشرکین اُن کو خدا بنائے ہوئے ہیں جو گھاس کا ایک تنکا بھی پیدا نہیں کرسکتے۔ پھر پوجنے والے خود اپنے ہاتھوں سے اُن کو وجود بخشتے ہیں۔ پھر وہ بُت مردہ ہیں۔ اندھے، بہرے، گونگے ہیں، زندہ تک نہیں۔ ایسوں کو خدا کا مدِمقابل سمجھتے ہیں، جبکہ "وہ خدا جو ہر چیز کا خالق، مالک اور قادرِ مطلق ہے۔

* .... (جلالین، تفسیر علی ابنِ ابراہیم)

★ جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر خدا کے بھیجے ہوئے انبیاءؑ یا اُن کے اوصیاءؑ اولیاءؑ کو خدا مان لیا، اُنھوں نے سب سے بڑا کفرِ نعمت کیا۔ جو لوگ توحید کا سبق دینے آئے تھے اُنھیں کو خدا کا شریک بنالیا۔

؎ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جو لوگ خدا اور اُس کی نعمتوں کو پہچنوانے کے لیے بھیجے گئے تھے اُنھیں کے لیے خدائی اختیارات مان لینا خود اُن پر سب سے بڑا ظلم ہے۔ شیعہ سنّی تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس طرح فرعون، نمرود و ہامان کو خدا ماننے والے کافر، مشرک جہنّمی ہیں، بالکل اُسی طرح حضرت علیؑ یا ائمہؑ اہلِ بیتؑ یا اولیاءِ کرام کو خدا ماننے والے لوگ بھی کافر، مشرک اور جہنّمی ہیں۔ *.... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوندِ بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے:
"اے بنی آدمؑ! میں نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے اور تیری واپسی بھی مٹی میں ہوگی، اِس لیئے تمھیں چاہیئے کہ میرے بندوں کے سامنے تکبّر نہ کرو، نہ حسب نسب میں، نہ مال میں، اگر ایسا کروگے تو میرے نزدیک ذرّے سے بھی زیادہ ذلیل ہوگے (قیامت کے دن میں) تکبّر کرنے والوں کو ذرّے سے بھی کمتر بنادوں گا، اُنھیں لوگ اپنے پیروں میں روندتے ہوئے چلے جائیں گے، جیسے جانور دنیا میں معمولی چیزوں کو روندتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔"

★ ..... (الحدیث القدسی)

★ روایت ہے کہ دو مردوں نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے اپنے حسب نسب پر فخر کیا، اور نو پشتوں تک اپنے بڑوں کے نام گنائے۔ خدا نے موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ اِس سے فرمادیں کہ: "وہ نو کے نو جہنّم میں ہیں، اور تو اُن کے ساتھ دسواں جہنّم میں ہوگا۔"

★ ..... (الحدیث)

★ عرب شاعر نے خوب کہا: "تم زمین پر انکساری کے ساتھ چلو اس لیے کہ تم سے بہت بلند لوگ اِسی زمین کے اندر دبائے جاچکے ہیں۔ اے قلعوں میں محفوظ ہوکر رہنے والو! زمین میں کتنے ایسے دبائے گئے ہیں جو تجھ سے بھی زیادہ محفوظ تر تھے۔"

★ ..... (روح البیان)

★ "عاجزی، انکساری" جنّت کے دروازوں میں سے ایک ہے اور "فخر و مباہات" اِترانا" جہنّم کا دروازہ ہے۔ ہم کو چاہیے کہ ہم جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائیں، نہ کہ جہنّم کا۔ دل میں خود کو حقیر، فقیر، گنہگار اور عاجز سمجھنے سے فخر و استکبار کا دروازہ بند ہوجاتا ہے بلکہ اُس کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔

★ ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۲۲) تمھارا معبود تو بس ایک ہی
فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ معبود ہے۔ رہے وہ جو آخرت
بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ (کی زندگی) ہی کو نہیں مانتے
وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ۲۲ تو اُن کے دل (اِس حقیقت کے)

انکاری ہیں (کیونکہ اُن کی) حالت یہ ہے کہ وہ تکبّر سے کام لیتے ہیں۔

تکبّر بہت بڑی بیماری ہے

یعنی آخرت کے انکار نے اُن کو اِسقدر غیر ذِمّے دار، بے فکر اور دنیا میں اتنا مست بنا دیا کہ اب اُنھیں کسی حقیقت کا انکار کر دینے میں کوئی باک نہیں رہا۔ کسی صداقت، کسی حقیقت اور کسی طاقت یا قانون کی اُنھیں پرواہ باقی نہیں رہی۔ کسی اخلاقی بندش کو اپنے نفس پر برداشت کرنے کے لیے وہ تیار نہیں رہے۔ اُنھیں اِس بات کے معلوم کرنے کی بھی پرواہ باقی نہ رہی کہ وہ جس راستے پر چل رہے ہیں، کیا وہ حق ہے بھی' یا سراسر باطل ہے؟ *..... (تفہیم)

★ ایسے مردہ دل لوگوں کے قلب ہر معقول بات سے انکار پر تلے رہتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے دلوں میں حق کی تلاش، حق کی طلب یا فکرِ آخرت کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ اِسی لیے وہ تکبّر کے مرض میں مبتلا رہتے ہیں۔ اپنے تکبّر کی وجہ سے وہ حق کو نہیں مانتے۔ کیونکہ حق کو ماننے کے بعد خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور اطاعت کرنا اُن کے تکبّر کے منافی ہوتا ہے۔ اِس لیے کفر اور حق دشمنی کا سب سے بڑا سبب تکبّر ہوتا ہے۔ یہی خودسری اور خود بینی انسان کو حق سے پھیرے رکھتی ہے کیونکہ حق کو مان کر وہ جو چاہے نہیں کر سکتا۔ *..... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ (۲۳) کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ اُس
مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ؕ کو بھی جانتا ہے جسے وہ چھپاتے
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۝۲۳ ہیں (اور اُسے بھی کہ) جو وہ ظاہر کرتے
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تکبّر کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتا۔[ل]

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ مَّاذَاۤ (۲۴) جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ
اَنۡزَلَ رَبُّكُمۡ قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ تمہارے پالنے والے مالک نے کیا اُتارا ہے؟
الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ تو وہ کہتے ہیں: "اجی وہ تو اگلے لوگوں کے
پرانے اوٹ پٹانگ، بے بُنیاد، فرضی قصّے کہانیاں ہیں۔"

اللہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

ل ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا گذر کچھ ایسے مسکینوں کے پاس سے ہوا جو زمین پر چادر بچھائے، روٹی کے ٹکڑے پھیلائے کھا رہے تھے۔ اُنھوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ آپ نے اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا، اور بعد میں یہ آیت تلاوت فرمائی: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ" یعنی، بے شک اللہ تکبّر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ٭ ... (تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ ۲۵ ع ۳

(۲۵) اِس (تکبّر) کا انجام یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ خود اپنے گناہوں کے بوجھ بھی پورے کے پورے اُٹھائیں گے، اور ساتھ ساتھ کچھ اُن لوگوں کے بوجھ بھی اُٹھائیں گے جنھیں یہ لوگ اپنی جہالت، بے علمی اور ناواقفیت میں گمراہ کر رہے ہیں دیکھو اور جان لو کہ کتنا بُرا ہے وہ بوجھ اور کتنی سخت ہے وہ ذمّہ داری، جو وہ اُٹھا رہے ہیں

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ۲۶

(۲۶) جو اُن سے پہلے تھے، اُنھوں نے بھی ایسی ہی چالبازیاں اور مکّاریاں کی تھیں۔ تو اللہ (کا عذاب) آیا اُن کی عمارت پر بُنیادوں کی طرف سے۔ غرض اُن پر اللہ کا عذاب ایسے انداز سے آیا کہ اُنھیں خبر تک نہ ہوئی۔

ساری چالیں بیکار ہو گئیں

۱؎ مطلب یہ ہے کہ حق دشمنوں نے خدا کے مقابلے پر چالیں چلیں اور خدا نے اُن کی اپنی چالوں ہی کے

www.drhasanrizvi.com

ذریعہ اُن کو ہلاک و برباد کر دیا۔

؎ اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

غرض اُن لوگوں کی کیفیت، اُن لوگوں جیسی ہوگئی جنھوں نے ایک عمارت بنائی اور اُسے کئی ستونوں سے مضبوط کیا۔ اللہ نے اپنا عذاب اُنہی ستونوں کی تہ (بُنیاد) میں بھیج دیا۔ جس سے وہ ستون لرز اُٹھے اور خود اُن کی بنائی ہوئی چھت اُنہی کے سروں پر آن پڑی۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔

*..... (تفسیر صافی ص۲۷۵)

؎ خود آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

★ بعض مفسرین نے بُنیاد اور چھت کے الفاظ دیکھ کر لکھا کہ یہ نمرود کا ذکر ہے جس نے ایک بہت بلند عمارت بنوائی تھی، تاکہ اُس کی چھت پر چڑھ کر آسمان کے خدا سے جنگ کرے۔

*..... (تفسیر جلالین)

★ مگر دوسرا خیال یہ ہے کہ یہ تمثیلی بیان ہے جس میں کافروں کے اُن منصوبوں کا ذکر ہے جو ناکام رہے۔

*..... (تفسیر تبیان - فتح الرحمٰن)

★ اور یہی خیال صحیح ہے۔

*..... (فصل الخطاب)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ ظالم بدکار اور بدمعاش قوموں اور گروہوں کی تباہی اور بربادی عام طور پر ایسے طریقوں سے ہوتی ہے جدھر اُن کا خیال و گمان تک نہیں جاتا۔ یا پھر اُن کی تباہی اُن طریقوں سے ہوتی ہے، جو طریقے اُنھوں نے دوسروں کو برباد کرنے کے لیے اختیار کیے ہوتے ہیں۔

*..... (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ (۲۷) پھر قیامت کے دن خدا اُن کو
وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ خوب ذلیل و خوار بھی کرے گا اور اُن
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ سے کہے گا کہ: "کہاں ہیں میرے وہ
قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ شریک جن کے بارے میں تم (ایمانداروں سے)
اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ لڑا کرتے تھے؟" تو کہا اُن لوگوں نے
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ ۲۷ جن کو حقیقت کا علم دیا گیا تھا[1] کہ حقیقتاً
آج کے دن حق کے منکروں کے لیے رُسوائی، بدبختی اور بُرائی (ہی بُرائی) ہے۔

"جن کو علم دیا گیا تھا"[1] سے مراد انبیاءؑ اور علماء ہیں۔ جو اپنی قوموں کو خدا اور توحید کے پیغام کی طرف بُلاتے تھے جبکہ لوگ اُن کو تکلیفیں دیتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ تکبّر کا سلوک کرتے تھے۔

*---- (تفسیر صافی ص ۲۷۶)

★ "جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا" اُن سے اوّلین مراد ائمہ اہلِ بیت علیہم السّلام ہیں۔ یہی حضرات قیامت کے دن کافروں اور منافقوں سے یہ فرمائیں گے کہ: "اب تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کی تم دنیا میں اطاعت کیا کرتے تھے؟ بتاؤ وہ سب کدھر گئے؟"

*------ (تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (۲۸) جن کی پوری روح کو فرشتے
ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا کھینچ کھینچ کر نکالیں گے، اِس
السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ حالت میں کہ وہ خود اپنے ہی اوپر ظلم
سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ کرنے والے تھے۔ تو انھوں نے (اپنے)
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۲۸ ہتھیار ڈال دیے (اور بکتے ہیں کہ

ہم تو کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے' (تو فرشتے جواب دیں گے) کیوں نہیں کیسے نہیں کرتے تھے! اللہ تمھاری اُن حرکتوں اور بدمعاشیوں سے خوب واقف ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

بدترین موت اور بہترین زندگی

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "بدترین موت وہ ہے جو گناہ پر ہو اور بہترین زندگی وہ ہے جو خیر و برکت پر ہو۔" (یعنی دوسروں کو فائدے پہنچانے والی ہو) (تحف العقول)

★ یعنی تم موت کے وقت تک کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ (روح)

★ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ: یعنی ملک الموت کی آمد پر وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور مقابلہ چھوڑ کر اطاعت قبول کریں گے۔ لیکن اُس وقت کی اطاعت کس کام کی؟ بلکہ یہ اطاعت تکوینی ہوگی جو موجب جزا نہیں ہوگی۔ (انوار النجف)

★ مَا كُنَّا نَعْمَلُ: یعنی اللہ کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے اپنے اعمالِ زشت سے مُکر جائیں گے۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ (۲۹) اب (جاؤ اور) جہنّم کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ دروازوں میں گھس جاؤ۔ اسی میں

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ ۲۹ تم کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ پس

یہ حقیقت ہے کہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے تکبُّر کرنے یا خود کو بڑا سمجھنے والوں کا۔

عذابِ قبر کا ثبوت

محققین نے اِس آیت سے عذاب و ثوابِ قبر کو ثابت کیا ہے حدیث میں بھی "قبر" کا لفظ عالمِ برزخ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اِس سے مراد وہ عالم ہے جو مرنے کے بعد سے قیامت تک رہے گا۔ منکرینِ حدیث کے نزدیک موت کے بعد قیامت تک کوئی حس یا شعور نہ ہوگا نہ کسی قسم کا ثواب و عذاب ہوگا۔ خود قرآن سے بھی یہ ثابت ہے کہ کفّار کی روحیں مرنے کے بعد فوراً عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ وہ فرشتوں کو یہ یقین دلانے کی سر توڑ کوشش کرتی ہیں کہ ہم کوئی بُرا کام نہیں کر رہے تھے۔ مگر ملائکہ اُن کو جہنّم رسید ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہوتا ہے تو جنّت میں داخل ہونے کی پیشگی مبارکباد دیتے ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت ۹۷ میں خدا نے ہجرت نہ کرنے والے مسلمانوں سے موت کے بعد ملائکہ کی گفتگو کو بیان فرمایا ہے۔ اور ان سب سے زیادہ صاف الفاظ میں خدا نے سورۂ مومن آیت ۴۵ ۴۶ میں عذابِ قبر کا ذکر فرمایا ہے جہاں آلِ فرعون کے بارے میں فرمایا: "ایک سخت عذاب اُن کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر جب قیامت آئے گی تو حکم دیا جائے گا کہ آلِ فرعون کو شدید عذاب میں داخل کرو"۔۔۔ اس سے ثابت ہوا کہ موت صرف جسم و روح کی علیحدگی کا نام ہے۔ اور نہ بالکل معدوم ہونے کا نام ہے۔ مرنے کے بعد انسان اپنی پوری شخصیت کے ساتھ زندہ رہتا ہے وہی شخصیت جو اُس نے اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے تصورات، اعمال، تجربات اور اپنے ذہنی اخلاقی اکتسابات سے بنائی تھی۔

(تفہیم) ۔۔۔۔

www.drhasanrizvi.com

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا (۳۰) (اس کے برعکس جب) اُن لوگوں سے جو
أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ شرک اور انکارِ حق سے بچتے ہیں اور
لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ خدا کا خوف رکھتے ہیں پوچھا گیا کہ: "کیا
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ چیز ہے جو تمہارے پالنے والے مالک کی
خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۳۰ طرف سے اُتری ہے"؟ تو انھوں نے کہا: "بہترین

چیز ہے۔" جن لوگوں نے اس دُنیا میں اچھّائی کی اُن کے لیے (دنیا میں بھی) اچھائی ہی اچھائی ہے اور آخرت کا گھر تو اُن کے لیے لازمی طور پر اور بہتر ہے۔ اور کیا کہنا پرہیزگار (متقین) کے گھر کا۔

تقویٰ کی حقیقت

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "تم لوگ اللہ سے ڈرنے اور اُس کے فرائض کو ادا کرنے کو اپنے اوپر لازمی سمجھو۔ کیونکہ تمام خیر و خوبی اسی میں جمع ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں خیر و خوبی نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت کی جو خیر و خوبی خدا کے خوف اور فرائضِ الٰہیہ کے ادا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے، وہ کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔" پھر آپ نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔
..... (تفسیر صافی ص ۲۷۶ بحوالہ امالی، نہج البلاغہ)

★ حضرت ابراہیم ادہم نے ایک غلام خریدا۔ اُس سے پوچھا: کیا کھاؤ گے؟ عرض کی: جو آپ عنایت فرمائیں گے۔ پوچھا: کونسا کام کرو گے؟ عرض کی: جو حکم ہوگا۔ پوچھا: تمہارا ارادہ کیا ہے؟ عرض کی: میں تو آپ کا غلام ہوں میرا ارادہ آپ کے حکم کے تابع ہے۔ حضرت ابراہیم ادہم نے یہ جوابات سن کر خود کو نصیحت فرمائی کہ تو اب تک کبھی اپنے آقا کے سامنے ایسی نیازمندی نہ کر سکا۔ تجھ سے تو یہ غلام ہی بہتر ہے جس نے ایک لمحہ میں بندگی کا حق ادا کر دیا۔
..... (روح البیان)

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ۳۱

(۳۱) (اور وہ گھر) ہمیشہ رہنے والے گھنے سرسبز وشاداب باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اُن کے لیے اُن باغوں میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہتے ہوں گے۔ اِسی طرح اللہ جزاء دیتا ہے بُرائی سے بچتے ہوئے فرائضِ الٰہیہ کے ادا کرنے والوں کو

جنّتِ عَدن

جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"جنّتِ عدن" میں تین گروہ داخل ہوں گے (۱) انبیاءؑ (۲) صدّیقین (یعنی وہ لوگ جو قول وفعل کے سچّے اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے والے، وہ بھی صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے) (۳) شہداءِ راہِ خدا۔

*.... (الحدیث از روح البیان)

★ غرض ہر متّقی کو جنّت میں اتنا ہی مقام نصیب ہوگا جس قدر اُس نے دنیا میں اللہ سے خلوص اور محبّت رکھّی ہوگی۔

*.... (تاویلاتِ نجمیہ)

★ جنّتِ عدن وہ مقام ہے جہاں خدا نے بلاواسطہ از خود اپنے دستِ قدرت سے باغات سجائے ہیں، اُس کے حُسن کا کوئی تصوّر نہیں کرسکتا۔

*..... (روح)

★ جنّت کی فضیلت دو لفظوں میں بیان ہوگئی کہ وہاں سب کچھ اہلِ جنّت کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ اہلِ جنّت نے دنیا میں خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گذاری تھی۔ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (۳۲) جن کی روحیں پاکیزہ حالت میں
طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ فرشتے قبض کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں:
عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا " سلام ہو تم پر۔ جنّت میں داخل ہو
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۳۲ جاؤ، اُن کاموں کے بدلے میں جو تم
(دُنیا میں) کیا کرتے تھے۔

قبر اعمال کا صندوق ہے

جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب انسان کی روح کا تعلق جسم سے منقطع ہوتا ہے تو اُس کو پتہ چل جاتا ہے کہ میں جنّت میں جارہا ہوں یا جہنّم میں۔ اگر وہ خدا کا دوست ہوتا ہے تو اُس کے لیے جنّت کے دروازے کُھل جاتے ہیں اور خدا کی تیار کی ہوئی خاص نعمتیں اُس کے سامنے آجاتی ہیں۔ پھر وہ ہر تکلیف بُھول جاتا ہے۔ لیکن اگر مرنے والا خدا کا دشمن ہوتا ہے، تو جہنّم کے دروازے اُس کے لیے کُھل جاتے ہیں اور خدا کی مقرر کردہ سزا اُس کو دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ سب کچھ موت کے وقت ہی ہوتا ہے۔" پھر آپؐ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں۔

(تفسیر صافی) ......

★ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "اَلْقَبْرُ هِيَ صَنْدُوْقُ الْعَمَلِ" یعنی "قبر اعمال کا صندوق ہے۔" ہر عمل قبر میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ پھر جیسا عمل ہوتا ہے ویسی ہی وہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بُرے اعمال سے بھری ہوئی قبر جہنّم کا گڑھا بن جاتی ہے اور اچھے اعمال سے لبریز قبر جنّت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

(مؤلف) .... ★

www.drhasanrizvi.com

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ (۳۳) تو کیا یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں۔
تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ تو اب اس کے سوا اور کیا باقی رہ گیا
اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ ہے کہ (موت کے) فرشتے ہی اُن کے
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا پاس آپہنچیں یا آپؐ کے مالک کا
ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا حکم (عذاب) آجائے؟ ایسا ہی کیا
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ۳۳ تھا اُن لوگوں نے بھی جو اِن سے پہلے
تھے۔ اور اللہ نے اُن پر (عذاب بھیج کر) کوئی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ اُنھوں نے
خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

★ خدا کا فرمانا کہ: "جب تک تمھارے مالک کا حکم آئے" اس حکم سے مراد عذاب کے آنے کا حکم بھی ہوسکتا ہے، اور موت کے آنے کا حکم بھی ہوسکتا ہے۔ اور امام مہدیؑ علیہ السلام کے آنے کا حکم بھی مراد لیا گیا ہے۔

۔۔۔۔۔★ (فصل الخطاب۔ تفسیر علی ابن ابراہیم)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک سمجھانے کا تعلق ہے تو اے رسولؐ! آپؐ نے ایک ایک حقیقت پوری طرح کھول کھول کر سمجھادی، دلائل سے اس کو ثابت بھی کر دیا۔ پوری کائنات کا ذرہ ذرہ تمھاری باتوں کی گواہی دے رہا ہے۔ پھر اب بھی یہ لوگ اتنی صاف و سیدھی واضح بات کو مان کر نہیں دیتے تو کیا یہ لوگ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کا فرشتہ اُن کے سامنے آکھڑا ہو، تب کہیں یہ حقیقتوں کو مانیں گے؟ یا پھر یہ لوگ کیا عذاب کا انتظار فرما رہے ہیں؟

۔۔۔۔★ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (۳۴) تو خود اُنہی کے اُن کاموں کی بُرائیاں
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ اُن کو پہنچیں جو اُنھوں نے (خود) کیے تھے
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۴ اور اُن پر وہی عذاب نازل و مسلّط ہو کر رہا
جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ (۳۵) اور اُن لوگوں نے کہ جو خدا کے ساتھ کسی
شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ اور خدا کو شریک کرتے ہیں کہا: "اگر خدا
دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ چاہتا تو ہم خدا کے سوا کسی اور چیز کی بندگی نہ
وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ کرتے۔ نہ ہم نہ ہمارے باپ دادا۔ اور نہ ہم خدا
دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے"[ل]
فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ ایسے ہی بہانے اِن سے پہلے کے لوگ بھی بناتے
فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا رہے ہیں۔ تو کیا رسولوں پر صاف صاف
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۳۵ پیغام پہنچا دینے کے سوا اور بھی کوئی ذمّہ داری ہے؟

ل بظاہر مشرکوں کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک کرنے پر مجبور تھے۔ اُن کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا کی مرضی کے بغیر پتّا بھی نہیں ہلتا تو ہمارے شرک کرنے کی ذمّہ داری بھی خدا پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم نے نئے نئے دین بنائے تو وہ بھی اللہ ہی کی مرضی سے بنائے پھر ہمیں ان کاموں کی

www.drhasanrizvi.com

سزا کیوں دی جا رہی ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بقولِ شاعر ے
*۔ ۔ ۔ ۔ (فصل الخطاب)

ے ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت خود مختاری کی
چاہیں ہیں سو آپ کریں ہیں، ہم کو عبث بدنام کیا

★ مشرکوں کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے شرک کرنے پر اجماع کیا ہے اور وہ بغیر خدا کی رضامندی کے نہیں ہو سکتا۔
*۔ ۔ ۔ ۔ (شاہ ولی اللہ)

★ مگر مشرکین کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ خدا کسی کو کسی فعل پر مجبور نہیں کرتا۔ انسان فاعلِ مختار ہے۔ اور جبر سے کام لینا خدا کی حکمت عدالت اور عظمت کے خلاف ہے۔ نیز غرضِ تخلیق کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے کہ خدا نے ہمیں امتحان لینے کے لیے پیدا کیا ہے اور امتحان کے پرچے کے حل کراتے ہوئے جبر سے کام نہیں لیا جاتا۔ لہٰذا مشرکین اپنی گمراہی کے خود ہی ذمے دار ہیں۔
*۔ ۔ ۔ ۔ (فصل الخطاب)

★ خدا کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ مجرم لوگ خدا کی مشیت کو اپنی گمراہیوں، بدمعاشیوں اور بدکاریوں کا سبب بتا رہے ہیں۔ یہ تو بڑی پرانی شیطانی دلیل ہے۔ ہمیشہ سے اپنے ضمیر کو دھوکا دینے اور ناصحین کا منھ بند کرنے کے لیے ظالم لوگ یہی دلیل دیتے چلے آئے ہیں۔ ساتھ ساتھ مشرکین پر یہ چوٹ بھی کی گئی ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے یہی لوگ قرآن کے بارے میں یہ کہہ رہے تھے کہ یہ سب پرانی کہانیاں ہیں۔ اب ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم بھی کوئی نئی مایہ ناز دلیل لیکر نہیں آئے ہو۔ تمھاری دلیلیں بھی بڑی دقیانوسی ہیں جو ہمیشہ سے گمراہ لوگ بکتے آئے ہیں۔
*۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ (۳۶) رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ ۳۶

اور ہم نے تو ہر قوم میں ایک پیغام لے جانے والا (رسولؐ) بھیجا کہ (صرف) اللہ کی بندگی کرو، طاغوت (یعنی) جھوٹے خداؤں، جھوٹے اماموں، لیڈروں جابروں، آمروں، ظالم بادشاہوں، اور بُرائی اور باطل کی طرف بُلانے والوں کی بندگی سے بچو۔ تو اُن میں سے کوئی تو وہ تھا جسے اللہ نے منزلِ مقصود تک پہنچا دیا، اور کوئی وہ تھا جس کی گمراہی اُس پر ثابت ہو کر رہ گئی۔ تو ذرا زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ کیا (بُرا) انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ولایتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ جزوِ نبوت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"خداوند عالم نے کوئی نبیؐ نہیں بھیجا مگر ہماری (ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کی) ولایت (سرپرستی، محبت) اور ہمارے دشمنوں کی برأت (جدا ہونا، علیحدہ رہنے کے پیغام) کے ساتھ۔" پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

* .... (تفسیر برہان، تفسیر صافی، تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.com

"زمین پر چلو پھرو" یہاں زمین سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں خدا کی آیتوں کو جھٹلانے والے رہتے تھے۔

..... (تفسیر صافی)

★ اس سے مراد وہ قومیں بھی ہو سکتی ہیں جو حق کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، اُن کے حالات دیکھنے کا حکم ہے۔

...... (تفسیرِ قمیؔ)

★ طاغوت کے معنی

شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا:

"جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے، کچھ سند نہ رکھے اُسی کو طاغوت کہتے ہیں۔ بُت، شیطان اور زبردست ظالم (بادشاہ، حاکم) یہی سب (طاغوت) ہیں۔"

..... (موضح القرآن)

★ شیخ الطّائفہ نے لکھا: "ہر ایسے بُلانے والے کو طاغوت کہتے ہیں جو فساد اور خرابی کی طرف بُلاتا ہے۔

..... (تبیان)

★ طاغوت کے معنی شیطان کے ہیں اور ہر وہ شخص طاغوت ہے جو بُرائی کی طرف بُلائے۔

..... (تفسیر انوار النجف)

نتائج

محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ نبیؐ کے آنے کے بعد ہر قوم دو حصّوں میں تقسیم ہو جاتی ہے کچھ لوگ نبیؐ کے پیغام کو مانتے ہیں اور یہ مان لینا خدا کی توفیق سے ہوتا ہے لیکن اکثریت گمراہی پر جمی رہتی ہے۔ (تفہیم)

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: تحقیق کے لیے تجربے سے بڑھ کر کوئی قابلِ اعتماد کسوٹی نہیں ہوتی۔

(۳) تاریخ کے پے در پے تجربات گواہ ہیں کہ خدا کا عذاب ہمیشہ بدکاروں اور ظالم قوموں پر آیا ہے۔ مثلاً۔ عذاب فرعون اور آلِ فرعون اور قومِ لوط پر آیا۔ اور حضرت صالحؑ و حضرت شعیبؑ کو جھٹلانے والوں پر عذاب آیا۔

www.drhasanrizvi.com

إِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰى هُدٰٮهُمۡ (۳۷) اگر آپ اُن کے سیدھے راستے پر
فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ آنے کی کتنی ہی سخت آرزو رکھتے ہیں
يُّضِلُّ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ تو (اس سے کیا ہوتا ہے) حقیقت
نّٰصِرِيۡنَ ۝ ۳۷ تو یہ ہے کہ اللہ جس کو گمراہ قرار
دے دیتا ہے (یا) جس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، پھر اُس کو
منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ پھر اُن کے لیے کوئی مددگار بھی
نہیں ہوتے۔

خدا کس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے

پچھلی آیتوں میں فرمایا: دیکھ کیسا تھا انجام جھٹلانے والوں کا" اور اِس آیت میں فرمایا "حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہدایت نہیں کرتا جسے وہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ (یا) جسے خدا گمراہ قرار دے دیتا ہے" ان دونوں آیتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ جو لوگ خدا کی آیتوں، دلیلوں اور نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں، اُنھیں خدا گمراہ قرار دیتا ہے اور پھر گمراہیوں میں چھوڑ دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا کا طرزِ عمل بندوں کے طرزِ عمل کے مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انسان نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا تو خدا نے اُسے گمراہ قرار دے کر گمراہیوں میں چھوڑ دیا۔ اور خدا کے گمراہی میں چھوڑ دینے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ خدا اپنی نشانیوں کے جھٹلانے والے سے اپنی توفیقات سلب کر لیتا ہے۔ اس طرح خدا اُس کی ہدایت سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل چیز انسان کا اپنا فیصلہ ہے۔ خود کردہ را علاجے نیست۔

(تفہیم) ...... *

www.drhasanrizvi.com

وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ۙ لَا یَبۡعَثُ اللّٰہُ مَنۡ یَّمُوۡتُ ؕ بَلٰی وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۳۸﴾

اور اُنھوں نے اللہ کی قسمیں، بلکہ انتہائی بڑی اور کڑی قسمیں کھائیں کہ اللہ دوبارہ زندہ کرکے نہیں اُٹھائے گا اُسے جو مر جائے گا۔ اُٹھائے گا کیوں نہیں، یہ تو اُس کا ایک ایسا وعدہ ہے جسے پورا کرنا اُس نے اپنے اُوپر لازمی کر لیا ہے (یا) یہ تو اُس کا سچّا وعدہ ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اصل تاویل یا آیت کے اوّلین معنی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے صحابی ابو بصیرؓ سے فرمایا: "جس وقت قائم آلِ محمّدؐ (حضرت امام مهدیؑ) ظهور فرمائیں گے تو خداوندِ بزرگ و برتر ہمارے مردہ دوستوں کو زندہ کر کے بھیجے گا جو اِس طرح آکر امامؑ کی بیعت کریں گے کہ اُن کی تلواریں اُن کے کاندھوں پر ہوں گی۔ جب یہ خبر ہمارے اُن دوستوں اور ماننے والوں کو پہنچے گی جو زندہ ہوں گے تو وہ خوشی خوشی ایک دوسرے کو یہ خبر سناتے پھریں گے کہ فلاں فلاں مومن زندہ ہو چکے ہیں۔ پس اہلِ بیتؑ کے دشمن یہ سُن کر حسد کی آگ میں جلیں گے اور کہیں گے کہ: اے گروہِ شیعہ! تم سے زیادہ جھوٹا کون ہو سکتا ہے؟ یہ تو تمھاری حکومت کا زمانہ ہے، پھر بھی تم جھوٹ بول رہے ہو۔ خدا کی قسم وہ لوگ نہ تو زندہ ہوئے ہیں اور نہ قیامت تک زندہ ہوں گے۔" امامؑ نے فرمایا: "خدا نے یہاں اُنہی لوگوں کا قول نقل فرمایا ہے اور اُنہی کی قسمیں کھانے کو ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ مرے ہوؤں کو زندہ کر کے نہیں اُٹھائے گا"۔

* .... (تفسیر صافی صفحہ ۲۷۶ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.com

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ (۳۹) فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ۝

یہ (زندہ کرنا) اس لیے ہے تاکہ اللہ اُن کے سامنے پوری طرح ظاہر کردے اُس حقیقت کو جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ اور حق یا حقیقتوں کے منکروں کو معلوم ہوجائے کہ وہ بالکل جھوٹے تھے۔

حیات بعد الموت ضروری ہے

یہ دلیل ہے حیات بعد الموت کی اور حشر نشر برپا ہونے کی اخلاقی ضرورت کا بیان ہے۔ کیونکہ انسانوں میں بے شمار اختلافات ہیں اور رہے ہیں۔ سیکڑوں الگ الگ مذاہب اور نظریات ہیں۔ ایک ایک نظریے کے لیے لاکھوں آدمیوں نے اپنی جان و مال کی بازی لگائی ہے۔ اور مٹتے مٹتے بھی اپنا نقطۂ نظر نہیں چھوڑا۔ عقل وضمیر کا تقاضا ہے کہ بالآخر ہمیں معلوم ہو کہ ان میں حق کیا تھا اور باطل کیا تھا؟ صحیح راستے پر کون تھا اور غلط راستے پر کون تھا؟ دُنیا میں ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ لہٰذا عقلی طور پر ایک دوسرا عالم ضرور ایسا ہونا چاہیئے کہ جہاں ان اختلافات کی حقیقت واضح ہو۔

یہ صرف عقل ہی کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ اخلاق کا بھی تقاضا ہے، کیونکہ ہر گروہ نے اپنے نظریات کی حمایت اور کشمکش کے دوران مخالف گروہ پر بے انتہا ظلم بھی کیا ہے۔ کسی نے ظلم کیا اور کسی نے ظلم سہا۔ کسی نے بے انتہا قربانیاں دیں۔ اِس طرح لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بُری طرح متاثر ہوئیں۔ آخر کوئی وقت تو ضرور ہونا چاہیئے کہ ان سب کا اخلاقی نتیجہ جزا، یا سزا کی شکل میں ظاہر ہو۔

..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ (۴۰) (رہا یہ سوال کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے؟ تو
اَنۡ نَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۴۰ ع ہمارا تو کسی چیز کے لیے بس کہنا ہی تو ہوتا ہے
جب ہم اُس کے ہونے کا ارادہ کر لیتے ہیں، تو بس ہم اُسے حکم دیتے ہیں کہ:
"ہو جا" اور وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

خدا کا ارادہ کسی وسیلے کا محتاج نہیں

لوگوں کا یہ سوال کہ سارے کے سارے مرے ہوئے انسانوں کا ایک لمحہ کے اندر زندہ ہو جانا کیسے ممکن ہے؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ خدا کا ارادہ کسی وسائل کا محتاج نہیں۔ اُس کے ایک اشارے پر ہر چیز عدم سے وجود میں آجاتی ہے۔ تمام اسباب و وسائل ایک حکم پر پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا جو تمہارے سامنے ہے اُس کے صرف ایک اشارے پر وجود میں آئی ہے۔ بالکل اسی طرح دوسری دنیا بھی اُس کے صرف ایک اشارے پر پیدا ہو جائے گی۔

(تفہیم القرآن) ......*

★ خدا کو ہمیں اپنی قدرت اور طاقت پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ اس طرح کرنے سے ہم خدا کے کاموں کو کبھی نہیں سمجھ سکیں گے۔ اس لیے کہ جو خدا ہر چیز پر قادر ہو اُس کا قیاس ایک مجبور اور کمزور انسان پر نہیں کیا جا سکتا ۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

(مؤلف) ......*

★ اس آیت میں خدا اپنی قدرت کا اظہار اس لیے فرما رہا ہے کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ خدا کی قدرت کے لیے مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا کوئی مشکل کام نہیں۔ نیز یہ کہ خدا ہر کام کے لیے "کُن کُن" "ہو جا ہو جا" نہیں فرماتا رہتا، ورنہ یہ تو خود ایک قسم کی محتاجی ہوگی۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر چیز کی تخلیق کے لیے خدا کا صرف ارادہ کر لینا ہی بہت کافی ہوتا ہے۔

(فصل الخطاب) ......*

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ (۴۱) اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد
مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ہجرت کی، اُنھیں ہم دنیا میں بھی اچھی
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ جگہ دیں گے اور آخرت کا ثواب تو اُس
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا سے بہت بڑا ہوگا۔ کاش کہ وہ جانیں
يَعْلَمُوْنَ ۝ ۴۱ — وقف لازم

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى (۴۲) کہ جنھوں نے صبر کیا اور جو اپنے
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ۴۲ پالنے والے مالک پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں ہجرت کی اہمیت

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جو آدمی صرف اپنا دین بچانے کی نیّت سے ہجرت کرے، اگرچہ ایک بالشت بھر ہی کیوں نہ ہو، اُس کے لیے جنّت واجب ہوگی، اور وہ قیامت میں حضرت ابراہیمؑ اور محمد مصطفیٰؐ کی رفاقت میں ہوگا۔"

*---- (روح البیان)

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ صہیب، عمّار، بلال اور خباب وغیرہ جو کفارِ قریش کے تشدد کے شکنجے سے نجات پاکر مدینہ میں ہجرت کرکے آئے تھے خداوندِ عالم نے اُن کو پُرامن جگہ عطا فرمائی۔
(اس جگہ "حسنۃ" صفت ہے اور اس کا موصوف "مدینۃ" محذوف ہے) ان ہجرت کرنے والوں میں صہیب بہت بوڑھے تھے اُنھوں نے کفار سے کہا کہ میں کافی بوڑھا ہوں تمھارے لیے میرا رہنا کچھ فائدہ مند نہیں ہوگا اور چلا جانا تمھارے لیے نقصان دہ نہ ہوگا۔ لہٰذا میرا مال تم لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ اُنھوں نے صہیب کو چھوڑ دیا۔ اور وہ صعوبتِ سفر برداشت کرکے مدینہ آگئے۔

*----- (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (۴۳) اور ہم نے آپؐ سے پہلے جب کبھی
اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ کسی کو بھیجا، تو آدمیوں ہی کو بھیجا جن
فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ کی طرف ہم اپنی وحی (پیغامات) بھیجے
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ ۴۳ تھے۔ تو اگر تم خود نہیں جانتے تو اہلِ ذکر
سے پوچھ لو۔

اہلِ ذکر سے مراد؟

ائمۂ اہلِ بیتؑ نے فرمایا: "الذکر" سے مراد جناب رسول خداؐ ہیں، اور "اہلِ ذکر" سے مراد آلِ رسولؐ ہیں۔ اِس آیت میں اُمّت کو حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ نہ جانتے ہوں، اُسے آلِ محمدؑ سے پوچھ لیا کریں۔"

* ...... (تفسیر صافی ص۲۷۷ بحوالہ کافی، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی)

★ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: "خدا فرماتا ہے:
"قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا..."۔ یعنی: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تمہاری طرف ذکر کرتا ہوا رسولؐ اُتارا، جو تمھیں خدا کی آیتیں (پڑھ کر) سناتا ہے۔" (سورۃ الطلاق ۶۵ آیت ۱۰-۱۱)
اِس سے معلوم ہوا کہ "ذکر" رسولؐ ہیں اور ہم (آلِ محمدؑ) اُن کے "اہل" ہیں۔"

* ...... (عیون الاخبار الرضاؑ)

★ اِس آیت میں کفّار و مشرکین کو یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ تم اہلِ کتاب سے پوچھ لو۔ محمد مصطفےٰؐ سے پہلے بھی جو خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبرؑ آئے تھے، وہ سب کے سب انسان ہی تھے۔

* ...... (تفہیم)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ رسولؐ کا کام صرف خدا کی آیتیں پڑھ دینا ہی نہیں ہوتا، بلکہ

www.drhasanrizvi.com

اُس کی تشریح کرنا بھی نبیؐ ہی کا کام ہوتا ہے۔ نبیؐ اُن آیتوں کی اپنے اقوال سے بھی تشریح کرتا ہے اور اپنے اعمال سے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے فرشتوں کو رسول بنا کر نہیں بھیجا' اور نہ اپنی کتاب چھاپ کر ہر ایک کے پاس بھیج دی۔ خدا کے پیغام کو سمجھانے کے لیے ضروری تھا کہ ایک قابل ترین آدمی رسولؐ بن کر آئے' تاکہ وہ آیاتِ الٰہی کے ہر گوشے کی تشریح کرے' اور اُن پر عمل کر کے بھی دکھائے تاکہ وہ خود اپنی تعلیمات کا مکمل نمونہ ہو۔ اس طرح اس آیت نے منکرینِ نبوّت کو بھی باطل کر دیا۔

★.... (تفہیم)

★ اور ساتھ ساتھ اُن لوگوں کو بھی باطل ثابت کر دیا کہ جو یہ سمجھتے تھے کہ بس خدا کی کتاب ہماری ہدایت کے لیے کافی ہے۔ اِس آیت کی رُو سے ماننا پڑے گا کہ ہر زمانے میں آیاتِ الٰہی کی تشریحات کرنے والی خدا کی حجّت ضرور ہونی چاہیے جو قرآن کی تعلیمات کا کامل ترین نمونۂ عمل بھی ہو۔ اسی لیے حضور اکرمؐ نے فرمایا: "میں تم میں دو بے حد قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب اور دوسرے میری عترت (اولاد) اہلِ بیتؑ۔"

★.... (صحیح مسلم شریف)

★ اِس آیت نے منکرینِ حدیث کا مسلک بھی باطل کر دیا۔ ★.... (تفہیم)

★ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "اگر اہلِ ذکر سے مراد یہودیوں اور نصرانیوں کے علماء ہیں تو اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خدا نے ہمیں اُن کے دین کو قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔" پھر امامؑ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "ہم اہلِ ذکر ہیں اور ہم سے سوال کرنا چاہیئے۔" ★.... (نور الثقلین' تفسیر برہان)

★ محققین نے اِسی آیت سے "تقلید" کو ثابت کیا ہے۔ اگر کوئی شرعی مسئلہ معلوم نہ ہو تو کسی جامع الشرائط مجتہد سے پوچھنا چاہیئے۔ بہر "اہلِ ذکر" سے مراد جزوی طور پر علماء لیکن حقیقتاً اہلِ بیتِ رسُولؐ ہیں۔"

★.... (انوار النجف)

★ مگر عام مفسّرین کا خیال ہے کہ "اہلِ ذکر" سے مراد اہلِ کتاب کے علماء ہیں کیونکہ قرآن میں "ذکر" سے مراد توریت بھی لی گئی ہے۔

★.... (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴۴

(۴۴) پچھلے رسولوںؑ کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابوں کے ساتھ (بھیجا تھا) اور اب ہم نے یہ یادداشت (ذکر) آپؐ پر اُتاری ہے تاکہ آپؐ لوگوں کے سامنے اُس چیز کو کھول کھول کر بیان کرتے جائیں جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہے، تاکہ لوگ غور و فکر سے کام لیں۔

فلسفۂ رسالت کا خلاصہ

امام فخرالدین رازی نے لکھا کہ "اِس مختصر آیت میں رسالت کے فلسفے کا خلاصہ بیان ہوگیا۔ کیونکہ بیّنات کے لفظ میں رسولوںؑ کی تمام دلیلیں اور معجزات آگئے۔ اور "زُبُر" یعنی کتابوں کے لفظ میں تمام اصول، فروع اور احکامات آگئے۔"

(تفسیر کبیر امام رازی) .... *

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضورِ اکرمؐ صرف حاملِ وحی ہی نہیں، بلکہ شارحِ وحی بھی ہیں۔

(ماجدی) .... *

؎ بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست : اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی است

(یعنی: "خود کو محمد مصطفیٰؐ تک پہنچا دو کہ سارا دین یہی ہے۔ اِس لیے کہ اگر اُن تک نہ پہنچ سکے تو پھر جو کچھ بھی ہے وہ سب بولہبی ہے۔ یعنی سراسر باطل اور کفر ہے۔" (اقبالؒ)

★ یہ آیت جس طرح منکرینِ رسالت کے لیے حجت ہے، بالکل اسی طرح منکرینِ حدیث کو بھی مکمل طور پر رد کر رہی ہے۔ جو صرف کتاب کو کافی سمجھتے ہیں، جنھیں نبیؐ کی تشریح کی ضرورت ہی نہیں۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا (۴۵) السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۙ

پھر کیا وہ لوگ جو بُری سے بُری چالیں چل رہے ہیں، اِس بات سے بالکل بیخوف اور بالکل مطمئن ہو گئے ہیں کہ اللہ زمین کو اُن کے ساتھ دھنسا دے، یا اُن پر عذاب لے آئے جدھر سے آنے کا اُن کو وہم و گمان تک نہ ہو۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "تم لوگ اُن غافلوں میں سے نہ ہو جانا جو دنیا کی زینت کی طرف (بہت زیادہ) مائل ہوتے تھے، اور بُری بُری چالیں چلتے تھے۔ خدا نے ایسے ظالموں کو جو بدلہ دیا اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا تاکہ تم اُن کے انجام سے ڈرو۔ اور اِس بات سے مطمئن نہ ہو بیٹھو کہ خدا نے جو ظالموں سے سزا کا وعدہ فرمایا ہے اس کا کوئی حصہ تم پر نازل نہ ہوگا۔ (کیونکہ) خدا نے یہاں دوسروں کا حال بیان کر کے تم کو نصیحت فرمائی ہے، اور خوش قسمت آدمی وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے حالات سے سبق سیکھ لے۔"
(تفسیر صافی صفحہ ۲۷۷ بحوالہ الکافی)

ع (خدا رے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں) اقبال ...*

نوٹ:- یہ سمجھ بیٹھنا کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ماننے والے ہیں اس لیے ہم لاکھ ظلم و ستم کریں ہم خدا کی سزا میں ہرگز گرفتار نہ ہوں گے، اِس عقیدے کی امامؑ نے تردید فرمائی ہے۔ خدا کا قانونِ مکافات سب کیلئے برابر عمل کرتا ہے کیونکہ کوئی شخص آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا۔ *.....(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِىْ تَقَلُّبِهِمْ (۴۶) یا اچانک چلتے پھرتے اُن کو
فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ ۴۶ پکڑلے تو وہ اُسے روک نہیں سکتے۔
اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ (۴۷) یا اُن کو دبوچ لے خوف و دہشت
فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۴۷ کے عالم میں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ
تمھارا پالنے والا مالک بڑا نرم خُو، معاف کرنے والا، اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

خدا رؤف و رحیم ہے

حاصلِ کلام یہ ہے کہ خدائے کریم اپنے بندوں کے لیے رؤف ہے، اسی لیے اُس نے اُنھیں حدِ استعداد عطا فرمائی، اور اُن کے لیے رحیم ہے۔ کہ جرائمِ عظیم کے باوجود بھیں جلد گرفتار نہیں کرتا۔ پھر اگر توبہ کرلیں تو اُس کو قبول فرماتا ہے، پھر اپنی بندے پر زبردست فضل و کرم فرماتا ہے، اور عذابِ الٰہی سے اصل مراد یہ ہے کہ بندے کو اطاعتِ الٰہی کی توفیق سے محروم کردیا جائے۔ جو بندے کا بڑا عظیم نقصان ہے۔ اور سب سے بڑا جاہل وہ ہے جب اللہ گناہ پر اُس کی فوری گرفت نہیں فرماتا۔ تو وہ احمق یہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کا مقبول ہے، یا خدا کے قابو سے باہر ہے، حالانکہ اُس کو مہلت دی گئی ہوتی ہے، تاکہ وہ غلطی سے باز آئے۔ یہ حماقت نورِ بصیرت بجھ جانے کی علامت ہے۔ طریقت میں اِسے گستاخ الوہیت کہتے ہیں۔ اس کی غلطی یہ ہے کہ وہ یہ سمجھا کہ اگر اللہ مجھ سے ناراض ہوتا، تو میرا مرتبہ مجھ سے کیوں نہ چھین لیتا۔ اُس بیوقوف کو کیا خبر کہ اُس نے سب سے اہم چیز اپنی توفیق اُس سے چھین لی یہی بات اُس کریم کی ناراضگی کی علامت ہے۔

* ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ (۴۸) تو کیا اِن لوگوں نے کسی چیز کو
مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا کی ہے کہ
عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ اُس کا سایہ تک انتہائی عاجزی کی
سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝۴۸ حالت میں اللہ کے سامنے سجدہ
کرتے ہوئے دائیں اور بائیں گرتا ہے۔

سایہ بھی خدا کے سامنے سجدہ ریز ہے

ہر سایہ خدا کی مخلوق ہے اور اُس کا اِدھر اُدھر ہو جانا خدا کے حکم کی اطاعت کرنا ہے اور اُس کے سامنے سجدہ کرنا ہے۔ یعنی یہ سارے سائے خدا کی اطاعت کرنے والے ہیں (اس لیے کہ خدا کے بنائے ہوئے قانون پر بنے اور حرکت کر رہے ہیں)۔

(تفسیر صافی صـ۲۷ بحوالہ تفسیر قمی) ......★

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ تمام جسمانی اشیاء کے سائے اِس بات کی علامت ہیں کہ یہ ساری کی ساری مخلوقات خدا کے بنائے ہوئے ہمہ گیر قانون کی گرفت میں ہیں۔ سب کی پیشانی پر بندگی یا غلامی یا خدا کی اطاعت کا داغ لگا ہوا ہے۔ الوہیت میں کسی کا کوئی ادنیٰ سا حصّہ بھی نہیں ہے۔ سایہ پڑنا اُس چیز کے مادّی ہونے کی دلیل ہے اور مادّی ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا کی مخلوق اور اطاعت گذار ہے۔ ★.... (تفہیم القرآن)

★ عوامی ذہن کو سایوں کے رکوع و سجود کی کیفیت کی طرف متوجّہ کیا، جو اسبابِ طبعی کے سبب ہوتا ہے۔ اِس طرح یہ پیغام دیا کہ تم ارادی طور پر اختیاراً یہی طریقۂ زندگی اختیار کرو کہ خدا کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ ★.... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ (۴۹) آسمانوں اور زمین میں جس قدر
وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ مخلوقات ہیں، اور جتنے فرشتے ہیں،
وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۴۹ سب کے سب اللہ کے آگے سر
سجدے میں جھکائے ہوتے ہیں۔ (یعنی) غلام اور تابعدار ہیں
وہ ہرگز تکبّر یا سرکشی نہیں کرتے۔

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ (۵۰) وہ اپنے مالک سے جو اُن کے اوپر (حاکم)
وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۩ السجدۃ ۵۰ ہے ڈرتے ہیں۔ اور وہی کرتے ہیں جس کا
حکم دیا جاتا ہے۔

السجدۃ ع ۱۲/۱۵

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "ساتویں آسمان پر خدا نے بیشمار ملائکہ پیدا فرمائے ہیں۔ وہ جب سے پیدا ہوئے ہیں اُن کے اعضاء، جوڑ بند خوفِ خدا سے لرز رہے ہیں، اُن کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ہر قطرے سے خدا ایک فرشتے کو پیدا کرتا ہے۔ وہ فرشتے ہر وقت سجدے میں رہتے ہیں اور قیامت کے دن سجدے سے سر اُٹھائیں گے اور اُس وقت بھی یہی کہہ رہے ہوں گے 'مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ' یعنی "اے اللہ! ہم تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے۔" ★.... (مجمع البیان)

★ فرشتوں کے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کی ہیبت، جلال و جمال کا جب مشاہدہ کرتے ہیں تو خدا کی عظمت کے تصوّر سے سہم سہم جاتے ہیں، لرز لرز اُٹھتے ہیں، کانپ کانپ جاتے ہیں۔ اِسی قسم کا خوف انبیاءؑ، ائمہؑ اور اولیاءِ خدا کو ہوتا ہے۔ کیونکہ فرشتے، انبیاء اولیاء (ائمہؑ) گناہ نہیں کرتے، صرف خدا کی عظمت سے مرعوب ہوتے ہیں۔
★.... (تفسیر کبیر بقول ابن عباسؓ)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ ۵۱

(۵۱) اور یہ اللہ کا حکم ہے کہ دو[۱] معبود نہ بنالو۔ معبود تو بس ایک ہی ہے، تو صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ ۵۲

(۵۲) (اِس لیے کہ) جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب کا سب اُسی کا ہے، اور صرف اُسی کا دین (یعنی) قانون اور حکم اطاعت ساری کائنات میں چل رہا ہے۔ (یا) اُسی کی اطاعت ہر حال میں لازمی ہے۔ پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے ڈرو گے اور اُس کی نافرمانی سے بچو گے؟

---

[۱] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے توحید کو اِسی آیت سے ثابت فرمایا کہ "اگر تم کہو کہ خدا دو ہیں تو سوال پیدا ہوگا کہ کیا دونوں قوی ہیں یا اُن میں ایک کمزور ہے اور دوسرا قوی ہے؟ تو اگر ایسا ہے تو جو قوی ہے وہ خدا ہے اور جو کمزور ہے وہ خدا نہیں۔ اور اگر یہ جواب دیا جائے کہ دونوں قوی ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپس میں جھگڑا کیوں نہیں کرتے؟" غرض دونوں صورتوں میں خدا کی یکتائی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کائنات کا نظم و نسق، انتظام گواہی دے رہا ہے کہ اُن کا مدبّر صرف ایک ذات ہے۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ (۵۳) اور تمہارے پاس جو نعمت بھی ہے

اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب تم

فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ۵۳ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اُسی کی طرف

چیختے چلّاتے ہوئے دوڑتے ہو۔

ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ (۵۴) مگر جب اللہ تم سے مصیبت کو

إِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ

يُشْرِكُونَ ۵۴ اپنے پالنے والے مالک کے ساتھ دوسروں

کو اُس کی خدائی میں شریک قرار دینے لگتا ہے۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنٰهُمْ (۵۵) تاکہ وہ لوگ انکار اور ناشکری کریں

فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۵۵ اُن نعمتوں پر جو ہم نے اُن کو عطا کی

ہیں۔ اچھا تو پھر کچھ دن خوب مزے اُڑا لو وقتی فائدے سمیٹ لو (مگر) بہت

جلد تمہیں (اس کا بھیانک انجام) معلوم ہو جائیگا

مطلب یہ ہے کہ توحید یعنی ایک خدا کی بندگی اور مدد مانگنے کی شہادت خود تمہارے اپنے نفس کے اندر موجود ہے۔ اسی لیے سخت مصیبتوں میں تمہیں تمہارے گھڑے ہوئے خدا یاد نہیں آتے پھر تم اصل فطرت کے تقاضوں پر مجبور ہو کر اُسی ایک خدا کی طرف بھاگتے ہو، اور اُسی سے فریادیں کرتے ہو۔

*........ (تفہیم)

ؔ "جب کیا تنگ بُتوں نے تو خدا یاد آیا"

www.drhasanrizvi.com

وَيَجۡعَلُونَ لِمَا لَا يَعۡلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ ۗ تَٱللَّهِ لَتُسۡـَٔلُنَّ عَمَّا كُنتُمۡ تَفۡتَرُونَ ۝ ۵۶

(۵۶) (حالانکہ) یہ لوگ جن چیزوں کی حقیقت تک سے واقف نہیں ہیں، اُن کے حصّے ہمارے ہی دیے ہوئے رزق میں سے مقرّر کرتے ہیں۔ خدا کی قسم، تم سے تو یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ ایسے (غضب کے) جھوٹ تم نے کیسے گھڑ لیے تھے۔؟

عرب اپنی کھیتی اور اپنے اونٹوں کے گلّے اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک حصّہ اپنے بُتوں کے لیے مقرّر کر دیا کرتے تھے۔ اِسی کو خدا نے رد فرما دیا۔ ★..... (تفسیر صافی صـ۲۷۸ بحوالہ تفسیر قمی)

★ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا: "یعنی بُتان" یعنی یہاں مراد بُت ہیں۔

یہی مطلب تمام قدیم تفسیروں میں لکھا گیا ہے۔ ★..... (جلالین)

★ مگر شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "تجارت میں اللہ کے سوا کسی اور کی نیاز ٹھہراتے ہیں۔

نیاز دینے کا طریقہ:

★ حالانکہ نیاز کے معنی صرف یہ ہوتے ہیں کہ کسی چیز پر خدا کا کلام پڑھ کر خیرات کر دیا جائے، اور اس کے بعد خدا سے یہ دعا کی جائے کہ خدا اس کا ثواب تحفہ کے طور پر فلاں بزرگ کی روح کو پیش فرمائے۔ اس میں ثواب دینے والا بھی خدا ہوتا ہے، کلام بھی خدا کا پڑھا جاتا ہے، دعا بھی خدا سے کی جاتی ہے۔ یہ پورا عمل بھی خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے بھلا ایسے پاک صاف کام کا اِس آیت سے کیا تعلق؟ ★..... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ (۵۷) اور یہ لوگ خدا کے لیے بیٹیاں
سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ ۵۷ قرار دیتے، سبحان اللہ۔ پاک و بلند ہے
اُس کی ذات (اِن ادنیٰ چیزوں سے جبکہ) خود اپنے لیے تو وہ کچھ
(قرار دیتے ہیں) جو وہ خود چاہتے ہیں۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى (۵۸) جب خود اُن میں سے کسی ایک کو
ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ لڑکی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے
هُوَ كَظِيْمٌ ۝ ۵۸ تو (غصّے سے) اُس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے
اور وہ رنج سے بھرا ہوا خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔

یہ عربوں کی بُری حالت اور عادت کا بیان ہے کہ جب اُن کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو وہ شرماتے تھے اور بدنامی و افلاس کے خوف سے اُنھیں زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

(تفسیر صافی ص ۲۷۹) ....*

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ اُن کی اچھی تربیت کرے تو اگر وہ جہنّم میں بھی (اپنی بداعمالی کی وجہ سے) بھیجا گیا تو وہ لڑکیاں اُس کے اور جہنّم کے درمیان پردہ بن جائیں گی۔"

(روح البیان) ....*

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "لڑکے نعمت ہیں اس لیے اُن کا حساب دینا ہوگا، اور لڑکیاں عمل ہیں اس لیے اُن پر اجر ملے گا۔"

(الحدیث) ...*

www.drhasanrizvi.com

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ (۵۹) لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور

سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ اُس خوشخبری کی بُرائی سے بھی جو اُسے

عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى دی گئی ہے کہ اب کیا ذلت کے ساتھ

التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا اپنی بیٹی کو رکھے رہے ؟ یا مٹی میں

يَحْكُمُوْنَ ۝ ۵۹ دبا دے ؟ اب دیکھ لو کہ کیسے بُرے

فیصلے ہیں جو یہ لوگ خدا کے بارے میں کرتے ہیں ۔

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (۶۰) بُری حالت اور بُری صفات کے لائق

مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ تو وہ لوگ ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے ۔

الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع ۶۰ اور اللہ کے لیے تو بلند ترین صفات (مثل اعلیٰ) ع ۱۴

ہیں ہی ، کہ وہ ہر چیز پر غالب ، عزت والا اور دانائی کے ساتھ بہت گہری مصلحتوں

کے مطابق ٹھیک کام کرنے والا ہے ۔

"مثل الاعلیٰ" یعنی اللہ کے لیے بلند ترین صفات ہیں ؛ مراد خدا کی شان جلالی ہے یعنی خدا کی شان بہت بلند ہے ۔ اُس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے ۔ خدا کی صفات عینِ ذات ہیں مگر خدا کا کوئی مشابہ نہیں ۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو ۔ یعنی اُس کو کسی سے تشبیہ نہ دو ۔ * (مجمع البیان)

* جو لوگ ائمۂ اہلِ بیتؑ کو اللہ کا مثل یا امثال ثابت کرتے ہیں وہ شرک کی تعلیم پھیلاتے ہیں ۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلِ بیتِ رسولؐ اللہ کی شان اور عظمت کے مظہر ہیں ۔

*.... (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ (٦١) بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ٦١

اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے ظلم اور زیادتی پر فوراً پکڑ لیا کرتا تو پوری زمین پر کسی چلنے پھرنے والے کو زندہ نہ چھوڑتا۔ مگر وہ انھیں ایک مقررہ وقت تک ڈھیل دیتا جاتا ہے (مگر) جب اُن کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ نہ تو ایک گھڑی (ساعت) پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

ایک مشکل سوال

یہاں پر اکابرین نے ایک مشکل سوال اُٹھایا ہے کہ اگر کوئی شخص عذاب کا مستحق ہو لیکن ایسے آثار پائے جاتے ہوں کہ وہ بعد میں توبہ کرلے گا، تو کیا ایسے شخص کو فوری عذاب دیا جاسکتا ہے؟ سیّد مرتضیٰؒ فرماتے ہیں کہ عذاب دیا جاسکتا ہے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ عذاب دینا جائز نہیں لیکن خدا کے لطف وکرم سے یہ اُمید ضرور کی جاسکتی ہے کہ وہ فوری گرفت نہ کرے گا لازماً مہلت دے گا۔ خدا استحقاق اور حجّت تمام کرنے کے بعد گرفت فرماتا ہے لیکن ظالم کی نسل کو باقی رکھنا خدا پر واجب نہیں کیونکہ اُس نے ساری مخلوقات کو صرف اپنی مہربانی ولطف وکرم کی وجہ سے پیدا کیا ہے۔ اسی لطف وکرم کی وجہ سے وہ یہ بھی کرسکتا ہے کہ ظالم کی نسل کو باقی رکھنے کے لیے فوری سزا نہ دے۔ یہ اُس کا لطف وکرم ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ ظالموں کے ظلم پر خدا جانوروں کو کیوں ختم کردے گا؟ جواب یہ ہے کہ جانور تو انسانوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ پھر جب انسان نہ رہے تو جانوروں کو باقی رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ *(از رُوح البیان)*

www.drhasanrizvi.com

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ (۶۲) البتہ آج یہ لوگ اللہ کے لیے وہ
وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ چیزیں قرار دے رہے ہیں جو خود اپنے لیے
اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ بھی پسند نہیں کرتے اور اُن کی زبانیں
لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝ ۶۲ غلط بات بیان کرتی ہیں کہ اُن کے لیے
تو بھلائی (ہی بھلائی) ہے۔ بیشک اُن کے لیے کچھ نہیں ہے سوا آگ
(ہی آگ) کے۔ لازمی طور پر وہ سب سے پہلے اُسی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

اللہ کے لیے لوگوں کے تحفے

ایک بزرگ نے ایک دولت مند سے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب قیامت کے دن خدا کہے گا کہ اِس کے وہ تحفے لاؤ جو اس نے بادشاہوں کو پیش کیے، اور وہ تحفے بھی لاؤ جو اِس نے میری خدمت میں پیش کیے۔

اُس وقت وہ تحفے جو تو نے بادشاہوں کو پیش کیے، لائے جائیں گے، جو نہایت نفیس چیزیں اور قیمتی زر و جواہر ہوں گے، اور وہ چیزیں جو تو نے خدا کی خدمت میں پیش کیں، وہ پُرانے جوتے، خستہ لباس (استعمال شدہ) اور باسی روٹیاں وغیرہ ہوں گی جن کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔

تو خدا کہے گا: اے دولتمند! تجھے شرم نہ آئی کہ تو نے بادشاہ اور امیروں کو تو قیمتی چیزیں پیش کیں، اور اپنے منعم کو بے قدر و قیمت چیزیں پیش کیں؟

پھر اُن بزرگ نے اِسی آیت کو تلاوت فرمایا۔

..... (روح البیان)

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى (۶۳) خدا کی قسم، ہم نے آپ سے پہلے
اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ بھی بہت سی قوموں کی طرف پیغمبر بھیجے
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ تھے، تو شیطان نے اُن لوگوں کے بُرے
فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ کاموں[1] کو اُن کے لیے سجا بنا دیا (اور
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۶۳ اِس طرح ہمارے رسولوں سے اُنھیں پھیر دیا)

وہی شیطان آج بھی اُن لوگوں کا سرپرست بنا بیٹھا ہے۔ اور (اس طرح)
وہ لوگ سخت تکلیف دینے والی سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (۶۴) اور ہم نے یہ کتاب[2] تم پر اس لیے
اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اُتاری ہے تاکہ تم اُن اختلافات (کی
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّ حقیقت کو) اُن کے سامنے کھول کر
رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ۶۴ بیان کر دو جن میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔

(غرض یہ کتاب) ہدایت اور رحمت (ہی رحمت) ہے اُن لوگوں کے
لیے جو اسے مان لیتے ہیں۔

---

[1] شیطانی کام بظاہر تو اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر ہر قسم کی اچھائی سے خالی ہوتے ہیں۔ شیطانی کاموں سے بچنے کا طریقہ عقل و فکر کا صحیح استعمال ہے۔ اور حسن و قبح کا پہچاننا ہے۔ ٭.... (ماجدی)

[2] یہ کتاب، خدا کی لامحدود علم کی مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے، اب بھی جو اسے مانے وہ کبھی سیدھا راستہ نہیں پا سکتا۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ (۶۵) اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی
مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ اُتارا اور یکایک زمین کو اُس کی
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ موت کے بعد زندہ کردیا۔ حقیقتاً
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ؑ ۶۵ اس میں (حقیقت کی) بڑی دلیل ع ۱۴
اور نشانی ہے اُن کے لیے جو سننے (یعنی سمجھنے) کے لیے تیار رہوں۔

مطلب یہ ہے کہ زمین پہلے بالکل خشک تھی۔ پھر جب (اللہ نے پانی برسایا تو) اُس میں نمی پہنچی تو خدا ہی نے اُس میں سے طرح طرح کی نباتات (اُگا) پیدا فرمادیں۔ * ---- (تفسیر صافی ص ۲۷۸)

تفسیر صوفیانہ

اللہ نے جو پانی آسمان سے اُتارا ہے اُس سے اوّلین مراد قرآن مجید کی آیات ہیں کہ وہ اہلِ ایمان کے قلوب کو زندہ کردیتی ہیں، جو غفلت اور جہالت کی موت کی وجہ سے مردہ تھے۔ اس لیے جو دل لگاکر قرآن مجید کو سنتے ہیں وہ گویا خدا سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ (کیونکہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ سے باتیں کرے اور اللہ اُس کی باتوں کا جواب بھی دے، تو وہ قرآن پڑھے۔") (الحدیث:-)

اللہ ہی ازلی و ابدی متکلّم ہے اور اُس کے کلام کو بس وہی سن سکتا ہے جسے اُس نے اپنے کلام کو سننے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہو، اور یہ توفیق اُنھی کو ملتی ہے جو اپنے دل میں طلبِ حق اور خیر کی طلب پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے خدا نے ارشاد فرمایا: "اللہ کو اگر اُن کے متعلق خیر یا بھلائی کا علم ہوتا تو اُنھیں قرآن کو سننے کی توفیق عطا فرماتا۔" (القرآن)

؎ دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ÷ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں * (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ ٦٦

(٦٦) اور یقیناً تمھارے لیے چوپایوں اور مویشیوں میں بھی غور و فکر کے لیے ایک سبق موجود ہے۔ اُن کے پیٹوں میں گوبر[1] اور خون کے درمیان سے خالص دودھ (بنا کر) ہم تمھیں پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے بڑا مزیدار اور خوشگوار ہوتا ہے۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ٦٧

(٦٧) (اسی طرح[2]) کھجوروں اور انگوروں جیسے پھلوں سے بھی (ہم تمھیں ایک چیز پلاتے ہیں) جسے تم نشہ آور (خمر) بھی بنا لیتے ہو، اور پاک رزق بھی۔ حقیقتاً اس میں بھی عقل سے کام لینے والوں کے لیے نشانی موجود ہے۔

---

[1] گوبر اور خون جیسی گندی چیزوں کے عین درمیان دودھ جیسی پاک و پاکیزہ و مفید چیز کا پیدا کر دینا، خدا کی قدرت اور حکمت کی کتنی بڑی دلیل ہے۔؟ (سبحان اللہ) ★... (ماجدی)

[2] آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انہی پھلوں کے عرق میں وہ مادّہ بھی موجود ہے جو سڑ گل کر الکوہل بن جاتا ہے، اور وہ مادّہ بھی موجود ہے جو انسان کے لیے حیات بخش ہے۔ اب یہ انسان کے قوتِ انتخاب پر ہے کہ وہ پاک رزق حاصل کر لے یا عقل کو تباہ کر دینے والی الکوہل۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (٦٨) اور تمہارے پالنے والے مالک نے
اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۙ ٦٨
شہد کی مکھی کی طرف خفیہ طور پر اپنا حکم پہنچایا کہ تُو پہاڑوں، درختوں اور اُن (بیلوں) میں جنھیں لوگ اونچا کرتے ہیں، اپنے گھر بنا۔

وحی کے معنی

وحی کے لغوی معنی خفیہ اشارہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ "اِلقاء" اور "الہام" کے بھی یہی معنی ہیں۔ خدا نے اپنی مخلوقات کو کچھ ایسی باتیں سکھا دی ہیں جو مدرسوں میں نہیں سکھائی جا سکتیں، جبکہ بظاہر نہ کوئی تعلیم دیتا دکھائی دیتا ہے، اور نہ کوئی تعلیم لیتا دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کو بھی اسی طرح بھیجا گیا ہے۔ اِسی لیے قرآن کے لیے وحی، القاء اور الہام فرمایا گیا ہے۔ اب علماء نے وحی کے لفظ کو صرف انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، اور الہام کو اولیاءِ خدا کے لیے مخصوص کر دیا، اور اِلقاء کو عام لوگوں کے لیے۔ لیکن قرآن نے یہ اصطلاحی فرق نہیں کیا۔

وحی کے بارے میں قرآن میں فرمایا کہ "وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا" (حٰمٓ السجدہ، سورۃ ۴۱ آیت ۱۲)
یعنی: "اور ہر آسمان میں وحی کی اُس کے حسبِ حال حکم کیا۔" جس کے مطابق آسمانوں کا سارا نظام چلتا ہے۔ پھر زمین کے لیے بھی فرمایا: "بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا" (سورۃ الزلزال ۹۹)
یعنی: "کیونکہ تیرا رب اُسے (زمین کو) ایسا کرنے کی وحی کرے گا۔" کیونکہ اُس کے مالک نے اُس کو خفیہ اشارہ (وحی) کی ہوگی ـــ شہد کی مکھی کو جو وحی کی گئی وہ اُس کو فطری تعلیم کی شکل

www.drhasanrizvi.com

ہیں کی گئی۔ اِسی طرح کی وحی اُڑنے والے پرندوں کو بھی کی گئی۔ مادرِ موسیٰ کو بھی وحی کی گئی تھی۔ عام انسان کو بھی یہ تجربہ ہوتا ہے کہ کبھی بیٹھے بٹھائے دل میں ایک بات آئی جو بڑی کارگر رہی لیکن انبیاء کرام پر خاص قسم کی وحی آتی ہے۔ اس میں صاحبِ وحی ادراک ہوتا ہے کہ اُس پر وحی اُتر رہی ہے جو خدا کی طرف سے آرہی ہے اور وحی کے اُترنے کا مقصد نوعِ انسان کی ہدایت ہوتی ہے۔

★ ...... (تفہیم القرآن)

★ .... وحی کا اطلاق غیرِ نبی پر جائز ہے بشرطیکہ اُس کے لغوی معنی مراد ہوں۔ اصطلاحی معنی مراد لینا کفر ہے۔ لغوی معنی میں وحی کے معنی خفیہ اشارہ یا تنبیہِ خفی کے ہیں۔ حیوانات پر وحی کرنے کے معنی دل میں تمنا اور صلاحیت پیدا کرنے کے ہیں۔

★ .... (روح البیان)

★ شہد کی مکھی پر وحی کرنے سے مراد اُس کی فطرت میں اِس بات کو چھپا دینا ہے کہ وہ کس طرح شہد بنائے۔ اِس کو حکمِ تکوینی کہتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کا چھتہ صفت اور کاری گری کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہوتا ہے جو کوئی ماہر ترین انجنئر بھی مشکل تیار کرسکتا ہے۔ غرض یہ سب خدا کی وحی یعنی خفیہ طور پر اُس کے دل میں یہ بات ڈال دینے سے ہوئی ہے۔ ★ ... (تفسیر کبیر)

★ قرآن مجید میں وحی کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) وحی بصورت جبریل یا خواب والہام یا ہتفِ غیب جو صرف انبیاءؑ کے لیے مخصوص ہے (۲) وحی بمعنی الہام، جس طرح شہد کی مکھی کو وحی ہوئی، اور مادرِ موسیٰ کی طرف وحی۔ (۳) اشارہ "اُوحیٰ اِلَیْہ" یعنی اُس کی طرف اشارہ کیا (۴) رازدار بنانا جیسے "یوحی بعضہم الی بعض" یعنی بعض دوسرے بعض کو رازدار بناتا ہے۔ شہد کی مکھی کا الہام یہ ہے کہ خدا نے اُس کی فطرت میں یہ چیز داخل کردی ہے کہ پہاڑوں، درختوں اور بیلوں میں گھسے پس ہر قسم کے میوہ جات کا رس چوسے، یہ الہام تکوینی ہے، انسانوں کا الہام تشریعی ہوتا ہے جس طرح اُن کے ساتھ امر یا نہی کا معاملہ ہے۔

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (۶۹) پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس
فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ اور اپنے پالنے والے مالک کے (بتائے ہوئے)
يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ راستوں (طریقوں) پر جو آسان ہیں چلتی رہ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ اس (مکھی) کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا
لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ایک شربت نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۶۹ شفا ہے۔ حقیقتاً اس میں بھی ایک
حق کی نشانی اور دلیل ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

شہد میں شفا، اس لیے ہوتی ہے کہ وہ پھولوں، پھلوں اور جڑی بوٹیوں کا بہترین جوہر ہوتا ہے اور شہد لیبارٹریوں میں نکالے جانے والے جوہروں سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔

معرفتِ خداوندی نیز شہد کی مکھی کا وجود اور کام خدا کے وجود کی دلیل ہے اس لیے کہ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ اتنی کچھ مکھیاں مل جل کر ایک ایسی نفیس لذیذ اور مفید غذا اور دوا بنائیں، اور ان کو نہ تو کسی نے پیدا کیا ہو اور نہ کسی نے اُن کو یہ سب کچھ سکھایا ہو۔

عربوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دودھ، کھجوریں، انگور اور شہد جو تمھاری پسندیدہ ترین غذائیں ہیں، خدا کے سوا کس نے بخشی ہیں۔؟ کیا کوئی دیوی، دیوتا تمھارے رزق کے لیے ایسے کام کرسکتے ہیں؟

(تفہیم القرآن) .....*

★ اِن مکھیوں کا ایک ایک پھول سے رس چوسنا، میلوں سفر کرنا، پھر بغیر راستہ بھولے اپنے ہی چھتے پر واپس آجانا، پھر اس رس کا شہد بنا کر جمع کرنا، خدا کی قدرت و حکمت کی عجیب و غریب

www.drhasanrizvi.com

دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔ پھر شہد نہایت صحت مند غذا بھی ہے اور اس سے دوائیں بھی بنتی ہیں
کتنی عجیب بات ہے کہ ایک چھوٹی سی زہریلی ڈنک مارنے والی مکھی سے خدا نے کیا شفا بخش
چیز پیدا کردی ہے۔
.......(ماجدی)

"مِنْ بُطُوْنِهَا" اس سے ظاہر ہے کہ مکھی کے پیٹ میں داخل ہو کر یہ پھلوں وغیرہ کا رس
دوبارہ اُگلا ہوا اس کے منہ سے باہر آتا ہے۔ گویا مکھی کا شکم اُس کی اصلاح کے لیے ایک الگ مشین
ہے تاکہ بعض پھلوں کے مضر اثرات کا قلع قمع ہو جائے پس وہ محض شفاء بن کر بنی آدم کے لیے کام آتے
خداوند قدوس نے مکھی اور شہد کے ذکر سے انسان کو عبرت و نصیحت کا درس دیا ہے اور مکھی میں
عبرت و نصیحت کے چند مقام یہ بھی ہیں:

۱۔ پھلوں وغیرہ کا رس چوسنے کے بعد وہ اپنے چھتے میں پہنچ کر منہ کے ذریعے سے وہ رس اُگلتی ہے۔
۲۔ جو مقام اُس کے کاٹنے کا ہے اُسی زہریلے مقام سے یہ رس اُگلتی ہے جو بجائے زہریلے اثرات کے
شفا بن جاتی ہے۔ (۳) یہ محفوظ مقام میں اپنا چھتہ تیار کرتی ہے۔ (۴) اس کے چھتے کے خانے
سب کے سب مخمس ہوتے ہیں جس کے پانچوں اضلاع آپس میں برابر ہوتے ہیں۔ (۵) مکھی پاکیزہ رس لینے میں
بڑی محتاط ہوتی ہے۔ اگر کوئی مکھی جب رس لے آتی ہے تو اُس کی دیکھ بھال (چیکنگ) کیلئے امیر النحل ہوتا ہے
اگر بدبودار رس لیکر آتی ہے تو وہ امیر النحل اُس مکھی کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ (۶) سب مکھیاں امیر النحل کی
فرماں بردار ہوتی ہیں۔ نافرمانی کی صورت میں تمام مکھیاں اُس نافرماں کا بائیکاٹ کر دیتی ہیں۔ (۷) تمام مکھیاں
اپنے امیر النحل کے پیچھے ہی پرواز کر سکتی ہیں۔ (۸) امیر النحل تمام مکھیوں کی پوری طرح دیکھ بھال کرتا ہے اور
وہ اس تنظیم سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ (۹) امیر النحل اگر مارا جائے یا گم ہو جائے تو باقی مکھیوں کا نظام بھی
درہم و برہم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ان اُمور کے اور بھی مصالح ہیں جن کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔
(ملخص از انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ (۷۰) (دیکھو) اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا، پھر
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ وہ تمھیں دنیا سے اٹھالے گا۔ اور تم میں سے
الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ کچھ بدترین حد تک، بہت لمبی عمر تک پہنچائے
شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۔ جاتے ہیں، یہاں تک کہ سب کچھ جاننے ع ۹ ۱۵

کے بعد ایسے ہوجاتے ہیں کہ کچھ جانتے سمجھتے تک نہیں۔ حقیقتاً اللہ ہی علم اور قدرت میں کامل (واکمل) ہے۔

"ارذل العمر" سے مراد

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خدا صؐ نے فرمایا: "ارذلِ العمر" یعنی نکمّی، بیکار، ذلیل عمر سے مراد وہ عمر ہے جب انسان کی عقل عمر کے بڑھنے کی وجہ سے سات سال کے بچے کے برابر ہوجائے۔

★...... (تفسیر صافی ص ۲۷۹)

★ جناب امیرالمومنین عؑ نے فرمایا کہ: "ارذل العمر" پچھتّر سال کی عمر سے بڑھ جانا ہے کہ انسان کی حالت بچپنے کی طرف عود کر آتی ہے اور اُس کا علم نسیان کے گوشوں میں چلا جاتا ہے۔

★...... (تفسیر انوار النجف)

★ جناب رسولِ خدا صؐ نے فرمایا کہ: "قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو خدا ارذل العمر تک نہیں پہنچائے گا۔"

★...... (روح البیان)

★ آپؐ ہی نے ارشاد فرمایا: "انسان جب اسّی سال کا ہوتا ہے تو اُس کی نیکیاں اُگتی ہیں اور بُرائیاں مٹتی ہیں۔ جب نوّے سال کا ہوتا ہے تو خدا اُس کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ دنیا میں اُسے "اسیر اللہ" کا لقب دیا جاتا ہے، پھر قیامت میں وہ اپنے گھر والوں کی شفاعت کرے گا۔" (الحدیث)

★ آپؐ نے فرمایا: جب انسان چالیس سال کا ہوجائے اور اُس کے شر پر خیر غالب نہ ہو تو اُسے جہنم کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۚ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ (۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے کچھ کو دوسروں سے زیادہ رزق دیا ہے۔ پھر جن لوگوں کو یہ رزق زیادہ دیا ہے وہ ایسا (کیوں) نہیں کرتے کہ اپنا زیادہ رزق اُن کو کیوں نہیں لوٹا دیتے جو اُن کے غلام، نوکر، ماتحت، دستِ نگر یا محتاج ہیں، تاکہ وہ سب اُس میں برابر (کے حصّے دار) ہو جائیں۔ کیا وہ اللہ کی نعمت اور احسان کا جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔؟

اللہ کی نعمتوں کو اکیلے ہی نہ کھا جاؤ

حضرت ابوذر غفاریؓ (صحابیٔ رسولؐ) نے فرمایا کہ: "ہم نے خود جنابِ رسولِ خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "تمہاری لونڈی، غلام تمہارے بہن بھائی ہیں۔ پس جو کچھ تم خود کھاؤ، وہی اُن کو کھلاؤ اور جو کچھ تم خود پہنو، ویسا ہی اُن کو پہناؤ۔" رسولِ خداؐ کا کوئی غلام ایسا نہیں دیکھا گیا کہ اُس کا لباس جنابِ رسولِ خداؐ کے لباس کے مانند نہ ہو۔

* ..... (الجوامع)

★ تفسیرِ اہلِ بیتؑ سے یہ بات مزید معلوم ہوئی کہ یہ بات بطور مذمّت کے ہے۔ یہ بات بھی سمجھانی اور جتلانی مقصود ہے کہ تم اپنے نوکروں کے ساتھ مساوات کا سلوک کرو اور اپنا حصّہ اُن سے زیادہ نہ رکھو۔ * ..... (تفسیر علی بن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.com

★ نیز یہ کہ جب تم بھی اپنے غلاموں کو اپنے برابر نہیں سمجھتے، پھر اللہ کیوں گوارا کرے گا کہ تم خدا کی مخلوق کو خدا کے برابر قرار دو۔

★.... (جلالین)

★ آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ غلام ہو یا آقا، سب کو خدا ہی رزق دیتا ہے۔ اِس لیے دونوں برابر ہوئے۔ اِس لیے آقاؤں (سرمایہ داروں) کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم اپنے غلاموں (نوکروں) کو رزق دیتے ہیں۔ اصل میں خدا ہی دونوں کا رازق ہے، وہی سرمایہ داروں کے ہاتھوں مزدوروں کو رزق دلواتا ہے ـــــ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آقاؤں (سرمایہ داروں) کو جو زیادہ رزق خدا نے عطا فرمایا ہے، وہ اپنی ضرورت سے زیادہ کا رزق اپنے غلاموں (نوکروں، مزدوروں) میں تقسیم کر کے اُن کو اپنے برابر کر لینا چاہیئے (ایسا نہ کرنا خدا کی نعمت اور عطاؤں کا عملاً انکار کرنا ہے۔) ★..... (تفسیر صافی ص ۲۷۹)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "رزق، عقل و دانائی پر منحصر نہیں، اور نہ کوشش پر منحصر ہے بلکہ فقر و غنا خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ (تاکہ دونوں کی آزمائش ہو جائے)

★..... (روح البیان)

★ توریت میں ہے کہ: "اے ابنِ آدمؑ! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، اِس لیئے دنیا میں کھیل کود کو چھوڑ، صرف میری عبادت میں مصروف ہو جا۔ اے ابنِ آدمؑ! میں نے سات آسمان اور سات زمینیں تیرے لیے بنائی ہیں اور مجھے کوئی تھکاوٹ نہ ہوئی۔ کیا تیری دو روٹیوں کے دینے سے میں تھک جاؤں گا۔ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، اِس لیئے تجھ پر لازم ہے کہ میری محبت کی قدر پہچان کر مجھ سے سب سے زیادہ محبت کر۔ تو مجھ سے کل کا رزق طلب مت کر جیسا کہ میں تجھ سے کل کا عمل نہیں مانگتا۔ جب میں نافرمان (کافر) کو رزق دینا نہیں بھولتا، تو فرماں بردار (مومن) کو رزق دینا کیسے بھول جاؤں گا۔"

★.... (توراۃ)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ ۷۲

(۷۲) اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور تمہیں اُن بیویوں سے بیٹے، پوتے عطا کیے، اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں۔ تو کیا (یہ سب کچھ جان کر بھی) یہ لوگ باطل کو تو مانتے رہیں گے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے رہیں گے؟

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْــًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۚ ۷۳

(۷۳) اور اللہ کو چھوڑ کر ایسے (بت) کو پوجتے رہیں گے جو نہ تو آسمانوں سے کچھ رزق اُن کو دے سکتا ہے اور نہ زمین سے۔ اور نہ یہ کام وہ لوگ (خود) کر سکتے ہیں۔

---

۱ مشرکوں کو اس بات سے انکار نہ تھا کہ ساری نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں لیکن اُنکی اصل غلطی یہ تھی کہ وہ اُن نعمتوں پر اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ فرشتوں، جنوں، روحوں اور بتوں کا بھی شکریہ ادا کرتے تھے جنھیں اُنھوں نے بلا کسی دلیل کے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا۔ ایسا شکریہ اللہ کے احسان کا انکار ہے۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ (۷۴) پس اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ اللہ تو (سب کچھ)
تَعْلَمُوْنَ ۝ ۷۴ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا (۷۵) (اب) اللہ ایک مثال دیتا ہے
مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ کہ ایک تو غلام ہے جو کسی کی ملکیت ہے
وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا اور خود کوئی اختیار بھی نہیں رکھتا اور
حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ دوسرا وہ ہے جسے ہم نے اپنے پاس
سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ سے اچھی روزی عطا کی ہے تو وہ اُس
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ میں سے کھلے چھپے خوب خیرات بھی کرتا ہے
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۷۵ کیا وہ سب برابر ہیں؟ شکر اور[1] تمام تر
تعریفیں اللہ کی۔ مگر اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

---

[1] اقرار کرنے والوں کے اقرار پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور خاموش رہنے والوں کی خاموشی پر بھی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" فرمایا۔ پہلی صورت میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ خدا کا شکر ہے کہ اتنی بات تو تمہاری سمجھ میں آئی۔ دوسری صورت میں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ تم کو خاموش ہونا پڑا۔ اپنی تمام ہٹ دھرمیوں کے باوجود تمہاری یہ ہمت نہ ہو سکی کہ تم دونوں کو برابر کہدو۔ (یعنی غلام جو اختیار نہیں رکھتا، دوسرا وہ جسے اللہ نے اچھی روزی عطا کی ہے)

www.drhasanrizvi.com

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان اختیارات کا فرق تو اُن کی سمجھ میں خوب آتا ہے مگر خالق و مخلوق کا فرق سمجھ میں نہیں آتا۔ خالق کی ذات، صفات، اختیارات میں مخلوق کو شریک سمجھ رہے ہیں۔ عالمِ اسباب میں اگر کوئی چیز اُن کو مانگنی ہو تو گھر کے مالک سے مانگیں گے، نہ کہ گھر کے غلام سے۔ لیکن جب دعائیں مانگنی ہوں تو مبدأ فیض کو چھوڑ کر بے بس انسانوں اور بتوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے۔

* ..... (تفہیم)

★ بعض مفسّرین کے نزدیک یہ آیت مشرکوں کو اس طرح بھی رد کر رہی ہے کہ اُنھوں نے خدا تک پہنچنے کے لیے غلط وسیلہ اختیار کر رکھا ہے یعنی اُن کو وسیلہ بنایا ہے جو خود کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اب رہے وہ کہ جس کو خدا نے خود اپنی بارگاہ میں مقرّب فرمایا ہو اور اُن کو شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہو اور اپنا دروازہ قرار دیا ہو، تو اُن کو وسیلہ بنانا درست ہے۔ خود قرآن میں اُن کو وسیلہ بنانے کا حکم ہے: "وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" (مائدہ ۳۵) یعنی "خدا تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو" (القرآن) ایسے بندے خدا کے دیے ہوئے اختیارات اور اجازت سے خدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرتے ہیں اور اس طرح ہمیں فیض پہنچاتے ہیں

* ..... (تفسیر تبیان۔ فصل الخطاب)

★ جب یہ سمجھ کر اُن سے خدا کی بارگاہ میں شفاعت یا دعا کی التماس کی جاتی ہے جو خدا کی اطاعت میں کامل اور اکمل ہیں کہ وہ خدا ہی کا دیا دیتے ہیں اور خدا ہی کی اجازت سے دیتے ہیں، اور خدا ہی کی اطاعت کرتے ہیں، اور تو پھر یہاں شرک کا عمل دخل کہاں سے ہو گیا۔؟ جبکہ وہ ہیں بھی خدا کے اذن یافتہ۔ ★ ..... (فصل الخطاب، تبیان)

وہ نہ تو خدا کے مدِّ مقابل ہیں اور نہ خدا کے شریک۔ وہ تو خدا کے انتہائی اطاعت گذار بندے ہیں۔ خدا ہی نے اُن کو اپنی طرف بلانے اور بنی نوعِ انسان کی ہدایت پر مامور فرمایا ہے۔ (تبیان فصل الخطاب)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ (۷۶) اور اللہ ایک اور مثال پیش کرتا ہے
اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ دو آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک گونگا
عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى بہرا ہے کسی کام پر قدرت ہی نہیں
مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ رکھتا۔ اپنے مالک پر بوجھ ہے۔ جدھر
لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ اُس کا مالک اُسے بھیجتا ہے تو اُس کے
هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ ہاتھ سے کوئی اچھا نتیجہ یا کوئی فائدہ
هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۷۶ حاصل نہیں ہوتا۔ تو کیا برابر ہے وہ ع ۲ ۱۲
اور وہ آدمی جو عدالت کا حکم دیتا ہے اور خود بھی سیدھے راستے پر (چلتا) ہے

"تاویل، اوّلین معنی"

"جو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں" اِس سے اوّلین مراد حضرت علیؑ اور ائمۂ اہلِ بیتؑ ہیں، جو اِن الفاظ کے اوّلین اور اعلیٰ ترین مصداق ہیں۔ ★...... (تفسیر صافی صفحہ ۲۷۹ بحوالہ تفسیر قمی)

آیت کا پیغام

یہ ہے کہ خدا اور بناوٹی خداؤں میں صرف یہی فرق نہیں ہے کہ خدا مالک ہے اور یہ سب بےبس غلام ہیں، بلکہ یہ فرق بھی ہے کہ یہ بُت جو بےبس اور غلام ہیں، نہ تو تمھاری پکار ہی سن سکتے ہیں اور نہ تمھیں جواب دے سکتے ہیں، اور نہ کوئی کام اپنے ذاتی اختیارات سے کر سکتے ہیں، جبکہ خدا ناطق ہے، حکیم ہے، دنیا کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ صرف فاعلِ مختار ہی نہیں، فاعل برحق ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے بالکل درست کرتا ہے۔ پھر بھلا یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ تم ایسے آقا کو ایسے غلام کے برابر سمجھ رہے ہو؟ ★.... (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ (۷۷) اور آسمانوں اور زمین کی چھپی
الْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ ہوئی حقیقتوں کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔
اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ رہا قیامت کا معاملہ (تو اُس کے برپا
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ہونے میں کوئی دیر نہ لگے گی) مگر بس
اِتنی سی دیر کہ پلک جھپک جائے، یا اُس سے بھی جلدی (اِس لیے)
کہ حقیقتاً خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

قیامت کب آئے گی؟

کفارِ مکّہ بار بار پوچھتے تھے کہ آخر قیامت کب آئے گی؟ اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ قیامت جب بھی آئے گی اُس کے آنے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

نیز یہ کہ قیامت رفتہ رفتہ نہیں آئے گی، نہ تمھیں دور سے آتی دکھائی دے گی، کہ تم سنبھل سکو اور اُس کی تیاری کر سکو۔ وہ کسی بھی دن اچانک آجائے گی۔ اِس لیے جو کچھ کرنا ہے جلد کر لو۔ اور اپنی اصلاح کا سامان جمع کر لو۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ علمِ غیب

اللہ کا علم عینِ ذات ہے۔ وہ ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے انبیاءؑ اور اولیاءؒ بس اتنا ہی جانتے ہیں جس قدر خدا اُن کو علم عطا فرماتا ہے۔ اصل علمِ غیب صرف خدا کو حاصل ہے۔ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کو صرف اتنا علم حاصل ہے جتنا خدا نے اُن کو عطا فرمایا ہے۔ ★ ..... (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (۷۸)

اور اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹ سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی تو نہ جانتے تھے۔ اور اُس نے تمھارے لیے کان آنکھیں اور دل (جیسی عظیم نعمتیں) عطا فرمائیں تاکہ تم شکر ادا کرنے والے بنو۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو

بتایا جا رہا ہے کہ انسان کا بچّہ پیدائش کے وقت جتنا بے بس اور بے خبر ہوتا ہے، اتنا کسی جانور کا بچّہ بے بس اور جاہل نہیں ہوتا۔ مگر یہ صرف اللہ کے دیے ہوئے ذرائعِ علم ہیں، عقل و نگاہ و بصیرت، تعقّل و تدبّر کی طاقت یا صلاحیت ہے، جن کی وجہ سے انسان ترقّی کر کے تمام موجودات پر حکمرانی کرتا ہے۔ اس لیے تمھیں چاہیئے کہ تم خدا کی دی ہوئی اُن نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔ اب کانوں کی اِس سے بڑی ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کانوں سے انسان کی باتیں تو سُنے مگر خدا کی بات نہ سُنے، اِن آنکھوں سے سب کچھ تو دیکھے، مگر خدا کی نشانیاں نہ دیکھے، اُسی خدا کے دِیے ہوئے دماغ سے سب کچھ تو سوچے مگر صرف یہی ایک بات نہ سوچے کہ خدا میرا محسن ہے جس نے مجھے یہ ساری نعمتیں بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہیں۔ (تفہیم) ......★

★ جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا: "اللہ کا تم پر کم سے کم حق یہ ہے کہ تم اُس کی عطا کردہ نعمتوں سے اُس کی نافرمانی اور گناہوں میں مدد نہ لو۔" ★...... (نہج البلاغۃ)

www.drhasanrizvi.com

أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ ۷۹

(۷۹) کیا اُنھوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح آسمان کی فضا میں قانونِ قدرت کے پابند رکھے گئے ہیں؟ اللہ کے سوا کون اُن کو (فضا میں) روکے رکھتا ہے؟ حقیقتاً اِس میں اُن لوگوں کے لیے جو حق کو مانتے ہیں، (خدا کی قدرت اور اُس کی حکمت کی) بڑی دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝ ۸۰

(۸۰) اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا۔ اور تمہارے لیے جانوروں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے گئے جو سفر اور قیام دونوں میں تمھیں ہلکے معلوم ہوتے ہیں، اور اُن جانوروں کے صوف، اُون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور استعمال کرنے کی بہت سی چیزیں پیدا کیں جو زندگی کی ایک مقررہ مدت تک تمہارے کام آنے والی ہوتی ہیں۔

روحانی نسخے

شیخ محمد عبداللہؒ نے فرمایا کہ غور و فکر کے پانچ مقامات ہیں اور اُن سے

www.drhasanrizvi.com

پانچ فائدے ہوتے ہیں :-

(۱) خدا کی آیتوں پر غور و فکر کرنے سے معرفتِ حق نصیب ہوتی ہے۔

(۲) اللہ کے احسانات اور نعمتوں پر غور و فکر کرنے سے خدا کی محبّت نصیب ہوتی ہے۔

(۳) اللہ کے وعدوں اور ثواب پر غور و فکر کرنے سے خدا کی طرف رغبت نصیب ہوتی ہے۔

(۴) اللہ کی سزاؤں پر غور و فکر کرنے سے خدا کا خوف نصیب ہوتا ہے۔

(۵) اپنے گناہوں پر غور و فکر کرنے سے ندامت اور حیا پیدا ہوتی ہے۔

* ..... (روح البیان)

★ مطلب یہ ہے کہ یہ چمڑے کے خیمے جن کا رواج عرب میں بہت تھا، ایسے ہیں کہ جب کوچ کرنا چاہتے ہیں تو انھیں آسانی سے طے کر کے اٹھا لے جاتے ہو اور جب رکنا چاہتے ہو تو آسانی سے کھول کر جا لیتے ہو۔

* ..... (تفہیم)

★ خدا نے گھروں کو سکون کی جگہ فرما کر بتا دیا کہ آئیڈیل گھر وہ ہوتا ہے جہاں سکون ہو... اور اِس سکون کو فراہم کرنے کی بڑی ذمّے داری عورت پر عائد ہوتی ہے۔

* ...... (فصل الخطاب)

★ "اثاث" وہ سامان ہے جو انسان پہننے اور دوسری بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اور "متاع" وہ سامان ہے جو مکانات اور فرش وغیرہ کی زینت کے کام آتا ہے۔ *... (تفسیر کبیر)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جس شخص نے مکان بنایا اس طرح کہ کسی پر ظلم نہ کیا ہو (کسی کا حق نہ مارا ہو) تو جب تک اللہ کی مخلوق اُس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی، مکان بنانے والے کو اُس کا اجر ملتا رہے گا۔"

★ بہلول دانا نے خلیفہ ہارون رشید کے محل پر لکھا: "اے ہارون! تو نے اتنا اونچا محل بنا کر نصوصِ قرآنی کو نیچا کیا۔ اگر تو نے یہ مکان اپنے ذاتی محنت کے مال سے بنایا ہے تو تُو اسراف یا فضول خرچی کا مرتکب ہوا ہے، جسے خدا پسند نہیں کرتا۔ اور اگر یہ محل تو نے غیروں کے مال سے بنوایا ہے تو تُو نے ظلم کیا ہے اور خدا ظالمین پر لعنت بھیجتا ہے۔" *..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ ۸۱

(۸۱) اور اللہ نے بہت سی اُن چیزوں سے جو اُس نے پیدا کی ہیں تمھارے لیے سائے بنائے، اور تمھارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں اور پناہ گاہیں بنائیں۔ اور تمھارے لیے ایسے لباس بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور ایسے لباس بھی بنائے جو تمھارے آپس کے حملوں اور جنگوں میں تمھاری حفاظت کرتے ہیں۔ اِس طرح خدا اپنی نعمت کو مکمّل کرتا ہے، تاکہ شاید تم اُس کے اطاعت کرنے والے بن جاؤ۔

تکمیلِ نعمت

یہاں نعمتوں کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ خدا نے انسانی زندگی کی ضرورتوں کی مکمّل تسکین کا سامان فراہم کر رکھا ہے۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ مثلاً لباس کی ضرورت ہی کو لے لیجیے کہ اِس کے لیے کیا کیا چیزیں بنائیں۔ یہ انتظام لباس کے سلسلے میں خدا کی نعمت کی تکمیل ہے۔

اِسی طرح غذا کو لے لیجیے۔ کیسی کیسی لذیذ مفید طرح طرح کی غذاؤں کا انتظام فرمایا، جو ہماری تمام مادّی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں۔ یہ انتظام غذا کے سلسلے میں خدا کی نعمتوں کا اتمام یا تکمیل ہے۔ اِسی طرح خدا نے زندگی کے ہر ہر پہلو اور ضرورت کو پورا کرنے کے مکمّل انتظامات فرمائے ہیں[۱]

[۱] (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ یہ تو انسان کی مادّی ضروریات کی نعمتوں کی تکمیل کا ذکر ہوا، جو انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات ہیں جن کو ہر انسان کسی نہ کسی صورت سے حاصل کر لیتا ہے مثلاً غذا، لباس اور مکان۔ یہ مادّی ضرورتیں نعمتوں کی شکل میں تکمیل تک پہنچیں۔ لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت ہے۔ جب خداوندِ عالمین نے ہدایتِ انسانی کے سلسلے کا ایسا بندوبست فرما دیا کہ قیامت تک وہ سلسلۂ انسانی ہدایت کی ضمانت بن سکے گا، تب ارشاد فرمایا کہ:

" اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ... " (مائدہ آیت ۳)

" آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمّل کر دیا اور تم اپنی (حقیقی) نعمت کو مکمّل کر دیا۔"

یہ اُس وقت فرمایا جب خدا نے رسول اکرمؐ کے ذریعہ سے حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا، جو اُس سلسلے کی پہلی کڑی تھے، جو سلسلہ قیامت تک ہدایت کا ضامن تھا۔ اور یہ آیت قرآن کی آخری آیت تھی۔ کیونکہ قرآن اور اہلِ بیتؑ ہی قیامت تک انسانی ہدایت کی مکمّل تکمیل کے ذرائع ہیں، اور یہ سب سے بڑی نعمت کی تکمیل ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (مؤلف)

ہدایت کا انوکھا انداز

حضرت عیسیٰؑ ایک دولتمند کو ایک فقیر کے گھر لے گئے اور فرمایا " یہ بھی تیرا بھائی ہے مگر خدا نے تجھے وسعت بخشی ہے، تجھ پر اُس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔"

اِس کے بعد اُس فقیر کو ایک بیمار کے پاس لے گئے اور فرمایا: " تُو بیمار تو نہیں، یہ فقیر و غریب ہونے کے ساتھ ساتھ بیمار بھی ہے، اِس لیے تجھے اپنی اِس حالتِ صحّت پر شکر ادا کرنا چاہیئے۔"

پھر آپؑ اُس بیمار فقیر کو ایک کافر کے پاس لے گئے، اور فرمایا: " اگر تو اِس فقیری اور بیماری کے ساتھ ساتھ کافر بھی ہوتا تو خدا کا کیا بگاڑ لیتا؟ اِس لیے تجھے بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، کیونکہ تو اللہ کا منکر نہیں۔" ★ ..... (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ (۸۲) اب اگر یہ لوگ منھ موڑتے ہیں تو
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ ۸۲ آپؐ پر بھی صرف صاف صاف کھول
کھول کر خدا کے پیغام کو پہنچا دینے ہی کی ذمّے داری ہے۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ (۸۳) وہ اللہ کی نعمت اور احسان
يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ کو خوب جانتے پہچانتے ہیں، پھر اُس کا
الْكٰفِرُوْنَ ۝ ۸۳ انکار کرتے ہیں۔ (کیونکہ) اُن میں اکثر
حق کو ماننے کے لیے تیّار ہی نہیں۔ ع ۱۷

لے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اِس آیت میں اللہ کی جس نعمت کا ذکر ہوا ہے وہ نعمت ہم (محمدؐ و آلِ محمدؐ) ہیں، جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے پس مراد کو وہی پہنچے گا جو ہمارے ذریعے سے مراد چاہے گا (یعنی ہمارے ذریعے سے دعا کریگا) اور ہماری اطاعت کے ذریعے سے خدا سے قریب ہونا چاہے گا۔) * .... (تفسیر صافی ص۲۷۹ بحوالہ تفسیر قمی)

* حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنے آبائے اطہارؑ کے حوالے سے روایت فرمائی ہے کہ: "جب یہ آیت ولایت نازل ہوئی کہ: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ .... الخ (مائدہ آیت ۵۵) یعنی "بس تمہارا ولی اللہ ہے، اور اُس کا رسولؐ ہے، اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، جو نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔" تو کچھ لوگ مدینے کی مسجد میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم اِس آیت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اگر ہم نے اِس آیت کو مان لیا تو ابو طالبؑ کا بیٹا (علیؑ) ہم پر مسلّط ہو جائے گا، اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ محمدؐ اپنے قول میں سچّے ہیں، مگر ہم کبھی ہرگز علیؑ کی اطاعت نہیں کریں گے۔" پھر فرمایا کہ یہ آیت اسی واقعہ پر نازل ہوئی .... (الکافی)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾

اور قیامت کے دن جب ہم ہر اُمّت یا ہر گروہ میں سے ایک ایک گواہ کھڑا کریں گے۔ پھر حق کے انکار کرنے والوں کو نہ تو (بولنے کی) اجازت دی جائے گی اور نہ معافی مانگنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اُمّت پر گواہ؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ: "ہر زمانے کی اُمّت کے ساتھ اُس کے زمانے کا امام بطور گواہ پیش ہوگا۔"
★..... (نور الثقلین)

★ "اور محشر کی شہادت کا مقصد یہ ہے کہ وہ (امام) پروردگارِ عالم کے حضور میں اپنی تبلیغی مساعی کی رپورٹ پیش کریں گے کہ ہم نے ان لوگوں تک مذہب کے اصول اور احکامِ دین پہنچا دیے تھے اور ان کو اچھی طرح سمجھا دیے تھے۔ پس وہ اُن کے عذر کو قطع کردیں گے۔ اِسی بنا پر تو آیتِ مجیدہ میں صاف اعلان ہے کہ انکارِ حق کرنے والوں اور غلط کاروں کو نہ بولنے کی اجازت ہوگی، نہ عذر سنا جائے گا۔"
★...... (انوار النجف)

★ ہر اُمّت کا گواہ اُس اُمّت کا پیغمبر ہوتا ہے جو قیامت کے دن اُس اُمّت کے اچھے، بُرے اعمال پر گواہ کی حیثیت سے پیش ہوگا۔ ★..... (تبیان)

★ نیز یہ کہ قیامت کے دن کافروں کو توبہ تِلّا یا اصلاحِ اعمال کا کوئی موقع نہیں دیا جائے گا" کیونکہ امتحان، عمل اور اصلاح کا وقت ہی ختم ہوچکا ہوگا (یہ وقت نتائجِ اعمال کے دیکھنے اور جزا، یا سزا کے بھگتنے کا ہوگا۔) ★.... (فتح الرحمن - جلالین)

www.drhasanrizvi.com

★ "اُمّت پر گواہ" سے مراد، اُمّت کا نبی ہے۔ یا وہ شخص ہے جس نے نبیؐ کے گذر جانے کے بعد اُمّت کو توحید اور خالص خدا پرستی کی دعوت دی ہو۔ اور قیامت کے دن کی جواب دہی سے خبردار کیا ہو، وہی شخص اِس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے حق کا پیغام ان لوگوں کو پہنچا دیا تھا۔ اِس لیے جو کچھ بھی ان لوگوں نے کیا ہے، وہ ناواقفیت کی بُنیاد پر نہیں کیا، بلکہ جانتے بوجھتے کیا۔

★ ..... (تفہیم)

★ ظاہر ہے کہ حق کی گواہی اور حق پرستی کی دعوت دینے والوں میں سب سے اوّل حضورِ اکرمؐ ہیں، اور آپؐ کے بعد آپؐ کی اولاد میں جو ائمۂ طاہرینؑ ہیں، وہی اس کے اوّلین مصداق قرار پائیں گے۔

★ ..... (مؤلف)

★ آیت کے آخری الفاظ کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ کافروں کو صفائی پیش کرنے کی کوئی اجازت ہی نہ دی جائے گی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی صریح ناقابلِ انکار گواہیاں اور ثبوت پیش کر دیے جائیں گے کہ اس کے بعد اُن کے لیے صفائی پیش کرنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے گی۔

نیز یہ کہ اُس وقت اُن سے یہ تک نہ کہا جائے گا کہ اب تم اپنے مالک سے اپنے قصوروں کی معافی مانگ لو۔ کیونکہ وہ سزا و جزا دینے کا وقت ہوگا، معافی طلب کرنے کا وقت نہ ہوگا۔ معافی مانگنے کی جگہ دنیا ہے، آخرت نہیں۔ دنیا میں بھی معافی مانگنے کا موقع صرف اُس وقت تک ہے جب تک موت کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ ★ ... (تفہیم)

★ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، ساٹھ سال ہے۔ ★ ... (نہج البلاغہ۔ کلمہ ۳۴۲)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا (۸۵) (کیونکہ) جب ظالم لوگ (خدا کے)
الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ ۸۵ تو پھر ان کی سزا میں نہ تو کوئی کمی ہی کی
جائے گی، اور نہ انھیں ایک لمحہ کی مہلت دی جائے گی۔

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (۸۶) اب جو خدا کے ساتھ دوسرے خداؤں
شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ کو شریک کرنے والے، خدا کے ساتھ
شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا اپنے بنائے ہوئے شریکوں[۱] (کی بری حالت)
مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ کو دیکھیں گے تو کہیں: "اے ہمارے مالک! یہی
الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ۸۶ ہیں ہمارے وہ بنائے ہوئے خدا کے
شریک جنھیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔" تو وہ (ان کے بنائے ہوئے خدا)
انھیں صاف جواب دیں گے کہ "تم جھوٹے ہو۔"

۱؎ "شرکاء" سے مراد وہ اشخاص ہیں جن کو مشرک لوگ خدا کی خدائی میں خدا کا شریک مانتے تھے۔ وہ شرکاء مشرکین کو جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

پھر بتایا جا رہا ہے کہ مشرکین اللہ کے سامنے اپنی فرماں برداری اور عاجزی پیش کریں گے۔ یعنی اُن کا غرور و تکبر سب رفو چکر ہو جائے گا۔ اور ان کا دنیا میں جو یہ خیال تھا کہ ہمارے خدا ہم کو خدائے واحد کی سزا سے بچا لیں گے، وہ سب باطل ہو جائے گا۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ (۸۷) اُس وقت یہ سب کے سب اللہ
السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا کے سامنے جُھک جائیں گے، اور اُن کی (تمام
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ۸۷ غلط) باتیں جو وہ گھڑا کرتے تھے، اُن کے
پاس سے غائب ہو جائیں گی۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا (۸۸) (غرض) جنھوں نے حق کا انکار کیا اور
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ لوگوں کو اللہ کے راستے (پر چلنے) سے
عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا روکا، اُن کو تو ہم سزا پر سزا دیں گے،
كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝ ۸۸ اُس فساد اور خرابی کے بدلے میں جو
وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ (۸۹) جب ہم ہر گروہ اور ہر اُمّت میں،
شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ خود اُسی کے اندر سے، ایک گواہ اُٹھا
وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى کر کھڑا کریں گے جو اُن کے اُس
هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ گروہ کے مقابلے پر گواہی دے گا۔
الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور آپؐ کو اُن سب (گواہوں) کے
وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً اوپر گواہ بنا کر لائیں گے اور (اُسی گواہی

www.drhasanrizvi.com

وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۸۹ؑ کے لیے) ہم نے آپؐ پر یہ کتاب ع ۱۴ ۲ ۱۸

اُتاری ہے، جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی بھی ہے

اور ہدایت، رحمت اور بشارت بھی ہے' اُن لوگوں کے لیے جو حق کے

سامنے سر جھکا دینے والے ہیں ۔

ے ہر اُمت کا گواہ اُس اُمت کا رسولؐ یا اُن کے دور کا امامؑ ہوگا اور اُن تمام گواہوں پر گواہ ہمارے رسولؐ ہوں گے ۔ ★ .... (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ عزخار نے نتیجہ نکالا کہ اِس آیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ

رسولِ اکرمؐ اور ائمہ واہلِ بیتؑ دیگر انبیاءؑ سے برتر ہیں لیعنی جو فضیلت اور برتری دیگر انبیاء کرامؑ کو اُن کی اُمتوں پر حاصل ہے وہی فضیلت اور برتری حضور اکرمؐ اور ائمہ اہلِ بیتؑ کو دیگر انبیاء کرامؑ پر حاصل ہے ۔ ★ .... (فصل الخطاب)

ایک عجیب واقعہ

تفسیر برہان میں ایک مرسلہ روایت درج ہے :

جب حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ سے ملاقات کے بعد واپس آئے تو آپؑ نے حضرت ہارونؑ سے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب ہم دونوں دریا کے کنارے سفر کر رہے تھے تو ہم وہاں کھڑے ہوگئے تو دیکھا کہ ایک پرندہ خطاف (تیتر) کی شکل کا دریا کے کنارے اترا اور اُس نے اپنی چونچ میں پانی لیکر اُسے مشرق کی طرف پھینکا، پھر دوبارہ مغرب کی طرف، تیسری بار آسمان کی طرف اور چوتھی دفعہ زمین پر گرا دیا ۔ پانچویں بار پانی لیکر دریا میں ڈال دیا اور پھر پرواز کر گیا ۔ ہم دونوں حیران تھے کہ پرندے نے ایسا کیوں کیا ؟

اِسی اثناء میں ایک فرشتہ بہ شکلِ انسان نازل ہوا اور کہا حیران نہ ہوں، اُس پرندے کا مقصد یہ تھا کہ قسم بخدا! جس نے مشرق و مغرب، آسمان و زمین بنائے، آخری زمانہ میں جو نبی آئیگا اُس کا نام محمدؐ ہوگا اُس کے وصی کا نام علیؑ ہوگا تم دونوں کا علم اُن دونوں کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے یہ قطرہ آب بھرے سمندر میں ۔ ★ (انوار النجف)

(★ ملخص)

www.drhasanrizvi.com

★ غرض جنابِ رسولِ خدا ائمہ و اہلِ بیت کے گواہ ہوں گے اور ائمہ اہلِ بیت تمام آدمیوں کے گواہ ہوں گے۔
★ ..... (تفسیر صافی ص۲۸ بحوالہ تفسیر قمی)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کی قسم! ہم اُس کو بھی جانتے ہیں جو آسمانوں میں ہے، اور اُس کو بھی جانتے ہیں جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ جو کچھ جنّت میں ہے اُس کو بھی جانتے ہیں اور جو کچھ جہنّم میں ہے، اُس کو بھی جانتے ہیں، اور جو کچھ آسمانوں اور زمین، جنّت اور جہنّم کے درمیان ہے (ہم اہلِ بیتؑ) اُس کو بھی جانتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ کتابِ خدا میں موجود ہے۔" اس کے بعد حضرت امامؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔
★ ..... (تفسیر صافی ص۲۸۰ بحوالہ تفسیر عیاشی)

★ خدا کے اس فرمانے سے کہ: "یہ کتاب ہر ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی، حقیقی کامیابی اور ناکامی، حق اور باطل کی پوری پوری وضاحت کرنے والی ہے۔ جو لوگ اس آیت کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ بیان کردیا گیا ہے، پھر وہ اُسے بتانے کے لیے قرآن سے سائنس اور فنون کے عجیب و غریب مضامین نکالنے کی کوششیں شروع کردیتے ہیں، وہ ان الفاظ کو اصل میں غلط سمجھتے ہیں۔
★ ..... (تفہیم)

ع ق

★ ہدایت کے سلسلے میں قرآن کا معیارِ بیان بہت زیادہ جامع ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: "خدا نے قرآن کے لیے فرمایا کہ اس میں سب کچھ بیان کردیا گیا (تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ)[1] جبکہ توریت کے لیے فرمایا: "كَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ"[2] یعنی "ہم نے الواحِ موسیٰؑ میں ہر چیز میں سے کچھ لکھ دیا" "مِنْ" تبعیض کے لیے آتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کا عالم توریت کے عالم سے افضل ہوگا۔ اسی بنا پر حضرت علیؑ حضرت موسیٰؑ سے افضل ہیں۔"
★ ..... (تفسیر انوار النجف)

[1] النحل ۱۶ آیت ۸۹ — [2] الاعراف ۷ آیت ۱۴۵

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ ۹۰

(۹۰) حقیقتاً خدا عدالت، حُسنِ سلوک (احسان) اور رشتہ داروں کو اُن کا حق دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے شرمی، بُرائی اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو (یا) اُس کا اثر قبول کرو۔

اللہ کے احکام، روحِ اسلام ہیں

عثمان بن مظعون سے مروی ہے کہ:

حضورِ اکرمؐ مجھے بار بار دعوتِ اسلام دیتے تھے لہٰذا شرم کے باعث میں مسلمان ہوگیا تھا، لیکن دل مطمئن نہیں تھا۔ ایک دن میں آپؐ کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؐ نے ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی طرف نظر کی۔ جب آپؐ کی وہ حالت ختم ہوئی تو میں نے وجہ پوچھی؟ آپؐ نے فرمایا کہ "میں نے جبرئیل کو دیکھا ہے اور وہ یہ آیت لائے ہیں: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ..." الخ۔ پس یہ سنتے ہی اسلام میرے دل میں راسخ ہوگیا۔ میں جناب ابوطالبؑ سے یہ ماجرا بیان کیا، تو اُنھوں نے فرمایا: "اے قریش! اگر تم محمدؐ کی اتباع کروگے تو ہدایت پاؤگے کیونکہ وہ تمھیں مکارمِ اخلاق کا درس دیتا ہے۔" پھر میں نے ولید بن مغیرہ سے یہی واقعہ بیان کیا تو وہ کہنے لگا کہ: "اگر یہ بات محمدؐ نے کہی ہے تو وہ بھی خوب ہے، اور اُس کے خدا نے کہی ہے تو وہ بھی خوب ہے۔"

ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ آیت خود بہ نفسِ نفیس ولید بن مغیرہ کے سامنے پڑھی تو اُس نے دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی، آپؐ نے دوبارہ یہ آیت پڑھی تو داد دیے بغیر نہ رہ سکا

www.drhasanrizvi.com

اور بے تحاشا اُس کے منہ سے نکلا: "اِنَّ لَهُ لَحَلَاوَةً وَّاِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَّاِنَّ اَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ وَّاِنَّ اَسْفَلَهُ لَمُغْدِقٌ وَّمَا هُوَ قَوْلُ الْبَشَرِ"

یعنی: "تحقیق و بلاشبہ یہ کلام نہایت شیریں، اور بیان بڑا دلکش ہے، اِس کی شاخیں پھلدار اور اس کی جڑیں دور رس ہیں اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔"

★ تفسیرِ برہان میں آیتِ مجیدہ کی تاویل یہ ہے کہ عدل سے مراد حضرت رسالتمآبؐ اور احسان سے مراد حضرت امیرالمومنینؑ اور ایتائ ذی القربٰی سے مراد مودتِ اہلِ بیتؑ اور فحشا و منکر و بغی سے مراد دشمنانِ اہلِ بیتؑ علی الترتیب ہیں جن سے بیزاری کا حکم دیا گیا ہے۔

(تفسیر انوار النجف)

تین احکام کی وضاحت

اِس آیت میں تین ایسی باتوں کا حکم دیا گیا ہے جو پورے انسانی معاشرے کی اصلاح کی ضامن ہیں۔

(۱) **عدل** : یعنی حقوق کا ادا کرنا۔ عدل کے معنی مساوی طور پر حقوق کا تقسیم کرنا نہیں۔ بلکہ عدل کے معنی جس کا جو حق ہے اتنا ادا کرنا۔ البتہ بعض دفعہ عدل مساوات کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ جیسے شہریت کے حقوق، لیکن بعض دفعہ عدل کا تقاضا مساوات کا نہیں ہوتا۔ مثلاً: جو ماں باپ کا حق ہے وہ دوست کا نہیں۔ غرض عدل کا تقاضا یہ ہے کہ حقوق ادا کرنے میں توازن و تناسب کا خیال رکھا جائے۔

(۲) **احسان کرنے کا حکم** : اِس کا مطلب نیک برتاؤ، ہمدردی، فیاضانہ سلوک، رواداری، خوش اخلاقی ہے۔ ایک دوسرے کا پاس لحاظ کرنا ہے۔ اِس کی اہمیت اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔ عدل پر معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے، تو احسان معاشرے کا جمال و کمال ہے۔ عدل معاشرے کو ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے، تو احسان معاشرے میں

www.drhasanrizvi.com

خوشگواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے۔

(۳) (ذی القربیٰ) صلۂ رحمی۔ یعنی رشتہ داروں کا حق ادا کرنا ہے۔ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔ خوشی غمی میں اُن کا شریکِ حال ہونا ہے۔ ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اسلام اِس کو پسند نہیں کرتا کہ انسان خود عیش کرے اور اُس کے عزیز بھوکے ننگے ہوں۔ کیونکہ اسلام خاندان کو ایک عنصرِ ترکیبی قرار دیتا ہے، اِس لیے پہلا حق خاندان کے غریبوں کا ہے کہ اُن کی امداد کی جائے۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:

"آدمی کے اولین حقدار اُس کے بیوی بچے، بھائی بہن، پھر جو اُن کے بعد قریب تر ہوں پھر جو اُن کے بعد قریب تر ہوں۔"

اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسا معاشرہ جہاں ہر شخص اپنے عزیزوں کا خیال رکھے، وہ معاشی اعتبار سے کتنا خوشحال اور مستحکم ہوگا۔

خدا نے تین برائیوں سے روکا ہے

پھر خدا نے اِن تین۳ بھلائیوں کے مقابلے پر تین۳ برائیوں سے روکا ہے۔

(۱) **فحشاء**: یعنی: بیہودہ، شرمناک کام۔ جیسے زنا، بُخل، برہنگی، عریانی، لواطت، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا، بدکلامی، دل آزاری، انسان کی توہین کرنا، جھوٹا پروپیگنڈہ، تہمت، الزام تراشی، کسی کی بدکاریوں کی تشہیر یا ایسے افسانے ڈرامے جو اِن بدکاریوں کو اُبھاریں، عورتوں، مردوں کا ناچنا گانا، تھرکنا وغیرہ

(۲) **مُنکَر**: مُنکَر کے معنی، ہر وہ بُرائی جسے انسان عام طور پر بُرا سمجھتے ہیں۔

(۳) **بَغِي**: بغی کے معنی حد سے آگے بڑھنا، دوسروں کے حقوق مارنا، خواہ وہ خدا کے حقوق ہوں یا کسی بندے کے۔ ★.... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

عدل واحسان کے معنی

حقوق اللہ، حقوق النّاس اور حقوق النفس میں سے اگر صرف واجب یا فرائض ادا کر دیے جائیں تو یہ "عدل" ہوگا۔ یہی تقویٰ کی پہلی منزل ہے۔

حقوقِ معاشرہ میں "عدل" یہ ہے کہ معاشرے کے تمام معاشرتی کاموں میں شرعی نقطۂ نگاہ پر عمل کرے۔ یہی "عدل" ہے۔ ماں باپ، اولاد، بیوی، عزیز، غریب، مسافر، مسکین کے واجب حقوق ادا کرے۔ یہی "عدل" ہے۔

احسان یہ ہے کہ صرف واجبی حقوق ہی ادا نہ کرے، بلکہ مستحبات پر بھی عمل کرے۔ حق سے زیادہ ادا کرے۔ تمام جزئیات پر بھی عمل کرے۔ یہی "احسان" ہے۔ اور خدا احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

رشتہ داروں (ذی القربیٰ) کا حق ادا کرنا: احسان کے بعد خاص طور پر رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کی ترغیب دی۔ اگر ہر شخص اپنے اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے لگے تو پورا معاشرہ جنّت کا نمونہ بن جائے۔ یہی ہے رشتہ داروں سے زیادہ حق رسولؐ اکرم کے رشتہ داروں کا۔ اِسی لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا:

"ذی القربیٰ" سے مراد رسولِ اکرمؐ کے رشتہ دار بھی ہیں۔"

جس طرح جسم کو پہلے گندگی وغیرہ سے پاک صاف کرکے آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے، اِسی طرح اخلاقی طور پر حُسنِ اخلاق سے آراستہ ہونے کے لیے بُرائیوں کا میل کچیل دور کرنا ضروری امر ہے۔

تین بُرائیاں:

(۱) جو برائی ظاہر نہیں کی جاتی، وہ "فحشاء" ہے۔ (۲) جو برائی ظاہر کی جاتی اور سب اُسے بُرا سمجھتے ہیں وہ "مُنکر" ہے۔ (۳) اور جو برائی دوسروں کو ذلیل کرے وہ "بَغِی" ہے۔

اور فحشاء سے مراد زناکاری، عریانی اور بغی سے مراد ظلم وستم بھی ہے۔ (تفسیر انوار النجف بحوالہ مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ عبداللہ ابن مسعود صحابیؓ اور قتادہؓ نے فرمایا کہ "خدا نے ہر خیر و شر کے بیان کو اِس آیت میں جمع فرما دیا۔
(تفسیر کبیر)

★ "عدل" کے معنی ہیں کہ جس کا جتنا حق ہے اُس کو دے دینا۔ "احسان" کے معنی ہیں حق سے زیادہ دینا
"عدل" کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر علم و عمل کو حدِّ اعتدال و توسّط میں رکھنا۔ ★ .... (بیضاوی)
"رشتہ داروں" کا خاص طور پر ذکر اِس لیے بھی کیا کہ اُن کا حق خاص طور پر اُن کو دیا جائے۔ (بیضاوی)

اَسباق و نتائج

اِس آیت میں خدا نے ہمیں یہ اسباق سکھائے ہیں کہ:

(۱) نہ تو خود اپنے اوپر ظلم کرو اور نہ دوسروں پر ظلم کرو۔ (۲) ہر شخص کا حق ادا کرو۔
(۳) ہر معاملہ میں میانہ رَوِی (عدل) اختیار کرو، خواہ وہ اعتقادات ہوں یا اعمال ہوں۔
(۴) نہ انسان پوری پوری طرح قادر ہے اور نہ بالکل مجبور ہے۔ (۵) انسان اپنے اعمال کا خود ذمّہ دار ہے۔ (۶) خدا مومن کو دائمی عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔
(۷) عبادات تک میں میانہ رَوِی اختیار کرو، حد سے آگے نہ بڑھو۔ (۸) سخاوت اختیار کرو مگر فضول خرچی اور اسراف نہ کرو۔ (۹) نہ ہر کسی پر حملے کرو اور نہ بزدل بنو، بلکہ عدل اختیار کرو۔

★ کسی نے جنابِ رسالت مآبؐ سے عرض کی، کہ: اگر اجازت ہو تو رہبانیت (ترکِ دنیا) اختیار کروں؟ آپؐ نے اظہارِ ناراضگی فرمایا، اور پھر فرمایا: "تیرے نفس کا بھی اور تیری بیوی کا بھی، اور تیرے ملاقاتیوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اِس لیے چند دن روزے رکھ اور چند روزے کے بغیر رہ، رات کو کچھ دیر عبادت کر، اور کچھ حصّے میں آرام کر۔" ★ ... (روح البیان)

★ "احسان" یہ ہے کہ جیسے خدا نے تجھے اپنے عطیات سے نوازا ہے اور تجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے اُسی طرح تو بھی اُس کی مخلوق کو سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کر۔ انسان کا سب سے قریبی رشتہ دار اُس کا اپنا نفس ہے اُس کے ساتھ صلۂ رحمی یہ ہے کہ اُسے گناہوں سے بچاؤ۔ اور "بغاوت" سے مراد لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے۔
★ .... (تاویلاتِ نجمیہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا (۹۱) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو
عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا جب کہ تم نے اُس سے عہد کر لیا ہو۔
الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور اپنی قسموں کو مضبوط اور پکّا
وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ کر لینے کے بعد نہ توڑ ڈالو، جبکہ
كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ اور ضامن
مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ۹۱ تک بنا چکے ہو۔ یقیناً اللہ اُن تمام
کاموں کو خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔

لوگوں کو پہچانو عہد لیکر

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"لوگوں کو پہچانو وعدہ لیکر اور امانت دے کر۔" ★ ... (نہج البلاغہ)

★ عرفاء نے لکھا کہ اگر کسی کو دیکھو کہ اُس سے بڑی کرامتیں ظاہر ہو رہی ہیں کہ مثلاً ہوا پر اُڑتا ہے اور پانی پر چلتا ہے، تو اُن کرامات سے دھوکہ نہ کھاؤ، یہ دیکھو کہ وہ عہد، وعدوں اور شریعت کی پابندی کرتا ہے یا نہیں؟ ★ ... (روح البیان)

★ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ (۱) صرف خدا کی بندگی کامل عاجزانہ اطاعت یا عبادت کریں (۲) کسی کو اللہ کا شریک نہ سمجھیں یعنی عبادت صرف اللہ کی کریں، اُس کی طلب میں کسی اور کو نہ ملائیں۔" (اگر وہ ایسا کریں گے تو) "اللہ کا اُن لوگوں پر یہ حق ہوگا کہ وہ اُن کو عذاب میں مبتلا نہ کرے گا۔"

★ ... (تاویلاتِ نجمیہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ (۹۲) اور تمہاری حالت اُس عورت جیسی
غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۚ تو نہ ہو جائے جس نے اپنے ہی کاتے
تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا ہوئے سوت کو مضبوط بنانے کے بعد
بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ (خود ہی) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔
أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اِس طرح تم بھی اپنی قسموں کو (توڑ توڑ کر)
اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ اپنے درمیان خرابی اور مکر و فریب کا ذریعہ
الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ لگو۔ تاکہ کچھ لوگ، کچھ لوگوں سے بڑھ چڑھ کر
تَخْتَلِفُونَ ۝ ۹۲ فائدے حاصل کرنے لگیں (حالانکہ)

اِن قسموں ہی کے ذریعہ سے تو خدا تمہارا امتحان لیتا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ تمہارے لیے اُن تمام باتوں کو پوری طرح ظاہر کر دیگا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

عہد شکنی کی شدید مذمت اور اُس کی مثال

کاتے ہوئے سوت کو خود توڑ دینے کے تین مطلب لکھے گئے ہیں۔ (۱) اپنی قسموں وعدوں اور عہدوں کو خود توڑ دینا۔ (۲) دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو لوگ اپنی قسموں اور عہدوں کو خود توڑ دیا کرتے ہیں، وہ خود اپنے سارے کے سارے اعمال برباد کر دیتے ہیں
★ ---- (فتح الرحمٰن۔ شاہ ولی اللہ)
(۳) تیسرا مطلب یہ بھی ہے کہ قسموں اور عہدوں کے توڑنے سے خود تمہارا اپنا نقصان ہوگا کہ تمہارے (دنیوی و اُخروی) کام خراب ہو جائیں گے۔ ★ ---- (شاہ عبدالقادر)

www.drhasanrizvi.com

★ جنابِ خیثمی مرتبت م کی سیرت میں بالاتفاق لکھا ہے کہ آپؐ اگرچہ عالمین کے لیے رحمت تھے، لیکن دو قسم کے آدمیوں پر آپؐ کو اِس قدر غصّہ آتا تھا کہ آپؐ کا چہرۂ پُرنور شدّتِ غضب سے اس قدر تبدیل ہو جاتا تھا کہ آپؐ پہچانے نہ جاتے تھے۔ ایسا غصّہ یا تو اُس آدمی پر آتا تھا جو کسی دوسرے انسان کی توہین کرتا تھا، یا جو شخص عہد شکنی کرتا تھا۔

★..... (متفق علیہ)

★ اِسی بنا پر حضورِ اکرمؐ نے رحمۃ للعالمین ہوتے ہوئے بنی قریظہ کے تمام یہودی مردوں کو توریت کے حکم کے مطابق قتل کروا دیا تھا۔

★..... (تاریخِ طبری)

★ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "یہ عورت (قرآن نے جس کی مثال دی ہے) قبیلۂ بنی تمیم ابن مرّہ سے تھی اور اُس کا نام ریطہ بنتِ کعب تھا۔ وہ بڑی بیوقوف تھی خود اون کاتتی تھی اور پھر خود اُسے توڑ پھوڑ ڈالتی تھی، پھر دوبارہ اُسے کاتتی تھی۔ پھر اُس کا کاتنا اور توڑنا، عہد کر کے توڑنے کے لیے ایک مثال (ضرب المثل) بن گیا، پھر اللہ نے بھی یہی مثال دی۔

★.... (تفسیر صافی صفحہ ۲۸ بحوالہ تفسیر قمیؒ)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"یہ آیات ولایتِ علیؑ کے بارے میں کیے ہوئے عہد کی توثیق اور تصدیق کے لیے ہیں۔"

★..... (تفسیر مجمع البیان)

★ جب حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام کی ولایت کا حکم اُترا تو جنابِ رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "سَلِّمُوا عَلَىٰ عَلِيٍّ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ" یعنی: علیؑ کو امیر المومنین کی حیثیّت سے سلام کرو۔ (یعنی امیر المومنین کہہ کر سلام کرو)

یہ اِس آیت کی باطنی تفسیر ہے۔

★..... (تفسیر برہان، کافی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۹۳

(۹۳) اور اگر اللہ چاہتا تو سب کے سب کو ایک ہی اُمت (یا ایک ہی دین) بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے اُسے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور لازمی طور پر تم سے اُن کاموں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

جبریہ عقیدے کی رد

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یا گروہ اپنے آپ کو خدا کا طرفدار سمجھ کر اچھے بُرے ہر طریقے سے اپنے مذہب کو ترقّی دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کو مٹا دینے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کی یہ حرکت خدا کی منشاء کے سراسر خلاف ہے اگر خدا کی مرضی یہی ہوتی تو خدا انسان کا اختیار چھین کر اُسے بے بس کر دیتا، اور پھر سب کو ایک ہی مذہب کا پیرو کار بنا دیتا۔ وہ چاہتا تو سب کو مومن اور فرماں بردار بنا دیتا۔ (لیکن وہ یہی چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی، عقل و اختیار سے جس طریقۂ زندگی کو چاہے اختیار کرلے اور پھر خدا کو جواب دے) انسان کو انتخاب کی آزادی خود خدا نے عطا فرمائی ہے۔ اس لیے اب جو خدا کے راستے پر چلنا چاہتا ہے خدا اس کی ہدایت کا انتظام فرما دیتا ہے اور جو گمراہی کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو خدا اُس کے لیے گمراہی کے اسباب ہموار کر دیتا ہے۔ (یعنی گمراہی میں اُسے چھوڑ دیتا ہے۔) *۔۔۔۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

آیت کا پیغام

یہ ہے کہ تم فلسفۂ "جبریّت" کے فریب میں نہ آجانا۔ اور اپنے کو مجبورِ محض نہ سمجھ بیٹھنا، جبکہ تم فاعلِ مختار اور اپنے عمل کے ذمّے دار بنائے گئے ہو۔ تمھیں عقل و شعور، ارادہ و اختیار سے بھی نوازا گیا ہے۔ اِسی بناء پر تم سے تمھارے اختیاری اعمال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ماجدی)

★ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ: "اگر انسان مجبورِ محض ہے تو پھر وہ نماز میں خدا سے یہ کیوں دعاء مانگتا ہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ "(یعنی" ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تو ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا رہ۔"

(یہ سوال کرنا خود بتاتا ہے کہ انسان خود کو مجبور نہیں، فاعلِ مختار سمجھتا ہے۔)

(جلاء العیون) ...... *

★ مولانا روم نے خوب کہا کہ: ایک کتّا بھی یہ جانتا ہے کہ کون مختار اور کون بے اختیار ہے۔ اگر کتّے کو پتھر مارا جاتا ہے تو وہ پتّھر کو نہیں کاٹتا، جبکہ پتھر نے اُس کو زخمی کیا ہوتا ہے، بلکہ وہ تو پتّھر مارنے والے پر حملہ کرتا ہے۔ یعنی کتّا تک یہ سمجھتا ہے کہ پتّھر بے اختیار اور پتّھر مارنے والا فاعلِ مختار ہے۔ جو بات ایک کتّا سمجھ گیا، وہ جبریہ عقیدہ رکھنے والا انسان نہ سمجھ سکا۔ (مثنوی مولٰنا رومؒ)

★ شیعہ متکلّمین نے گدھے کی مثال دی ہے کہ: ایک گدھا راستہ چلتے وقت ایک چھوٹی سی پانی کی نالی کو عبور کرلیتا ہے لیکن جب دورانِ راہ دریا آجائے تو رُک جاتا ہے، جست نہیں مارتا یعنی گدھا تک سمجھ سکتا ہے کہ وہ کہاں تک فاعلِ مختار ہے اور کہاں سے جبر کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔

مگر افسوس کہ جبریہ عقیدہ رکھنے والے یہی رٹ لگائے رکھتے ہیں ؎

؎ ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت خود مختاری کی :: چاہیں ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ (۹۴) اور تم اپنی قسموں کو آپس میں ایکدوسرے
بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بناؤ (کہیں ایسا
ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ نہ ہو کہ) تمہارے قدم جمنے کے بعد اُکھڑ
بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ جائیں، اور اِس طرح تم بُرائی کا مزہ چکھو
اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۹۴ اِس سزا میں کہ تم نے (لوگوں کو) اللہ
کے راستے سے روکا۔ اور پھر تمہارے لیے بہت ہی سخت اور بڑی سزا ہوگی۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ (۹۵) (دیکھو) اللہ کے عہد کے مقابلے
ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ میں تھوڑی سی قیمت حاصل نہ کرو۔
اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ جو اللہ کے ہاں ہے وہ تمہارے لیے
تَعْلَمُوْنَ ۹۵ کہیں زیادہ بہتر ہے اگر تم جان لو۔

حضرت علیؑ امیرالمومنین ہیں

[1] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے اطہارؑ سے روایت فرمائی ہے کہ: "یہ سب آیتیں حضرت علیؑ کی ولایت اور اُن کی بیعت کرنے کے بارے میں اُتری ہیں، جس وقت جناب رسولِ خداؐ نے حکم دیا تھا کہ "علیؑ کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کیا کرو۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۲۸۱ بحوالہ الجوامع)

[2] ★ تمہاری جھوٹی قسموں سے تمہارا اعتماد اُٹھ جائے گا، اور تمہارے بارے میں لوگ شک و شبہ کرنے لگیں گے (موضح القرآن)

[3] ★ مطلب یہ ہے کہ دنیا کا جو فائدہ بھی ہے وہ اللہ کے عہد کی قیمت سے چھوٹا ہے اس لئے قیمتی چیز کو گھٹیا چیز کے بدلے نہ بیچو۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۶

(۹۶) (کیونکہ) جو کچھ بھی کہ تمہارے پاس ہے وہ تو ختم ہو جانے والا ہے۔ اور جو اللہ کے ہاں ہے، وہی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ اور ہم لازمی طور پر اُن لوگوں کو، کہ جنھوں نے صبر و برداشت سے کام لیا، اُن کا بہترین اجر عطا کریں گے (اُن اعمال کے بدلے میں) جو وہ کرتے تھے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۷

(۹۷) جو بھی اچھے کام کرے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن (حق کو ماننے والا) ہو، اُسے تو ہم دنیا میں بھی پاک و پاکیزہ زندگی[1] عطا کریں گے اور (آخرت میں تو) ہم اُن کو بہترین[2] اجر عطا کریں گے (اُن کاموں کے بدلے میں) جو وہ کیا کرتے تھے۔

---

[1] پاک زندگی سے مراد وہ زندگی ہے کہ جس میں جو کچھ خدا نے عطا کیا ہے اُس پر قناعت کر کے زندگی گذاری جائے۔ (اور حرام کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جائے۔) ★... (تفسیر صافی صفحہ ۲۹۱ بحوالہ القمی)

★ جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: "پاک زندگی کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی تقسیم پر راضی ہو کر اُسی پر قناعت کرنا۔" ★... (مجمع البیان)

[2] ★ پھر آخرت میں اُن کا مقام اُن کے اعمال کے لحاظ سے کہیں زیادہ بہتر ہو گا۔ ★... (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ (۹۸) اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ خدا سے اُس شیطان کے شر سے
(بچنے کے لیے) پناہ مانگو جو خدا کی بارگاہ سے دُھتکارا اور نکالا ہوا ہے۔

قرآن پڑھو تو خدا سے پناہ چاہو

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خدا سے پناہ کیونکر مانگی جائے؟ حضرت امامؑ نے فرمایا: "یوں کہو

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" ——

یعنی: "میں اُس اللہ سے پناہ طلب کرتا ہوں جو سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے، کہ وہ مجھے شیطانِ مردود سے بچائے۔"

(تفسیر صافی صہ ۲۸۱ بحوالہ تفسیر عیاشیؒ)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جب مومن کہتا ہے" اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ تو شیطان کہتا ہے کہ تُو نے تو میری کمر توڑ ڈالی۔ —— اور جو شخص دس مرتبہ شیطان سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ مانگتا ہے تو خداوندِ عالم اُس کے لیے ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے جو شیطان کو اُس سے دور رکھتا ہے۔"

(روح البیان)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا سے پناہ مانگنے کی وجہ سے انسان کا منہ جھوٹ —— غیبت —— اور —— بہتان سے پاک رہتا ہے۔"

(روح البیان)

★ اسی لیے حضور اکرمؐ نے قرآن کے ساتھ اپنے "اہلِ بیت" کو چھوڑا ہے کہ قرآن کا مطلب اہلِ بیتِ رسولؐ سے سیکھو، کیونکہ اہلِ بیتِ رسولؐ کو خدا نے شیطانی وساوس سے بالکل پاک رکھا ہے۔ جیسا کہ خود آیتِ تطہیر شاہد ہے۔ دوسرے یہ کہ حضورؐ نے اپنے اہلِ بیتؑ کو قرآن کی تعلیم خود فرمائی ہے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۝ ۹۹

(۹۹) (اِس طرح) بلاشبہ اُس کو اُن لوگوں پر کوئی قابو حاصل نہیں ہوتا جو حق کو مانتے ہیں اور اپنے پالنے والے مالک پر بھروسہ کرتے ہیں۔

مومنوں اور متوکّلین پر شیطان کا قابو نہیں ہو سکتا۔

تفسیر اہلِ بیتؑ میں ہے کہ شیطان مومن کے بدن پر مسلّط ہوتا ہے لیکن اُس کے ایمان پر مسلّط نہیں سکتا۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "شیطان مومن کو (خدا، رسولؐ اور امامؑ کی) ولایت (کے ماننے) سے نہیں ہٹا سکتا۔ باقی گناہوں میں اُسے مبتلا کر سکتا ہے۔ جیسے اوروں کو کر سکتا ہے"۔

★ - - - - (تفسیر انوار النجف)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "شیطان نے خدا سے پوچھا: "وہ کون ہیں جن پر میرا تسلّط نہ ہو سکے گا؟" خدا نے فرمایا: اُن کی علامات یہ ہوں گی: (۱) وہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں گے۔ (۲) اپنے خاتمے سے خائف ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے چہرے میرے عرش کے نور ہیں۔ (۳) جو دوسروں کو کھانا کھلائیں گے۔ (فائدے پہنچائیں گے۔) (۴) میرے بندوں پر رحم کریں گے اُن لوگوں کی مٹی حضرت ابراہیمؑ کی طین سے ہوگی۔ (۵) وہ میرے حکم پر راضی ہوں گے اور میری رضامندی کے طالب ہوں گے، اُن کے قلوب میرا خزانہ ہیں۔

★ - - - - (روح البیان)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ (۱۰۰) يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ؑ ۱۰۰ ع ۱۳ ۱۱ ۱۹

اُس کا زور تو بس اُنہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُسے دوست رکھتے ہیں اور جو اُس کے ساتھ (ملکر) شرک اختیار کیے ہوتے ہیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ (۱۰۱) اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۰۱

اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ بدل کرلے آتے ہیں (کیونکہ) اللہ خوب جانتا ہے جو وہ اُتارتا ہے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ تم (قرآن کو) اپنے دل سے گھڑ لیتے ہو۔ بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) اِن میں سے اکثر لوگ (حقیقت کا) علم ہی نہیں رکھتے۔

۱؎ محققین نے نتیجہ نکالا کہ اپنی بداعمالیوں کا ذمّہ دار شیطان کو قرار دینا غلط ہے، کیونکہ شیطان کو خود انسان ہی سہارا دیتا ہے، ورنہ شیطان ہرگز اُس پر قابو نہیں پاسکتا۔ اِسی لیے آخرت میں شیطان کہے گا: "مجھے بُرا مت کہو، بلکہ خود اپنے کو بُرا بھلا کہو۔" (القرآن) ۔۔۔۔۔ (ماجدی)

۲؎ "ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرنے" کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر ایک مضمون کو ایک مثال یا دلیل سے سمجھایا ہے، تو دوسری جگہ اُسی مضمون کو سمجھانے کے لیے دوسری مثالیں اور دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔ ایک ہی قصّہ کو بار بار دوسرے پیرائے اور الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہیں مختصر تو کہیں مفصّل (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ (۱۰۲) (اُن سے) کہیئے کہ اِس (قرآن) کو
مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ روح القدس نے تیرے (میرے)
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّ پالنے والے مالک کی طرف سے حق
بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ ۱۰۲ کے ساتھ بالکل ٹھیک اُتارا

ہے، تاکہ ایمان لانے والوں کو پختگی، مضبوطی اور ثابت قدمی عطا فرمائے اور اطاعت کرنے والوں کو زندگی کا سیدھا راستہ بتائے اور انھیں اَبدی کامیابیوں کی خوشخبری دے۔

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا:
"روح القدس" پاک روح سے مراد حضرت جبریلؑ ہیں۔ اور قُدس کے معنی ہیں پاک و پاکیزہ۔"
٭..... (تفسیر صافی صـ۲۸۱، تفسیر قمیؒ)

★ مطلب یہ ہے کہ جب صاحبانِ ایمان اُن آیتوں کو سنتے ہیں جو پچھلی آیتوں کو منسوخ کرنے والی ہیں، تو وہ اُن پر غور و فکر کرتے ہیں۔ پھر وہ اِس حکمت اور مصلحت کو جان لیتے ہیں جو یہاں کارفرما ہے۔ اِس سے اُن کے عقائد مضبوط اور اُن کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔
٭..... (تفسیر صافی صـ۲۸۱)

★ جبریلؑ کو روح القُدس یعنی پاک روح اِس لیے بھی کہا گیا ہے تاکہ سننے والوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اِس قرآن کو ایک ایسی ہستی لیکر آئی ہے جو ہر قسم کی کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے۔

یعنی وہ کسی قسم کی بھول چوک، خیانت، ہیر پھیر، کمی بیشی کرنے والا نہیں ہے، نہ جھوٹا ہے، نہ مفتری، نہ بدنیت، اور نہ اپنی کسی نفسانی خواہش کے سبب سے دھوکہ دینے والا نہیں، جو اللہ کا کلام جوں کا توں لاکر پہنچاتا ہے۔
٭..... (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ (۱۰۳) اور یقیناً ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ
اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اِن کو تو بس
الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ ایک آدمی ہے جو سکھاتا پڑھاتا ہے۔
اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ حالانکہ جس کی طرف یہ اِشارہ کر رہے ہیں
عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ۱۰۳ اُس کی زبان تک عجمی ہے، جب کہ یہ
(قرآن) صاف اور سلیس عربی زبان (میں) ہے۔

کفار کی ذہنیت

اِس آیت میں اُس شخص کا ذکر ہے جس کی زبان عجمی تھی اور وہ اہلِ کتاب سے تھا۔ اُس کا نام ابنِ حضرمی تھا۔ جو جناب رسولِ خدا ؐ پر ایمان لایا تھا، اور آپ ؐ کی پیروی کرتا تھا۔ قریش نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ شخص اپنے علوم اپنی زبان میں حضرت محمد ؐ کو سکھا دیتا ہے۔

* ..... (تفسیر صافی ص۲۸۲ بحوالہ تفسیر قمی)

★ روایات میں اختلاف ہے، کہ مکّے کے قریش کس عجمی (غیر عرب) کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ رسول ؐ کو سکھاتا پڑھاتا ہے۔ بعض نے لکھا کہ سلمان فارسی ؓ کے بارے میں کہتے تھے بعض نے لکھا کہ یہ بلعام نامی رومی نوہار تھا۔ بعض کے نزدیک یہ ایک رومی غلام تھا جس کا نام یعیش یا عائش تھا۔ کچھ کے نزدیک یہ عین التمر کے دو نصرانی تھے جن کا نام یسار اور خیر تھا۔ خدا نے فرمایا: "وہ لوگ عربی صحیح نہیں بول سکتے، قرآن کہاں سکھائیں گے۔؟ * ..... (تفسیر انوار النجف)

★ اِس آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ؐ کے مخالفین آپ ؐ کے خلاف کس قدر الزام تراشیاں کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگ اپنے ہمعصروں کی قدر و قیمت لگانے میں کتنے بے انصاف ہوتے ہیں۔

(ملائکہ) (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (۱۰۴) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں
بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۙ لَا یَہۡدِیۡہِمُ نشانیوں اور دلیلوں کو نہیں مانتے تو اللہ
اللّٰہُ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ ۱۰۴ کبھی اُن کو صحیح بات کے ماننے اور منزلِ مقصود
تک پہنچنے کی توفیق عطا نہیں کرتا۔ اُن کے لیے تو سخت تکلیف دینے والی سزا ہے۔

اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ (۱۰۵) جھوٹ (آپؐ نہیں بلکہ) صرف وہی
الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ لوگ گھڑتے ہیں جو خدا کی آیتوں کو نہیں
اللّٰہِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ۝ ۱۰۵ مانتے (حقیقتاً) وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ (۱۰۶) جو شخص حق کو مان لینے کے بعد اُس کا
اِیۡمَانِہٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ انکار (کفر) کرے، سوا اُس کے کہ اُسے
قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ مجبور کیا گیا ہو جبکہ اُس کا دل حق کے
وَ لٰکِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡکُفۡرِ ماننے پر مطمئن ہو، لیکن جو دل کی رضامندی
صَدۡرًا فَعَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ مِّنَ سے کفر (کے طریقہ) کو اختیار کرے تو اُن پر
اللّٰہِ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ ۱۰۶ اللہ کا غضب ہے اور (یہ) اُن کے لیے بہت بڑی سزا ہے

آیت ۱۰۶ : یہ آیت حضرت عمارؓ بن یاسرؓ صحابیِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ

www.drhasanrizvi.com

قریش، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور اُن کے والد ماجد حضرت یاسرؓ اور اُن کی والدہ حضرت سمیہؓ کو مرتد ہو جانے پر مجبور کرتے تھے۔ جب اُن کے ماں باپ نے انکار کیا تو قریش نے اُن کو سفّاکی کے ساتھ قتل کر دیا۔ یہی دونوں حضرات اسلام میں پہلے شہید ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عمارؓ نے کلمۂ کفر پڑھ دیا۔ چنانچہ کسی نے حضورِ اکرمؐ کو اطلاع دی کہ عمارؓ کافر ہو گئے۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ عمارؓ سر سے پیر تک ایمان سے لبریز ہیں۔ اُن کے گوشت، پوست میں ایمان پیوست ہو چکا ہے۔"

پھر جب کفارِ مکہ نے اُن کو جانے دیا تو وہ روتے ہوئے حضورِ اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے اُن کے آنسو پونچھے اور فرمایا: "تمہارا کیا نقصان ہوا؟ اگر پھر دوبارہ وہ لوگ تمہیں تکلیف دیں تو پھر وہی کہہ دینا جو پہلے کہہ چکے ہو۔"

★ .... (تفسیر صافی ص ۲۸۱)

نوٹ:- اِسی کو تقیہ کہتے ہیں کہ دل میں ایمان ہو اور انسان اپنی جان و عزت جانے کے خوف سے مجبوراً اظہارِ کفر کر دے۔ تقیہ اور نفاق میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تقیہ کی حالت میں دل میں ایمان اور زبان پر کلمۂ کفر ہوتا ہے، وہ بھی مجبوراً لیکن منافق وہ ہوتا ہے جس کی زبان پر اسلام اور دل میں کفر ہوتا ہے وہ بھی جان بوجھ کر دنیوی نفع وغیرہ کی لالچ میں۔ ★ .... (القرآن المبین۔ مولانا امداد حسین کاظمی)

★ اِس آیت میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم کسی وقت ظلم سے مجبور ہو کر محض جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کہہ دو اور دل تمہارا عقیدۂ کفر سے محفوظ ہو تو معاف کر دیا جائے گا، لیکن اگر دل سے کفر قبول کر لیا تو دنیا میں چاہے جان بچا لو، خدا کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

اِسی لیے جنابِ رسولِ خداؐ سے عمارِ یاسرؓ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! انھوں نے مجھے اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک میں نے آپؐ کو بُرا اور اُن کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا۔" تو

www.drhasanrizvi.com

جنابِ رسولِ خدا نے اُن سے پوچھا: "کَیْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ ؟" (تم اپنے قلب کو کس حالت میں پاتے ہو؟)۔ عرض کیا: "مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ" (ایمان پر پوری طرح مطمئن) اِس پر حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اِنْ عَادُوْا فَعُدْ" (اگر وہ پھر اِسی طرح مجبور کر دیں تو تم پھر یہی باتیں کہدینا۔"

٭..... (تفہیم القرآن مولنا مودودی صاحب)

نوٹ: بس اِسی کو تقیّہ کرنا کہتے ہیں۔ ٭..... (مؤلف)

★ تمام فقہاء نے کہا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو کہ قتل کر دے یا اعضاء کے کاٹ دینے کی دھمکی دے، تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کر دینا جائز ہو جائے گا، جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو یعنی عقیدے میں فتور نہ آئے اور دل اس قول اور فعلِ کافرانہ کو بُرا سمجھے۔

٭..... (ماجدی)

★ اصطلاحِ فقہ میں اِسی کو تقیّہ کہتے ہیں جو قرآن کی تعلیم ہے اور تمام مسلمان فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ رہے مناظرے والے مُلّاں وہ اسے صرف شیعوں کا عقیدہ بتا بتا کر خوب لعن طعن کرتے ہیں اور جاہل عوام اور اسلام دشمنوں سے رقمیں وصول کرتے ہیں۔

بقول اقبالؔ: ؎ دینِ مُلّاں فی سبیلِ اللہ فساد

★ روایات کے مطابق یہ آیت صحابیٔ رسولؐ عمّارِ یاسرؓ کی شان میں اُتری تھی اُن کے والدؓ والدہؓ کو اُن کے سامنے شہید کیا گیا اور اُن پر سخت تشدّد کیا گیا۔ اِس لیے اُن کے منہ سے کلمۂ کفر نکل گیا۔ اُن کے دل میں سخت خلجان پیدا ہوا۔ اِس لیے اُن کی تسلّی کے لیے یہ آیت اُتری۔ ٭..... (فصل الخطاب)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا: "ظالم زبردستی سے اگر منہ سے کفر کا لفظ نکلوا دے، (مگر) دل میں ایمان ہو تو گناہ نہیں۔ ٭..... (موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا (۱۰۷) یہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے
الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ ۙ دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔
وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ حق کے انکار کرنے
الْكٰفِرِیْنَ ۝ ۱۰۷ والی قوم کو راہِ نجات دکھا کر منزلِ مقصود
تک نہیں پہنچاتا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ (۱۰۸) یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں،
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مُہر
اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ لگادی ہے۔ کیونکہ وہ غفلت اور
الْغٰفِلُوْنَ ۝ ۱۰۸ بے پروائی میں مدہوش ہو چکے ہیں۔

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ (۱۰۹) بیشک لازمی طور پر وہ لوگ آخرت
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ۱۰۹ میں سخت نقصان میں رہیں گے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ (۱۱۰) (اس کے برخلاف) تمھارا پالنے والا مالک
هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے تکلیفیں پہنچائے
ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ جانے کے بعد ہجرت کی، پھر حق کے لیے
اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا بھرپور کوشش کی، اور صبر کیا، تو ان

www.drhasanrizvi.com

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟ ۱۱۰ سب باتوں کے بعد، یقیناً تمہارا پالنے والا مالک (اُن کو) اپنی رحمت سے ڈھک لینے والا (یا) بڑا معاف کرنے والا اور مسلسل بے حد رحم کرنے والا ہے۔ ۱۱۰

یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ (۱۱۱) (اُن سب کا فیصلہ تو اُس دن ہوگا)
عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ جب ہر شخص خود اپنی طرف سے لڑتا ہوا
نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ آئے گا اور ہر شخص کو اُس کے کیے کا پورا
لَا یُظْلَمُوْنَ ۟ ۱۱۱ پورا بدلہ دیا جائے گا، اور اُن پر (ذرا سا بھی) ظلم یا زیادتی نہیں کی جائے گی۔

"تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا" سے مراد یہ کہ ہے کہ: قیامت کے دن ہر گنہگار شخص اپنے نفس سے دفاع کی خاطر کاتبینِ اعمال (کراماً کاتبین) فرشتوں سے جھگڑا کرے گا، اور قسمیں کھا کھا کر کہے گا کہ میں نے تو نہ کفر کیا نہ شرک (اور نہ گناہ کیے جو میرے نامۂ اعمال میں لکھے ہیں) یا یہ کہ وہ عذرداری کرے گا اپنے نفس کو بچانے کے لیے۔ (لیکن قدرت کا انتظام بہت اعلیٰ ہے۔ وہ اُن کے منھ پر مُہر لگا دے گا اور اُس کے ہاتھ تمام گناہوں کو بیان کریں گے اور پیر اُن گناہوں کی تصدیق میں گواہی دیں گے۔ پھر یہ گنہگار کیا عذر پیش کریگا؟)

(انوار النجف) ۔۔۔۔*

www.drhasanrizvi.com

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً (۱۱۲) | اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال
كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً | پیش کرتا ہے جو امن واطمینان کا گہوارہ
يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا | بنی ہوئی تھی۔ ہر طرف سے اُس کی روزی
مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ | اُس کے پاس خوب فراغت کے ساتھ
بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ | آرہی تھی۔ مگر اُس نے اللہ کی نعمتوں کے
لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ | ساتھ ناشکرے پن سے کام لیا تب اللہ
بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ ۱۱۲ | نے اُس بستی (والوں) کو بھوک، خوف

اور دہشت کے غلبے کا مزہ چکھایا، اُس (ناشکری) کی سزا میں جو وہ کرتے تھے

نعمتوں کی ناشکری کی بھیانک سزا

یہ آیت ایک ایسی بستی کے بارے میں اُتری جس کا نام بلیان تھا۔ اُن کے ہاں ایک ندی تھی جس کے پانی سے پورا علاقہ سرسبز وشاداب تھا۔ وہاں کے باشندے روٹیوں سے استنجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں اس سے آرام ملتا ہے۔ اس طرح وہ خدا کی نعمتوں کو غیر اہم سمجھتے تھے۔ اسی کفرانِ نعمت کے سبب سے خدا نے اُس ندی کو خشک کر دیا۔ پھر وہاں ایسا قحط پڑا کہ وہی نجاست بھری روٹیاں جن کو وہ استنجا کر کے پھینک دیا کرتے تھے، صاف کر کر کے کھاتے ★.... (تفسیر صافی صہ ۲۹۲ بحوالہ تفسیر قمی)

نعمتِ خدا کی قدر پر انعام :-

★ حضرت امام حسینؑ کے ایک غلام نے نجاست بھری روٹی کے ٹکڑے کو پاک کر کے کھا لیا، تو امامؑ نے اُس کو آزاد کر دیا اور فرمایا جو شخص اللہ کی نعمت کی قدر کرے اُس کو اللہ دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے پھر میں کیوں نہ اِس کو غلامی سے آزاد کروں۔ ★.... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ۱۱۳ (۱۱۳) جبکہ اُن کے پاس اُنہی کی قوم میں سے ایک رسول آیا، مگر اُنھوں نے اُسے جھٹلایا۔ تو (آخر کار خدائی) عذاب نے اُنھیں آن پکڑا، اِس حالت میں کہ (جب) وہ ظالم ہو چکے تھے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ ۱۱۴ (۱۱۴) پس اے لوگو! اللہ نے جو تمھیں پاک و حلال روزی دی ہے اُسے کھاؤ پیو۔ اور اللہ کی نعمت اور احسان کا شکر ادا کرو۔ اگر تم صرف اُسی کی بندگی کرنے والے ہو۔

اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی حقیقت

یہ ہے کہ: (۱) حلال روزی کمائی جائے۔ (۲) خدا کی نعمتوں سے استفادہ حاصل کیا جائے۔ (۳) زبانی شکر ادا کیا جائے۔ (۴) خدا کی بندگی یعنی مکمل اطاعت کی جائے۔ (۵) حرام غذا اور شرک سے بچا جائے۔ (۶) خدا سے بغاوت نہ کی جائے۔ (۷) حدِ ضرورت سے آگے نہ بڑھا جائے۔ (۸) خدا کے احکام اپنی مرضی سے نہ بیان کیے جائیں اور (۹) آخرت کو یاد رکھا جائے۔

(نوٹ: اگلے صفحے کی آیت کو بھی سامنے رکھا جائے۔) (مؤلف)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اضافہ کروں گا، اور اگر تم نے کفرِ نعمت کیا تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔" (سورۃ ۱۴ آیت ۷)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (۱۱۵) خدا نے تو تم پر مُردار، خون اور
وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ سُوَر کے گوشت کو، اور اُسے جسے
وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ ذبح کیا گیا ہو، حرام کیا ہے۔
لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (البتہ بھوک وغیرہ سے) مجبور ہو کر اگر
رَّحِيْمٌ ۝۱۱۵ کوئی شخص اِن چیزوں کو کھا لے
جب کہ وہ خدا کا باغی بھی نہ ہو، اور نہ حدِّ ضرورت سے آگے بڑھنے والا
ہو، تو یقیناً اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ (۱۱۶) اور جن چیزوں پر تمھاری
اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا زبانیں جھوٹے اور غلط حکم لگاتی
حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ ہیں کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام
لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ ہے، تو اِس طرح تم اللہ پر جھوٹی
اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى تُہمت لگاتے ہو۔ تو جو لوگ
اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ ۱۱۶ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ

www.drhasanrizvi.com

(دین و دنیا کی) بہتری اور کامیابی کو ہرگز نہ پائیں گے۔ ۱؎ ۱۱۶

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ (۱۱۷) اُن کے لیے دنیا کا چند روزہ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۱۱۷ بہت تھوڑا سا فائدہ تو خیر ہے،
مگر (آخرِ کار) اُن کے لیے بڑی ہی سخت تکلیف دینے والی سزا ہے۔ ۱۱۷

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا (۱۱۸) اور جو یہودی ہیں اُن پر تو ہم
مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ نے وہی چیزیں حرام کی ہیں جو ہم
قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ آپ کے سامنے پہلے ہی بیان کر چکے
لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ہیں۔ اور ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں
يَظْلِمُوْنَ ۝ ۱۱۸ کیا تھا۔ لیکن وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے تھے ۲؎

۱؎ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ: "جب کوئی انسان کوئی بڑا یا چھوٹا گناہ کرتا ہے تو اُسی وقت وہ ایمان سے خالی ہو جاتا ہے۔ البتّہ اسلام کا لفظ اُس پر باقی رہتا ہے پھر جب وہ توبہ کر لیتا ہے اور بخش دیا جاتا ہے تو ایمان اُس کے پاس پلٹ آتا ہے اور اس طرح وہ کفر کی طرف نہیں جا پاتا۔ لیکن اگر اُس نے حرام کو حلال سمجھ لیا اور اُسی کا ہو گیا تو ہمارے نزدیک وہ ایمان سے بھی خارج ہو گیا اور اسلام سے بھی۔ اب وہ کافر ہو گیا۔ اُس شخص کی طرح جو پہلے حرم میں داخل ہوا، پھر کعبہ میں پہنچا اور کعبہ کے اندر جا کر اُس نے کوئی بے ادبی کی۔ پھر جب کعبہ سے نکلا اور حرم کے باہر آیا تو اُس کی گردن ماردی گئی تو وہ سیدھا جہنّم میں چلا جائے گا۔ (تفسیر صافی بحوالہ التوحید صفحہ ۲۸۲)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ (۱۱۹) البتہ جن لوگوں نے نادانی میں
عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ بغیر جانے بوجھے کوئی بُرا کام کرلیا ہو
ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اور پھر توبہ کرکے اپنا عمل ٹھیک کرلیں
وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ تو یقیناً تمہارا پالنے والا مالک اس کے
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع ۱۱۹ بعد ضرور بالضرور بہت معاف کرنے والا
اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ ۱۱۹

ع ۱۵ ۹ ۲۱

یہودیوں پر پابندیاں

ع ۲ (آیت ۱۱۸)

یہ پابندیاں یہودیوں پر بطور سزا عائد کی گئی تھیں۔ اسی لیے فرمایا کہ: "ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے تھے۔" اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری طرف سے یہ پابندیاں ان کے ظلم کرنے کی سزا ہیں۔

غرض یہ آیات اُن اعتراضات کا جواب ہیں جو کفارِ مکّہ مسلمانوں پر کیا کرتے تھے۔

اُن کا پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ اسرائیل کی شریعت میں تو اور بہت سی چیزیں حرام ہیں جن کو تم نے کیسے حلال کر رکھا ہے؟ اگر وہ شریعت خدا کی طرف سے تھی تو اب کیسے تبدیل ہوگئی؟ شریعتوں میں اختلافات کیوں ہیں؟

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ "سبت" (ہفتہ) کے دن اسرائیلیوں میں شکار حرام تھا، تم نے اُس کو کیسے اُڑا دیا؟

اِن تمام اعتراضات کا جواب اِن آیتوں میں دیا گیا ہے۔

(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً (۱۲۰) حقیقت یہ ہے کہ ابراھیمؑ (اپنی
قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ ذات میں خود) ایک پوری اُمّت تھے۔
مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ‏ ۱۲۰ وہ خالص اللہ کی اطاعت کرنے

والے، اُسی سے لو لگائے رکھنے والے، غلط راستوں سے بچ کر صرف
اللہ کی طرف ہو جانے والے تھے۔ اور وہ تو کبھی مشرک تھے ہی نہیں۔

شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰهُ (۱۲۱) اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے
وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ ۱۲۱ والے تھے۔ اللہ ہی نے اُن کو منتخب
کیا اور اُنھیں سیدھے راستے پر لگایا۔

وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ (۱۲۲) اور ہم نے ہی اُنھیں دنیا میں
وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ بھی بھلائی دی۔ اور آخرت میں تو
الصّٰلِحِيۡنَ ؕ‏ ۱۲۲ وہ "صالحین" میں سے ہوں گے۔

ابراھیمؑ ایک اُمّت تھے

یعنی: (۱) وہ نیک اور اعلیٰ اوصاف کا بھرپور اور مکمل مجموعہ تھے۔

(۲) وہ پوری اُمّت کے لیے مثالی نمونہ یا امام تھے۔ * .... (شاہ رفیع الدّین - جلالین)

(۳) یہ کہ انسانوں کی ایک بڑی تعداد اُن کی اُمّت تھی۔ * .... (تبیان)

(۴) ابراھیمؑ نیکی کے قائد، معلّم یا امام تھے، اُمّت کا شیرازہ اُن کے ذریعے قائم تھا۔ پس مجازِ مرسل کے طور پر سبب پر مسبّب کے نام کا اطلاق ہوا۔ یا اس لیے کہ وہ اپنے زمانے کے واحد موحّد تھے پس وہ کفّار کے مقابلے میں ایک مستقل اُمّت تھے۔
* ...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ (۱۲۳) پھر ہم نے آپؐ کی طرف یہ پیغام
اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ بھیجا کہ آپؐ باطل سے الگ رہتے ہوئے
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ۱۲۳ یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے پر چلیئے۔
غرض ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھے۔[۱]

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى (۱۲۴) (رہیں) ہفتے والے حکم کی پابندیاں
الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ تو وہ تو اُن لوگوں پر مسلّط کی گئی تھیں
اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ جنہوں نے خدا کے احکام میں اختلاف
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا کیا تھا[۲]۔ اور یقیناً تمہارا مالک قیامت
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ۱۲۴ کے دن اُن سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا
جن میں وہ اختلاف کرتے رہتے تھے۔

---

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: "مومنین میں سے جو عقلمند ہیں اُن کے لیے (نبیؐ کی) پیروی کرنے سے زیادہ محفوظ کوئی طریقہ نہیں، کیونکہ اس کا حکم خدا نے ہی دیا ہے۔ اگر اس سے بہتر کوئی اور طریقہ کار ہوتا تو خدا انبیاءؑ کو اُسی کے اختیار کرنے کا حکم دیتا۔ *.... (تفسیر صافی بحوالہ مصباح الشریعت)

[۲] *حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ: "سوائے ہمارے اور ہمارے دوستوں کے اور کوئی ملّتِ ابراہیمیؑ پر نہیں۔ باقی لوگ سب ملّتِ ابراہیمیؑ سے دور ہیں۔"
*.... (تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.com

حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ

کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ قرآن نے بتایا کہ انھوں نے خدا سے دعا فرماکر اپنی امامت و خلافت کو اپنے بعد اپنی اولاد میں قائم رکھا اور جناب رسولِ خداؐ کو اُن ہی کی پیروی کا حکم خدا نے دیا، تو لازمی طور پر حضورِ اکرمؐ نے بھی خدا کے حکم سے اپنی خلافت و امامت کا سلسلہ اپنی اولاد میں ہی قائم فرمایا۔

اِسی لیے حضورِ اکرم نے ارشاد فرمایا:

" میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتابِ خدا اور دوسرے میری عترت (اولاد) اہلِ بیتؑ۔"

*۔۔۔۔ (حدیثِ رسولؐ متفق علیہ)

۵ " سبت " یعنی ہفتہ کے دن کے احکام یہودیوں کو سزا کے طور پر دیے گئے تھے۔ اِسی لیے ہمارے رسولؐ جو براہِ راست ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی پر مامور تھے اُس ہفتے کے دن کے حکم کے پابند نہیں۔ کیونکہ اصل ملّتِ ابراہیمؑ میں ہفتے کا کچھ حکم نہ تھا (اس لیے) اِس اُمت میں بھی نہیں۔

*۔۔۔۔ (موضح القرآن)

★ محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ باہمی اختلاف خدا کو سخت ناپسند ہے۔

*۔۔۔۔ (تبیان)

★ اختلاف کے متعلق کئی وجوہ بیان کیے گئے ہیں۔ (۱) اُن کو بروز سنیچر (بروز ہفتہ) شکار کرنے سے روکا گیا تھا۔ پس وہ جمعہ کے روز جال لگا لیتے تھے اور سنیچر (ہفتہ) کو اُس میں مچھلیاں پھنس جاتی تھیں جن کو وہ اتوار کو نکال لیا کرتے تھے۔ (۲) اُن کو پہلے پہل جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا گیا۔ پس اِس میں اُنھوں نے اختلاف کیا، تو اُن پر سنیچر (ہفتہ) کی تعظیم کا حکم اُترا۔

*۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ ۱۲۵

(۱۲۵) آپ اپنے پالنے والے مالک کے راستے کی طرف (لوگوں کو) حکمت (عقلی دلائل)، اور اچھے طریقے کی (محبت بھری، خیر خواہی اور نصیحت کے ساتھ بلائیے۔ اور اُن لوگوں سے بحث مباحثہ کیجیئے بہتر سے بہتر طریقے سے آپ کا پالنے والا مالک خوب اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور وہ یہ بھی خوب اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے پر قائم ہے

تبلیغ کا طریقہ

مزاج اور شان کے مطابق بات کرنا زیادہ موزوں اور مؤثر ہوا کرتا ہے۔ پس عالم کے ساتھ عالمانہ طرزِ گفتگو اور جاہل کے ساتھ اُس کے مزاج کے مطابق بات کرنا زیادہ مفید ہے اسی بنا پر کہا گیا ہے: کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ یعنی "لوگوں سے اُن کے عقول و اذہان کے مطابق بات کرو" خداوندِ عالم نے اِس آیت میں اسی طرزِ تبلیغ کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ چونکہ لوگوں کی، ذہن و عقل کے اعتبار سے اور منصف و مجادل ہونے کے لحاظ سے، تین قسمیں ہیں۔ (۱) ذہین و اہلِ فہم طبقہ۔ ان سے حکمت کی گفتگو کی جائے، دلائل و براہین سے ان کے شکوک کا قلع قمع کیا جائے اور قرآن کی روشنی میں دینِ اسلام کے اصول سے روشناس کرایا جائے۔ (۲) منصف مزاج عوام۔ اِن کو مواعظِ حسنہ، مثالیں اور نیک لوگوں کے اچھے اور بُرے لوگوں کے بدانجام سمجھائے جائیں۔ (۳) مناظر طبع جھگڑالو لوگ۔ ان سے سلجھے ہوئے انداز سے بحث کی جائے، اوچھا پن نہ ہو، بلکہ دیانت و متانت ہی کو صداقت کا مسلّم اصول سمجھا جائے۔ ...... (ملخص از تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا (۱۲۶) ہاں۔ اگر (خدا کی طرف بلانے پر تمھیں
بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَ سزا دی جائے) اور تم لوگ بھی اُن سے
لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ بدلہ لو تو بس صرف اُسی قدر سزا دینا
لِّلصَّابِرِينَ ۝ ۱۲۶ جتنی اور جیسی سزا تمھیں دی گئی تھی۔
اور اگر تم صبر کرلو تو یقیناً یہ بات صبر کرنے والوں کے حق میں بہت اچھی ہے۔[1]

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا (۱۲۷) آپؐ تو صبر ہی سے کام لیجیے۔ اور
بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ آپؐ کا یہ صبر کرنا بھی خدا ہی کی مدد اور
وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا توفیق سے ہے۔ اور اُن لوگوں (کی حرکتوں)
يَمْكُرُونَ ۝ ۱۲۷ پر رنج نہ فرمائیں اور نہ اُن کی چالبازیوں،
مکاریوں اور ترکیبوں سے دل تنگ ہوں۔[2]

---

[1] آیت کی ترکیبِ کلام خود بتا رہی ہے، کہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ انتقام نہ لیا جائے لیکن اگر اس پر قدرت نہ ہو تو کم سے کم یہ یاد رہے کہ سزا یا انتقام جرم سے ہرگز نہ بڑھنے پائے۔ ★ .... (تفسیر کبیر امام رازی)

[2] مطلب یہ ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کی تو یہ شان ہی نہیں ہے، کہ وہ بدلہ لینے کا ارادہ بھی فرمائیں۔ لیکن اگر تم لوگ بدلہ لینا چاہو تو یاد رکھنا کہ بدلہ جُرم سے ہرگز بڑھنے نہ پائے۔ لیکن اگر صبر سے کام لو تو یہ بہتر ہے۔

پھر رسولؐ سے تو یہاں تک فرمایا گیا کہ صرف یہی نہیں کہ بدلہ نہ لیجیے، بلکہ اُن کی نازیبا حرکتوں پر دل میں بھی نہ کُڑھیے۔ اس کی فکر تک نہ کیجیے کہ وہ آپؐ کے خلاف کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں۔ یہ وسعتِ قلب کی عظیم تعلیم ہے ★ .... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ (۱۲۸) کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ

اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ اُن لوگوں ہی کے ساتھ جو (غلط کاموں سے)

مُّحْسِنُوْنَ ۱۲۸ بچتے ہیں اور اچھے کردار، نیک رویے

اور حُسنِ سلوک پر قائم رہتے ہیں۔ ۱۲۸

۱۶ ع ۱۲

تقویٰ و پرہیزگاری (بُرے کاموں سے بچنا)

جنابِ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر! جو لوگ اطاعتِ خدا بجالاتے اور حرام کے ترک کرنے میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہیں، پس وہ ذکرِ خدا اور یادِ خدا بہت کرتے ہیں خواہ اُن کی نماز، روزہ اور تلاوتِ قرآن مجید کم ہی کیوں نہ ہو۔

★ اے ابوذر! پرہیزگاری اور ترکِ حرام اصلِ دین ہیں۔ اور دین کا راز خدا کی اطاعت اور فرماں برداری میں پوشیدہ ہے۔

★ اے ابوذر! پرہیزگار بنو، تاکہ سب سے زیادہ عابد ہو جاؤ، اور دین کے اعمال میں سب سے بہتر خداوندِ بزرگ و برتر کی حرام کردہ چیزوں سے بچنا ہے۔ (روح الحیوٰۃ صفحہ ۶۱۲)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص خدا کا فرماں بردار، اطاعتگذار ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو خدا کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت اُس شخص تک نہیں پہونچتی جو باعمل اور پرہیزگار نہ ہو۔" (اصول کافی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

★ آج شب چہارشنبہ ۲۰ مئی ۱۹۹۸ء / ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کو چودھویں (۱۴) پارے کی کتابت مکمل ہوئی۔ ★

★ کاتب جعفر رضوی ★

www.drhasanrizvi.com

لا شریک لہ

طریقہ و آدابِ قرأت و مخارجِ حروف

قرآنِ کریم کے پڑھنے میں حرفوں کا صحیح طریقہ پر ادا کرنا۔ مثلاً "ض" کی جگہ "ظ" نہ ہو جائے۔ وہ حروف جن کی آواز ملتی جلتی ہے مثلاً ض، ظ، ذ، ز اور س، ص، ث وغیرہ کو عام طور ایک سی آواز سے پڑھا جاتا ہے جو غلط ہے۔ ان حروف کے فرق کو واضح کرنے کے لیے حسبِ ذیل اختیار کیا جائے۔

حروف کو اُن کے اصل مخارج سے ادا نہ کیا جائے گا تو معنوں میں تبدیلی واقع ہو جائے گی اور اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ مثلاً: "عَلیٰ" کو "ع" کے مخرج سے ادا نہ کیا اور "الف" کے مخرج سے ادا کیا جائے (جیسا عوام میں رائج ہے) تو وہ عَلیٰ کے بجائے "اَلیٰ یا اَلَا" بن جائے گا اور معنی میں تبدیلی واقع ہو جائیگی۔ عَلیٰ کے معنی "اوپر" اور اَلَا کے معنی خبردار ہو یا آگاہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جانی چاہیئے۔ تیزی یا روانی سے تلاوت کرنے میں ایک مفہومِ آیت دوسرے مفہوم سے مل کر غلط ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ ایک جملہ ہے کہ: "روکو مت جانے دو" اِس کو روانی سے پڑھا جائے تو مطلب اثبات میں نکلے گا اور اگر ٹھہر کر پڑھا جائے تو مطلب نفی میں نکلے گا۔ قرآن مجید نے خود فرمایا ہے کہ: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو) (سورہ مزمل)

حروف	مخارجِ حروف (حروف کو کیسے ادا کیا جائے)
ء - ھ	دونوں حروف کو ابتدارِ حلق سے
ع - ح	وسطِ حلق سے
غ - خ	انتہارِ حلق سے
ق	زبان کی جڑ اور اوپر کے تالو سے
ک	ق کے مخرج سے تھوڑا سا ہٹ کر۔ یعنی پہلے
ج - ش - ی	زبان کے درمیان اور اوپر کے تالو کے درمیان سے
ض	زبان کے کنارے اور داڑھوں کی گرہ کے قریب سے۔ یعنی تمام کنارے زبان کے لگانے ہیں بائیں طرف کے اوپر داڑھوں کی جڑ سے یا دائیں طرف سے۔ لیکن بائیں طرف سے آسان ہے۔
ل	زبان کی نوک کے قریب سے اور اوپر کے تالو سے۔
ر	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔ نون کے مخرج کے بعد
ن	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔
ط ت	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کی جڑ سے۔
ظ ز ث	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
س ص ذ	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
ف	نیچے کے ہونٹ کے اندر اور اوپر کے دانتوں کے کنارے سے
ب م و	ہونٹوں کے درمیان سے
ا	فضاءِ دہن سے۔ یعنی الف دراصل ایک ہوا کی مانند ہے جو اندر سے نکلتی ہے

(ماخوذ از قرآن الکریم۔ مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہٗ)